اللہ
رسول
محمد

ماہنامہ

المرشد

لاہور

جنوری ــــــــ 1999

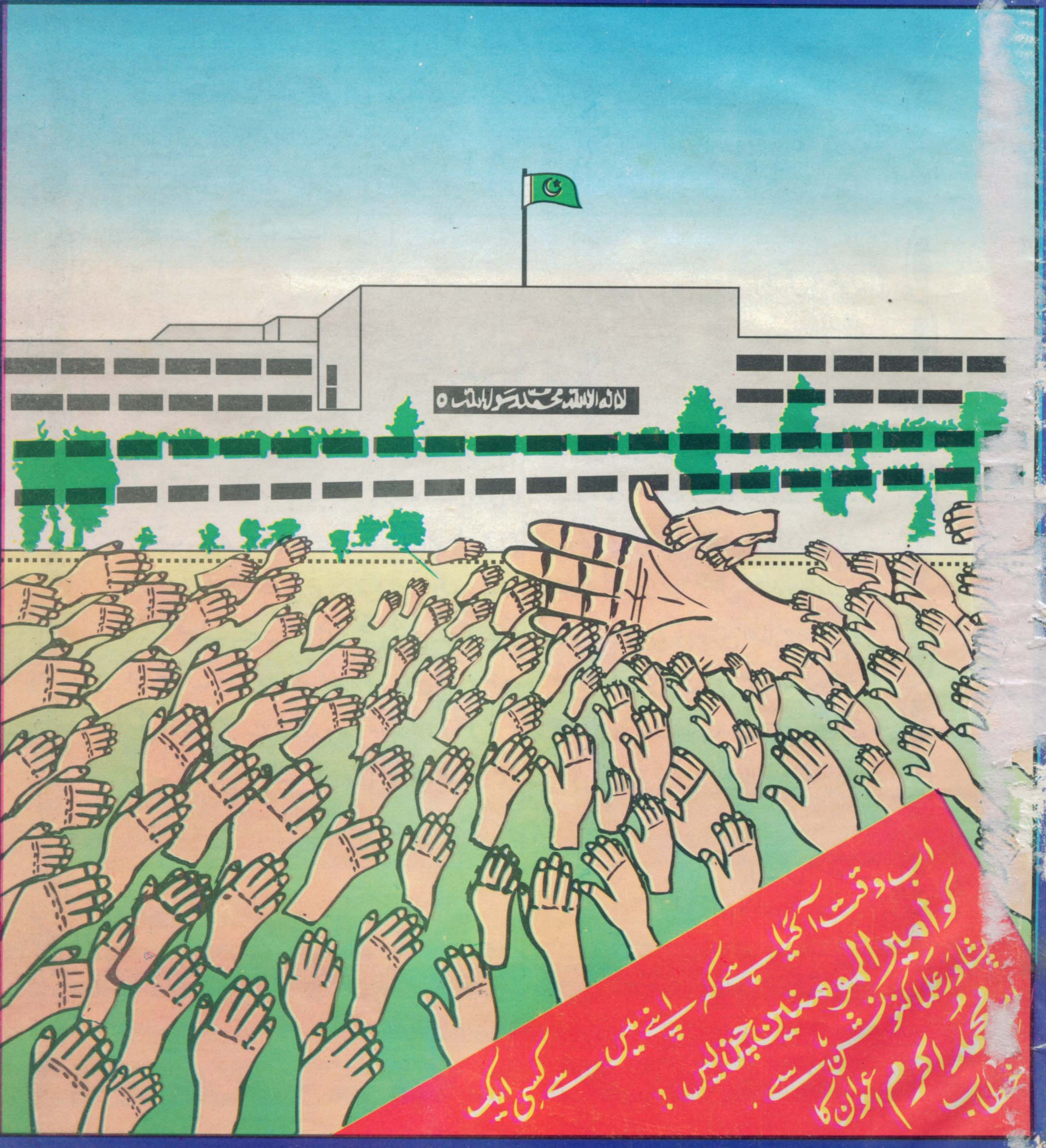

ماہنامہ المرشد لاہور

سی پی ایل نمبر3

مدیر
چوہدری محمد اسلم

جلد نمبر20 رمضان 1419ھ بمطابق جنوری 1999ء شمارہ نمبر6

اس شمارے میں

1	اداریہ	سرفراز حسین	3
2	رمضان المبارک.... روزہ	عتیق الرحمن	4-6
3	خطاب جلسہ عام قام باغ ملتان	چوہدری محمد اسلم	7-8
4	معرفت رسولؐ	محمد اکرم اعوان	8-12
5	ید بیضا	محمد اکرم اعوان	13-14
6	کلام شیخ	محمد اکرم اعوان	14
7	پیرس - پریڈ اور پاکستان	ماخوذ	15
8	نفاذ اسلام..... ہر قیمت پر	محمد اکرم اعوان	16-20
9	بے حیائی' فتوے اسلام کے تقاضے	محمد اکرم اعوان	21-25
10	برف کی ٹکور	جاوید چوہدری	26
11	پل صراط	محمد اکرم اعوان	28-32
12	عبداللہ بن مبارک	حکیم محمد صادق	36
13	روئیداد دل	گلزار آفاقی	37-44
14	شریعت بل پر سپیکر کی وضاحت	ریاض الرحمان ساغر	45
15	نظام سے بغاوت	محمد اکرم اعوان	46-49
16	جہاد ظلم کے خلاف	محمد اکرم اعوان	51-55
17	صدیقیت	محمد اکرم اعوان	55-61
18	کچھ دیر کیلئے	ہارون الرشید	62
19	ایڈیٹر کی ڈاک		64

رابطہ آفس:- کمرہ نمبر8- سیکنڈ فلور' ریکس سٹی ستیانہ روڈ فیصل آباد- فون 732254' فیکس 727002

ناشر- پروفیسر حافظ عبدالرزاق

انتخاب جدید پریس لاہور- 6314365

پتہ- ماہنامہ المرشد' اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور- فون 5180467

امیر المومنین ـــــــ کیوں

تم اگر سفر پر بھی نکلو تو اپنے میں سے ایک امیر چن لو۔ پاکستان میں مذہبی جماعتیں نفاذ اسلام کیلئے عرصہ دراز سے اپنی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ان سب کا بظاہر ٹارگٹ ایک ہونے کے باوجود ان کی جدوجہد کے بے ثمر رہنے کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہر پارٹی کی' ہر گروپ کی اپنی اپنی پالیسی ہے اپنا اپنا طرز عمل ہے اپنے اپنے انداز کی کاوش ہے۔ ایک مطمع نظر ہونے کے باوجود ہر ایک کا میدان عمل مختلف ہے۔ جس کی وجہ سے ان کی طاقت نہ صرف تقسیم ہو کر رہ گئی ہے بلکہ ایک دوسرے کے خلاف استعمال ہو کر بے اثر ہو رہی ہے۔ مثلاً" کچھ مذہبی جماعتیں اس کافرانہ نظام کو جاری رکھنے والی پارٹیوں کے ساتھ خواہ وہ اقتدار میں ہوں یا اقتدار سے باہر اتحاد کر کے نفاذ اسلام کی منزل کو پانا چاہتی ہیں تو کچھ جماعتیں ان کی مخالفت کر کے اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتی ہیں۔ کچھ جماعتیں بیرون ملک کے ظالموں سے جہاد کو جائیز سمجھتی ہیں اور کر بھی رہی ہیں لیکن ان سے بڑے اندرون ملک کے ظالموں سے اس لئے جہاد پر آمادہ نہیں ہیں کہ کہیں فساد یا خانہ جنگی شروع نہ ہو جائے۔ کچھ اللہ کے نیک بندے نہ حکومت کی مخالفت کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی نیک کام کی ترغیب دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح نظام بدل جائے گا۔ کچھ "درویش" یہ سمجھتے ہیں کہ جہاد تو ظلم کے خلاف ہے خواہ کافر کرے یا مسلمان لہٰذا ظلم کو پہلے اپنے گھر سے یعنی پاکستان سے ختم کرنا چاہئے اگر حکومت مخالفت کرے تو اسے شرم آنی چاہئے کہ مسلمان ہوتے ہوئے ظلم روا رکھے ہوئے ہے۔ حکومت کو سوچنا چاہئے کہ انہیں کدھر کھڑا ہونا چاہئے اور وہ کدھر کھڑی ہے۔

ان سب احباب کے طرز فکر میں کتنا بھی بعد ہو اگر دین کے نفاذ کے لئے مخلص ہیں تو مل بیٹھ کر ایک لائحہ عمل طے ہو سکتا ہے۔ جو اقتدار کا خواہاں نہیں ہے انہیں تو ایک دوسرے کو یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہوگی کہ بھئی ہم آپ کے ساتھ ہیں ہماری جان بھی حاضر ہے مال بھی حاضر ہے آپ ہماری قیادت کریں۔ وہ تو نواز شریف سے بھی کہہ دے گا کہ نفاذ شریعت کرو ہم آپ کے بے دام سپاہی ہیں ہمیں نہیں چاہئے اقتدار۔

ہم ان صالحین سے' ان بزرگوں سے یہ توقع رکھتے ہیں اور انہیں تجویز دیتے ہیں کہ وہ مل بیٹھ کر سب سے پہلے ایک امیر المومنین چنیں۔ اس لئے کہ ضائع کرنے کے لئے مزید وقت نہیں ہے۔ اور ایک امیر المومنین کے بغیر سب کوششیں بے کار ہیں۔ سابقہ پچاس سالہ تجربہ سب کے سامنے ہے۔ یہ صرف حزب شیطان ہی ہے جس میں اپنی اپنی من مانی کے لئے' دوسروں کے حقوق غصب کرنے کے لئے' دوسرے انسانوں پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے' اپنے اپنے مخصوص مفادات اور دوسرے قبیح افعال کی انجام دہی کے لئے گروہ بندی اور سیاسی پارٹیاں روا ہیں لیکن حزب اللہ تو ایک ہی گروپ ہوتا ہے اس میں فرقہ بندی اور گروہ بندی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے ارباب بست وکشاد سے دوبارہ گزارش ہے کہ براہ کرم سب سے پہلے اپنا ایک امیر المومنین چن لیں کہ یہ وقت کی آواز ہے یہ دین کا تقاضا ہے اور مذہبی پارٹیوں کے خلوص کا امتحان بھی ہے۔

سرفراز حسین

رمضان المبارک ۔۔۔۔ روزہ

حافظ محمد عتیق الرحمٰن (ٹوبہ ٹیک سنگھ)

روزے کو عربی میں "صوم" کہتے ہیں جس کی جمع صیام ہے۔ صوم کے لغوی معانی ہیں کسی کام یا چیز سے رک جانا۔ دینی اصطلاح میں اس سے مراد صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک عبادت کی نیت کے ساتھ کھانے پینے اور مباشرت سے پرہیز کرنا ہے۔ روزہ کو بعض مفسرین نے صبر بھی قرار دیا ہے جس کے معنی ضبط نفس، ثابت قدمی اور استقلال کے ہیں۔

فرضیت

روزہ کی فرضیت پر مشتمل حکم ہجرت کے دوسرے سال نازل ہوا۔ اس ضمن میں سب سے پہلے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ "یاایھاالذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون" (سورۃ البقرہ 183) اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا۔ تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ اسی سورۃ میں تھوڑا آگے حکم ربانی ہے فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ (سورۃ البقرہ 185:2) پس تم میں سے جس نے یہ مہینہ (رمضان المبارک) پایا تو وہ اس میں روزے رکھے۔ پس روزے ہر عاقل، بالغ اور مقیم مردوزن پر فرض ہیں۔

مقاصد

قرآن حکیم نے روزے کے تین بڑے مقاصد بیان کئے ہیں

(الف)- روزے کی فرضیت کا اولین مقصد نبی اکرم ﷺ کی اتباع ہے۔ نزول قرآن کے وقت جس طرح آپ نے غار حرا میں کھانے پینے سے پرہیز کیا اسی طرح امت مسلمہ کو بھی یہ یادگار منانے کا حکم ہے تاکہ نفسیاتی خواہشات سے دور رہیں۔

(ب)- روزہ صرف نبی علیہ السلام کی پیروی اور اتباع کا مظہر ہی نہیں بلکہ مسلمانوں پر اس عظیم الشان احسان کے بدلے میں شکریے کے طور پر فرض ہے۔ (ولعلکم تشکرون) جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب نازل کرکے کیا ہے۔

(ج)- روزے کا سب سے بڑا مقصد تقویٰ اور دل کی پرہیز گاری ہے۔ روزے کا اصل مقصد لعلکم تتقون بخوبی واضح ہے۔ روزہ حیوانی جذبات کی شدت کو کم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے اور دل میں خوف خدا پیدا کرتا ہے۔

رخصتیں

1- اگر کوئی شخص بیمار ہو اور اس میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو، یا روزہ رکھنے سے اس کے مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو اسے رخصت ہے تو اسے چاہئے کہ رمضان کے بعد مناسب وقت پر قضا کرے۔

2- سفر میں روزہ رکھنے کی رخصت ہے بشرطیکہ سفر کم از کم تین منزل یعنی 48 میل کی مسافت کا ہو اور منزل پر پندرہ دن سے زیادہ قیام کا ارادہ نہ ہو۔ سفر میں جتنے روزے رہ جائیں گے بعد میں ان کی قضا کرے۔

3- عمر رسیدہ اور کمزور آدمی چاہے تو روزہ نہ رکھے۔ اس کی جگہ فدیہ ادا کرے۔ فدیہ یہ ہے کہ ہر روزہ کے بدلے میں ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلائے یا کھانے کے برابر جنس دے دے۔

4- بچے کو دودھ پلانے والی ماں کو رخصت ہے کہ رمضان کے روزے نہ رکھے تاکہ بچے کیلئے دودھ میں کمی واقع نہ ہو۔ رمضان کے بعد ان روزوں کو قضا کرے۔

فوائد

1- روزہ دار متعدد گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اسی لئے آنحضور ﷺ نے فرمایا۔ الصوم جنتہ روزہ ڈھال ہے۔ (مسلم)۔ یعنی روزہ انسان کو غیبت، چغلی، جھوٹ، حرام خوری اور بدکاری سے بچاتا ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا! کتنے ہی روزے دار ہیں جنہیں روزے سے پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا' (دارمی شریف) یعنی وہ جھوٹ بول کر یا گناہ کرکے اپنی ڈھال میں شگاف نہ کرے۔

2- روزے کی حالت میں انسان مسلسل ضبط نفس کا مظاہرہ کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے نوجوانوں کو فرمایا روزہ شہوت کو توڑنے اور کم کرنے کیلئے بہترین علاج ہے۔ بھوک، پیاس اور مشکلات کا مقابلہ کرنے کیلئے عزم و حوصلہ پیدا کرتا ہے۔

3- آنحضور ﷺ نے رمضان المبارک کو "شعرمزواساۃ" یعنی غم خواری کا مہینہ قرار دیا ہے۔ رسول رحمت ﷺ رمضان میں تیز آندھی سے بھی زیادہ سخاوت کرتے تھے۔ امیر دولت مند اور حکمران بھی روزہ رکھتے ہیں تو انہیں غریبوں کی بھوک وافلاس کا احساس ہوتا ہے۔

4- روزہ رکھنے کے بے شمار طبی فائدے بھی ہیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا! ہر شے کی زکوۃ ہے اور بدن کی زکوۃ روزہ ہے نیز ابو ہریرہؓ سے روایت

ہے کہ آپ نے فرمایا! "روزہ رکھا کرو' تندرست رہو گے"

5- روزہ رکھنے کا بے حساب اجر ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں! الصوم لی وانا اجزی بہ (بخاری) یعنی روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا۔ کہ افطار کے وقت روزہ دار کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ سورۃ زمر آیت دس میں ارشاد ہے صابر روزے دار کو بے حساب اجر ملے گا۔

6- رمضان المبارک مہینے میں قرآن حکیم اتارا گیا ہے اسی مہینے میں ایک رات ہزار مہینے سے افضل ہے۔ اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں اس رات میں ملائکہ جبرائیل امین کی قیادت میں زمین کے گوشے گوشے کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ ساری رات انوارات کی بارش ہوتی ہے۔

فضائل رمضان

1- ابو ہریرہؓ نے حضور اکرم ﷺ سے نقل کیا کہ میری امت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں خاص طور پر دی گئی ہیں۔ جو پہلی امتوں کو نہیں ملی ہیں۔ (1) یہ کہ ان کے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (2) یہ کہ ان کے لئے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں۔ (3) جنت ہر روز ان کے لئے آراستہ کی جاتی ہے پھر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے نیک بندے (دنیا کی) مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آویں۔ (4) اس میں سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں ان برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں۔ (5) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت کی جاتی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یہ شب مغفرت شب قدر ہے۔ فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دے دی جاتی ہے۔

2- حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ خود حق تعالیٰ شانہ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔

3- کعبؓ بن عجرہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ۔ ہم لوگ حاضر ہو گئے۔ جب حضور ﷺ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا آمین' جب دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا! آمین۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت جبرائیل میرے سامنے آئے تھے (جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو) انہوں نے کہا کہ ہلاک ہو جیو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ میں نے کہا آمین۔ پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے میں نے کہا آمین۔ جب میں نے تیسرے درجہ پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا کہ ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پاویں اور اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں میں نے کہا آمین۔

تراویح

رمضان المبارک میں تراویح کی نماز سنت موکدہ ہے اس کا چھوڑ دینا اور نہ پڑھنا گناہ ہے عشاء کی فرض اور سنتوں کے بعد بیس رکعت نماز تراویح پڑھنی چاہئے۔ بیس رکعت تراویح کے بعد وتر پڑھیں (بہشتی زیور ---- مولانا اشرف علی تھانویؒ)

2- حضرۃ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

3- رمضان شریف میں قرآن مجید کا ایک مرتبہ ترتیب وار تراویح میں پڑھنا سنت موکدہ ہے اگر کوئی عذر ہو تو سورۃ فیل الم تر کیف سے اخیر تک دس سورتیں ایک ایک کرکے پڑھ لیں دوبارہ انہی سورتوں کو پڑھ لیں یا جو چاہے سورتیں پڑھ لیں۔ (بہشتی زیور ---- اشرف علی تھانویؒ)

اعتکاف

20 رمضان المبارک کو غروب آفتاب سے ختم رمضان المبارک تک اعتکاف کرنا مسلمانوں پر سنت موکدہ کفایہ ہے۔ یعنی تمام شہر کے مسلمانوں میں سے ایک شخص بھی اگر اعتکاف کرے تو سب بری الذمہ ہو جائیں گے۔ اگرچہ اعتکاف نہ کرنے والے ثواب سے محروم رہیں گے۔ لیکن ترک سنت کا الزام وگناہ کسی پر نہ ہو گا ہاں اگر سارے شہر میں سے کسی نے اعتکاف نہ کیا تو سب گنہ گار ہوں گے (بیہقی) اعتکاف بیٹھنے والے مرد مسجد میں اعتکاف کریں اور اعتکاف کرنے والی عورتیں اپنے گھر کی مسجد یعنی نماز کی مقررہ جگہ میں اعتکاف بیٹھیں۔ اعتکاف کرنے والوں کو 20 رمضان المبارک کو سورج غروب ہوتے وقت بہ نیت اعتکاف مسجد میں موجود ہونا چاہئے اور دوران اعتکاف بلا ضرورت شرعی مسجد سے ہرگز نہیں نکلنا چاہئے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا "جس نے رمضان میں دس دنوں کا اعتکاف کیا تو ایسا ہے جیسے دو حج اور دو عمرے کئے۔"

لیلۃ القدر

1- حضرۃ انسؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقتاً محروم ہی ہے۔

2- حضرۃ عائشہؓ نبی کریم ﷺ سے نقل فرماتی ہیں کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو"۔ طاق راتوں میں 21'23'25'27'29

میں سے کوئی ایک رات شب قدر ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے۔

3- حضرۃ عائشہؓ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر میں شب قدر کو پالوں تو کیا دعا مانگوں حضور ﷺ نے دعا بتلائی۔ اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی۔ ترجمہ! اے اللہ تو بیشک معاف کرنیوالا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو' پس مجھے معاف فرما دے۔

صدقہ فطر

ہر صاحب نصاب مسلمان پر اپنی اور نابالغ اولاد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ جس کی مقدار از روئے تحقیق واحتیاط فی کس دو سیر تین چھٹانک نصف تولہ یعنی تقریباً" سوا دو سیر گندم یا چار سیر چھ چھٹانک ایک تولہ یعنی تقریباً" ساڑھے چار سیر کھجور یا جو ہیں۔ گندم اور جو دینے کی بجائے ان کا آٹا دینا افضل ہے اور اس سے افضل یہ ہے کہ اتنی مقدار کی قیمت دی جائے۔ خواہ گیہوں کی قیمت دے یا جو کی یا کھجور کی۔ جن فقراء مساکین کو زکوۃ دے سکتے ہیں انہیں فطرانہ بھی دے سکتے ہیں اور جنہیں زکوۃ نہیں دے سکتے' انہیں فطرانہ بھی نہیں دیا جا سکتا۔ غیر مسلم اس کے مستحق نہیں ہیں۔ صدقہ فطر رسول ﷺ نے اس لئے مقرر فرمایا کہ دوران رمضان شریف لغو اور بیہودہ کلام سے روزہ کی طہارت اور مسکینوں کی روزی کا ذریعہ ہو جائے۔ نیز فرمایا "بندے کا روزہ آسمان اور زمین کے درمیان لٹکا رہتا ہے جب تک کہ صدقہ فطر ادا نہ کرے (بخاری' مسلم) صدقہ فطر عید کی نماز ادا کرنے سے پہلے دینا لازمی ہے عید کے روز نماز عید سے پہلے پیدا ہونے والے بچے کا صدقہ فطر بھی ادا کرنا لازمی ہے۔

عید الفطر

عید کے دن حجامت بنوانا' ناخن ترشوانا' غسل کرنا' مسواک کرنا' اچھا کپڑا پہننا نیا ہو یا دھلا ہوا' خوشبو لگانا' عید گاہ میں نماز پڑھنا' نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا' عید گاہ کو پیدل جانا' دوسرے راستہ سے واپس آنا' نماز کو جانے سے پہلے چند کھجوریں کھا لینا (تین' پانچ یا سات یا کم و بیش) کھجوریں نہ ہوں تو کوئی میٹھی چیز کھانا مستحب ہے۔ اسی طرح خوشی ظاہر کرنا' کثرت سے صدقہ دینا' عید گاہ کو اطمینان و وقار اور نیچی نگاہ سے جانا اور آپس میں مبارک باد دینا بھی مستحب ہے۔ عید گاہ کو جاتے ہوئے بلند آواز کی بجائے آہستہ تکبیر پڑھنا چاہئے کہ نبی کریم ﷺ کا یہی معمول مبارک تھا۔ (ابو داود۔ بخاری۔ مدارج ان بوۃ) تکبیر یہ ہے

اللہ اکبر' اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ' واللہ اکبر۔ اللہ اکبر' وللہ الحمد

نماز عید سے قبل نفل نماز (اشراق' تحیتہ الوضو وغیرہ) پڑھنا مکروہ ہے۔ خواہ عید گاہ میں ہو یا گھر میں۔ یہاں تک کہ عورت اگر چاشت کی نماز گھر میں پڑھنا چاہے تو نماز عید کے بعد پڑھے۔ نماز عید کے بعد عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے گھر میں پڑھ سکتے ہیں۔ مستحب ہے کہ چار رکعتیں (دو دو رکعت کی صورت میں) پڑھی جائیں۔ سلام پھیرنے کے بعد حمد و ثنا اور درود شریف پڑھ کر دعا مانگیں (مدارج ان بوۃ)

ترکیب نماز عید الفطر

نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز عید الفطر واجب کی' معہ زائد چھ تکبیروں کے واسطے اللہ تعالیٰ کے' منہ طرف کعبہ شریف کے (مقتدی یہ بھی کہے کہ پیچھے امام صاحب کے) امام صاحب اللہ اکبر کہیں تو مقتدی بھی اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں۔ پھر سبحانک اللھم پورا پڑھیں جب امام صاحب ثناء کے بعد تکبیر کہیں تو مقتدی بھی کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھا کر ان کے ساتھ تکبیر کہیں یوں ہی دوسری و تیسری' مگر دو پہلی تکبیروں کے بعد ہاتھ نہ باندھیں ہر دو تکبیروں کے درمیان تین تسبیح کی مقدار میں خاموشی اختیار کریں۔ پھر امام صاحب قرات شروع کریں۔ مقتدی غور سے سنیں۔ بعد میں حسب معمول رکوع' سجود کریں دوسری رکعت میں قرأت ختم ہونے پر تین تکبیریں اسی طرح مگر یہاں سے تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھیں بلکہ چوتھی تکبیر کہتے ہوئے رکوع کریں اور باقی نماز حسب دستور ادا کریں۔

چھ روزے

حضور رسول مقبول ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ جس نے رمضان کے روزے رکھ کر عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھ لئے تو اس نے پورے سال کا روزہ رکھا (بخاری مسلم)

سرکار دو عالم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس نے شوال میں چھ روزے رکھے تو گناہ سے ایسا نکل آیا جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو (بخاری۔ مسلم) چھ روزے پورے شوال میں رکھے جا سکتے ہیں۔ متفرق رکھنا یا لگاتار رکھنا۔ رمضان شریف کے جتنے روزے رہ گئے ہوں ان کی قضا ادا کرنے یا کفارہ کی صورت میں کفارہ ادا کرنے کے بعد ہی شوال کے چھ نفلی روزے رکھے جا سکتے ہیں۔ (مدارج اوبوت)

رمضان المبارک میں بیماری' سفر اور ایام حیض و نفاس یا مجبوریوں کے باعث جو روزے نہ رکھے جا سکیں رمضان کے بعد ان کی قضا فرض ہے۔ خواتین وحضرات یہ اہم فرض و قرض جلد از جلد ادا کرنے کی کوشش کریں۔ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔

دعا

اللہ مسلمانوں کی تمام دعائیں قبول فرمائے۔ پاکستان میں نفاذ اسلام کے لئے ہر ممکن کوشش و سعی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ روئے زمین پر ظلم و ستم کی جگہ عدل و انصاف کیلئے تن' من' دھن کی قربانی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خطاب جلسہ عام قاسم باغ ملتان

مسلمان بھی ہو اور کافروں کی نمائندگی بھی کرے یہ بھلا کیسے ممکن ہے۔ لیکن پاکستان میں پچاس سال سے یہی ہو رہا ہے۔ ایک مسیحا نے نصف صدی پر محیط ظلم کے اس تسلسل کو تہ تیغ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ہر شہر میں والہانہ موت پر بیعت ہو رہی ہے جو ہر لمحہ کفر کے ایوانوں میں ہلچل پیدا کر رہی ہے۔ منافق قوتیں تنظیم الاخوان کی قوت کو تول رہی ہیں۔ ان کی طاقت کو بڑھنے سے روک رہی ہیں پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلی بار ہوا ہے کہ کسی تنظیم کو جلسہ کرنے کی اجازت دینے سے عوض پانچ لاکھ کا ایڈمنسٹی بانڈ لیا گیا ہو۔ اسلام سے خائف یہ قوتیں اسلام آباد جلسہ کے عوض یہ حربہ بھی اختیار کر چکی ہیں۔ کبھی اپنی قوت میں اضافہ کے لئے وہ کلنٹن پلے سرگوں ہوتی ہیں کبھی ڈوبتی کشتی کو سہارا دینے کے لئے مالیاتی اداروں کی دہلیزوں پر جبہ سائی کرتی ہیں۔ کبھی عوام کو قرضوں کا لالچ دیتی ہیں۔ دوسری طرف تنظیم الاخوان کا ہر جلسہ ان کی منافقتوں کا پردہ چاک کر رہا ہے۔ لوگ اس ظالمانہ نظام سے متنفر ہو کر اس کے خلاف اٹھ رہے ہیں امیر تنظیم محمد اکرم اعوان نفاذ اسلام سے کم کسی بات پر آمادہ ہونے کے لئے تیار نہیں..... جھگڑا کیا ہے؟ مسلمانوں کا ایک گروہ کافرانہ نظام کا حامی ہے دوسرا نفاذ اسلام ہے۔ ایک کہتا ہے اقرار کرنا پڑا ہے۔ دوسرا کہتا ہے انکار کرنا پڑا ہے..... بڑھ گئی بات' بات کچھ بھی نہ تھی۔

رپورٹ۔ محمد اسلم

گزشتہ دنوں ملتان میں تنظیم الاخوان پاکستان کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام قاسم باغ میں منعقد ہوا جس سے امیر تنظیم الاخوان حضرت محمد اکرم اعوان کے علاوہ الاخوان کے مرکزی راہنماؤں غیاث الدین جانباز' مفتی محمود الحسن تحسین' میجر مقبول شاہ اور محترمہ آسیہ مقبول نے بھی خطاب کیا۔ حضرت محمد اکرم اعوان نے اپنے خطاب سے پہلے سٹیج سیکرٹری کو تعارف میں اختصار اختیار کرنے کی ہدایت کی کیونکہ نماز مغرب کا وقت قریب آرہا تھا جب حضرت خطاب کے لئے مائیک پر تشریف لائے تو پنڈال پرجوش نعروں اور تالیوں سے گونج اٹھا۔ تاہم جونہی حضرت کا خطاب شروع ہوا پنڈال میں سناٹا چھا گیا اور دیر تک امیرالاخوان کی بلند آہنگ اور دبنگ آواز پنڈال میں گونجتی رہی۔

امیر اکرم اعوان نے فرمایا کہ ملتان اولیاء کرام کا شہر ہے اور حضرت بہاء الدین زکریا کا مزار ملتان شہر اور آج کا اجتماع گواہ رہے کہ میں سٹیج پر مروجہ سیاسی ہیر پھیر اور فریب کاری کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بات کرونگا لوگ کہتے ہیں کہ ملک میں مسلمان حکمران ہیں پھر ہم کس کے خلاف جہاد کی بات کرتے ہیں کس سے جہاد کریں گے کیونکہ مسلمانوں سے جہاد نہیں کیا جاسکتا میں واضح

> "تیرے رب کی قسم یہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک اپنے معاملات میں وہ نظام نہیں اپناتے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے"

کردوں کہ میں ہر اس آدمی کو مسلمان سمجھتا ہوں جو کلمہ پڑھتا ہے لیکن میرے ماننے یا نہ ماننے سے ضروری نہیں کہ جسے میں مسلمان سمجھتا ہوں وہ واقعی مسلمان ہو قرآن حکیم کا کہنا ہے کہ "تیرے رب کی قسم یہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک اپنے معاملات میں وہ نظام نہیں اپناتے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے" آگے چل کر قرآن کہتا ہے کہ "صرف اپناؤ نہیں بلکہ ایسے، مانو جیسا ماننے کا حق ہے" لہٰذا جب تنظیم الاخوان اسلام کی بات کرتی ہے تو اس کے دو شعبے ہوتے ہیں اول اللہ اور بندے کا آپس میں تعلق یعنی انسان کا عقیدہ اور ایمان وغیرہ یہاں پر کوئی کسی سے بزور شمشیر کلمہ پڑھانے کی کوشش نہیں کر سکتا اس کی مرضی ہے کہ اللہ کو مانے نہ مانے دوم بندے کا بندے سے تعلق ہے جس میں معاملات معاشرت' معیشت' سیاست' عدالت' صلح' جنگ وغیرہ شامل ہیں اس سلسلے میں اسلام بتاتا ہے کہ ایک انسان کو دوسرے انسان کے ساتھ کیسے تعلق رکھنا ہوگا یعنی کوئی کسی سے ظلم نہیں کرے گا ہر کسی کو انصاف ملے گا مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کی جائیگی اور آجر اجیر کے ساتھ انصاف کرے گا۔ بندے کا بندے کا ساتھ تعلق منوانے کے لئے حضور نبی کریم صلعم نے دو زرہیں پہن کر جنگیں کیں آپ ﷺ اور صحابہ کرام نے دنیا کے تین چوتھائی حصے میں اسلام نافذ کر کے دکھایا۔ خلافت کے خاتمے کے بعد کفر کا جو غلبہ ہوا ہے اس کے خاتمے اور پاکستان میں کافرانہ نظام کو اکھاڑ کر اسلام نافذ کرنے کے لئے ہمیں، چار کام کرنا ہونگے پہلے ہمیں اپنا معاشی نظام بدلنا ہوگا اور معاش کو اس عدل کے تحت تقسیم کرنا ہوگا جو اسلام نے بتایا ہے سود کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا۔ سرکاری خزانے کو بیت المال قرار دینا ہوگا جس پر پاکستان کے ہر شہری خواہ مسلمان ہو یا کافر کا بلا تخصیص حق ہوگا۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ بیت المال چلے گا کیسے؟ کیا امریکی امداد سے چلے گا؟ نہیں جناب بلکہ وہ جاگیریں، جو انگریز نے اپنے وفاداروں کو بخشی ہیں انہیں فروخت کر کے بیت المال کو بھرا جائیگا جو دولت حکمرانوں اور کرپٹ بیورو کریسی نے لوٹ مار کر کے باہر جمع کرائی ہے اسے واپس لا کر بیت المال میں جمع کیا جائے گا اور لوگوں پر عائد 70 فیصد ٹیکس ختم کئے جائیں گے۔ اگر سلطان پیٹ بھر کر سوتا ہے تو کوئی گدا گر بھی بھوکا نہیں سوئے گا ملک میں عدل کا وہ نظام لایا جائیگا جو اسلام نے

اسلامی نظام میں سب کے لئے یکساں نصاب ہوگا جس میں بنیادی تعلیم اسلام کی ہوگی جسے حاصل کرنے کے بعد کوئی چاہے انجینئر بنے یا ڈاکٹر لیکن ہر بچہ مسلمان بن کر نکلے گا

بتایا ہے جس میں کسی کی سفارش نہیں چلے گی' بلا تاخیر انصاف ملے گا پرچہ مقدمہ درج کرانے کے لئے سفارش کی ضرورت نہیں ہوگی۔ تعلیمی میدان میں سرکاری وسائل سے ہر پاکستانی بچے کو تعلیم دی جائیگی اور ملک بھر میں ایک ہی تعلیمی نصاب ہوگا جس کے تحت وزیراعظم اور مزدور کا بچہ ایک ہی بنچ پر بیٹھ کر پڑھیں گے اس وقت ملک میں پانچ اقسام کے نظام تعلیم ہیں سرکاری' پرائیویٹ' مشنری' مدارس اور این جی اوز رائج ہیں لیکن اسلامی نظام میں سب کے لئے یکساں نصاب ہوگا جس میں بنیادی تعلیم اسلام کی ہوگی جسے حاصل کرنے کے بعد کوئی چاہے انجینئر بنے یا ڈاکٹر لیکن ہر بچہ مسلمان بن کر نکلے گا۔ سیاسی نظام کے سلسلے میں ہم فرنگی اور یہودی سیاست پر لعنت بھیجتے ہیں اور اپنے اسلاف کی سیاست کو دوبارہ رائج کرنا چاہتے ہیں جو یہودیوں اور فرنگیوں نے 20 ویں صدی میں ہماری عثمانی خلافت جو سلطان عبدالحمید کو شکست دیکر ختم کر دی تھی اسے دوبارہ رائج کیا جائیگا۔ موجودہ حکومت جو شریعت بل پیش کرکے لوگوں کو الجھا رہی ہے اسے چاہئے کہ فوری طور پر اس بل کو سینٹ سے پاس کروائے اس سلسلے میں ہم اس کا ساتھ دینے کو تیار ہیں لیکن اگر حکومت یہ سمجھتی ہے کہ شریعت پاس کرکے اپنے حاشیہ برداروں کو آگے لائے گی اور اپنی مرضی کے قانون بنوائے گی تو ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے اور جانیں قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ امیر اکرم اعوان نے بلند آواز میں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ایجنسی کے لوگو نواز شریف کو بچاؤ کیونکہ امریکہ اسے گھیر کر سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرانا چاہتا ہے اور جس دن اس نے دستخط کر دیئے اس دن امریکہ کو نواز شریف کی ضرورت نہیں رہے گی وہ اسے فارغ کر دیگا میری ایٹمی سائنس دانوں ڈاکٹر عبدالقدیر اور ڈاکٹر ثمر مبارک سے عرض ہے کہ وہ سی ٹی بی ٹی پر سیاسی بیان نہ دیں یہ ان کی فیلڈ نہیں ہے اگر سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے سے کچھ نہیں ہوتا تو پھر امریکہ اس کے لئے اتنا بے قرار کیوں ہے۔ خدا کی قسم اگر نواز شریف آج اسلام نافذ کر دے تو یہ 14 کروڑ عوام اس کے پیچھے ہونگے اور امریکہ نواز شریف کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ ہم ابھی شریعت بل سے مایوس نہیں ہوئے اور اس کے منظور ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔ بصورت دیگر ہم آج بھی ان سے نبٹنے کے لئے سترہ آنے تیار ہیں اور اگر ہم آج ناامید ہو جائیں تو ابھی اسی قاسم باغ سے ہی ان سے نبٹنے کے لئے چل پڑیں گے۔ امیر اکرم اعوان نے فرمایا کہ میں علماء اکرام کی بڑی قدر کرتا ہوں اور آج جو کچھ بھی ہوں ان کی جوتیوں کی وجہ سے ہوں وہ سمجھتے ہیں کہ میں اسلامی حکومت کے خلاف بات کرتا ہوں تو جناب میں واضح کر دوں کہ یہ اسلامی نہیں مسلمانوں کی حکومت ہے اور ایسے مسلمانوں کی حکومت ہے جو غیر شرعی نظام چلا رہے ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں دین کے ایک رکن زکواۃ کی خلاف ورزی کی گئی اور وہ بھی اس حد تک کہ انہوں نے زکوۃ مرکز کو دینے کی بجائے خود تقسیم کرنے کا اعلان کر دیا جس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان مسلمانوں پر لشکر کشی کی لیکن ہمارے ہاں تو سارا نظام ہی غیر شرعی ہے اگر حضرت ابوبکرؓ ایک رکن اسلام کے لئے جہاد کر سکتے ہیں تو ہمیں بھی جہاد کرنا ہوگا لیکن یہ جہاد ہوگا فساد نہیں ہوگا۔ میں نہ تو بے نظیر کے خلاف ہوں اور نہ ہی نواز شریف کے خلاف بلکہ ظالموں کے خلاف ہوں اور ہماری جنگ ظالموں کے خلاف جنگ ہوگی۔

قاسم باغ کی مسجد گواہ رہنا کہ اللہ کا ایک نیک بندہ اور ولی اللہ کا پیغام لے کر ملتان کے لوگوں کے پاس پہنچا ہے لوگ اس کی بات مانیں یا نہ مانیں وہ اپنا فرض ادا کر رہا ہے

قبل ازیں جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے تنظیم کے مرکزی رہنما بابا غیاث الدین جانباز نے کہا کہ صوفی اس وقت تک سیاست میں نہیں آتے جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو ہم صدارت وزارت نہیں مانگتے اقتدار ہمارے پاؤں کی ٹھوکر ہے ہم صرف دین اسلام کا نفاذ چاہتے ہیں اور نفاذ اسلام کا مقصد صرف نماز روزہ یا شرعی سزائیں نہیں ہے بلکہ لوگوں کو مساوی حقوق دینا اور غربت وجہالت کا خاتمہ ہے۔ ہم نفاذ اسلام کے لئے گولیاں کھانے میدان میں نکلیں گے گولیاں مارنے کے لئے نہیں۔ انہوں نے کہا کہ قاسم باغ کی مسجد گواہ رہنا کہ اللہ کا ایک نیک بندہ اور ولی اللہ کا پیغام لے کر ملتان کے لوگوں کے پاس پہنچا ہے لوگ اس کی بات مانیں یا نہ مانیں وہ اپنا فرض ادا کر رہا ہے انہوں نے کہا کہ لوگو دین کے نفاذ کے لئے میدان میں آؤ اور بیعت کرو کہ اسلام کے نفاذ کے لئے اور دین کی حفاظت کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرو گے۔

مدرسہ قاسم العلوم کے صدر مفتی مسعود الحسن تحسین نے اپنے خطاب میں کہا کہ تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں مسلمانوں کو جتنا نقصان پہنچا ہے وہ کافروں سے نہیں بلکہ منافق لوگوں نے پہنچایا ہے جو صرف نام کے مسلمان تھے مگر کام کافروں والے کرتے تھے اس وقت بھی ہمیں باہر کی قوتوں سے اتنا خطرہ نہیں ہے جتنا نام نہاد مسلمانوں سے ہے گزشتہ دنوں ملکہ برطانیہ دورہ پاکستان پر آئیں تو قومی اسمبلی کے سپیکر الٰہی بخش سومرو نے ان سے فخریہ انداز میں کہا کہ ہمارے آباو اجداد تمہارے آباو اجداد کے غلام تھے۔ لیکن کسی نے جرات کرکے اتنا نہیں کہا کہ سپیکر صاحب تم ہماری اتنی بے عزتی کیوں کر رہے ہو تمہیں کس نے اختیار دیا ہے کہ ساری قوم کو رسوا کرو تمہارے آباو واجداد تو ان کے غلام ہو سکتے ہیں مگر ہمارے نہیں ہمارے اجداد اور قائدین سلطان ایوبی' ٹیپو سلطان' مجدد الف ثانی' شاہ ولی اللہ اور قاسم نانوتوی ہیں۔ الاخوان

باقی صفحہ 12 پر ملاحظہ فرمائیں

معرفت رسول ﷺ

اعمال کا دارومدار یقیناً" نیتوں پر ہے۔ کچھ لوگ بظاہر بڑے نیک کام کرتے ہیں' سماجی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ لوگوں کی مدد بھی کرتے ہیں ان کی نیت صرف یہ ہوتی ہے کہ لوگ مجھے بڑا آدمی کہیں' چوہدری کہیں تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ان لوگوں کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے انہیں دنیا میں ہی چوہدری کہلوا دیا گیا۔ اسی طرح دکھاوے کی نمازیں منہ پر ماری جائیں گی۔ کچھ لوگ دین اور ارشادات نبوی ﷺ پر اپنی عقل وشعور اور دانش کو ترجیح دیتے ہیں' اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں' رسوم ورواج ہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ شادی بیاہ تو ایک طرف لوگ اپنی میتوں کو بھی مسنون طریقے سے دفن نہیں کرتے حتیٰ کہ لوگ درود شریف بھی حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق نہیں پڑھتے۔ اپنی پسند سے پڑھتے ہیں' گا گا کر' شور مچا کر' لاؤڈ سپیکروں پر۔۔۔۔ دامن رسول ﷺ چھوڑ کر معرفت رسول کیسے نصیب ہو سکتی ہے۔ آیئے جائزہ لیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں۔

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان' 26-7-97

فاعوذ باالله من الشيطن الرجيم ○ بسم الله الرحمن انرجيم ○ رجال لاتلهيهم تجارة...... والله سريع الحساب ○

سورۃ نور کی اٹھارہویں پارے کی آیات مبارکہ میں زندگی کے دو رخ ارشاد فرمائے ہیں ایک رخ انسان کی مادی نگاہوں کے سامنے اور اس کی مادی عقل کی گرفت میں ہے۔ اس کے علوم ظاہر یہ کی رسائی میں جیسے دنیا کی نعمتیں' دنیا کی لذتیں' دنیا کا اقتدار وغیرہ۔ دوسرا رخ ہے اللہ کی ذات جو اس کی عقل سے' اس کے ظاہری علم سے اس کی مادی آنکھوں سے بالاتر ہے۔ آخرت اس کی مادی نگاہوں کی پہنچ سے باہر ہے۔ اللہ کی رضا اور اس کی رضا مندی کے نتائج اور نعمتیں یہ بھی اس کی مادی نگاہ سے اوجھل ہیں۔ گناہ' کفر' ظلم' برائی' بدکاری اور اس کی سزا یہ بھی اس کی مادی نگاہ اور رسائی سے اوجھل ہے۔ ان سب باتوں کے بارے میں اسے خبر دیتا ہے اللہ کا رسول ﷺ۔ اب ایک طرف اس کی مادی نگاہ ہے مادی عقل وشعور ہے' مادی علوم ہیں' جسم میں مادی لذت سے راحت پانے کی خواہش ہے۔ مادی لذت کو محسوس کرنے کی استعداد ہے۔ دوسری طرف اس کے پاس محض ایک خبر ہے۔ اگرچہ وہ خبر اللہ کی طرف سے ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی ذات کو زیادہ اہمیت دے یہ بظاہر چھوٹی سی بات ہے اور ہر آدمی کو عجیب لگتی ہے کہ کیا ہم معاذ اللہ

> تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا تانکہ اسے باپ سے بیٹوں سے اور دنیا کے ہر فرد سے میں (رسول ﷺ) زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں یعنی سارے جہان کی بات ایک طرف میرا ارشاد ایک طرف۔ وہ سارے جہان کی رائے ٹھکرا دے اور میری بات کو نہ چھوڑے تب مسلمان ہو گا' تب مومن ہو گا' تب ایماندار ہو گا

ایسے گئے گذرے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو حضور ﷺ سے زیادہ اچھا یا حضور ﷺ سے زیادہ دانا یا حضور ﷺ سے زیادہ عقلمند سمجھتے ہیں۔ یہ کہنے کی بات ہے عملی زندگی میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ آپ روزمرہ تماشہ نہیں دیکھتے؟ شادی بیاہ کو تو چھوڑ دیں لوگ میت بھی مسنون طریقے سے نہیں دفناتے کہ اس طرح تو بدنامی ہوگی' بے عزتی ہوگی۔ اس کا مطلب ہے کہ جو بات نبی علیہ السلام نے بتائی ہے معاذ اللہ وہ بے عزتی کی بات ہے اور جو بات ہم نے سوچی ہے۔ وہ عزت کی اور بڑی احترام کی بات ہے۔ تو جب یہ معیار ہو تو ہم نے کس جگہ رکھا خود کو' اپنی عقل کو اور کونسا مقام دیا رسول اللہ ﷺ کو۔ یہی بات حضور ﷺ نے ارشاد فرمائی لایومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین اوکما قال رسول الله صلی الله علیه وسلم آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا تانکہ اسے باپ سے بیٹوں سے اور دنیا کے ہر فرد سے میں (رسول ﷺ) زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں یعنی سارے جہان کی بات ایک طرف میرا ارشاد ایک طرف۔ وہ سارے جہان کی رائے ٹھکرا دے اور میری بات کو نہ چھوڑے تب مسلمان ہوگا' تب مومن ہوگا' تب ایماندار ہوگا۔ ہوتا یہ ہے کہ ہم الحمدللہ چونکہ مسلمان گھروں میں پیدا ہوئے اور ایک احترام ہمارے دل میں پیدا کیا گیا' والدین سے ورثے میں ملا ہم زبانی زبانی احترام سارا نبی کریم ﷺ کے لئے رکھتے ہیں۔ لیکن عملی زندگی میں سارے حقوق اپنی ذات کے لئے رکھتے ہیں۔ کاروبار اپنی پسند سے کرتے' دوستی دشمنی اپنی پسند سے کرتے ہیں۔ رسومات زندگی وموت اپنی پسند سے کرتے ہیں۔ عبادات اپنی پسند ہو تو کر لیتے ہیں اپنا مزاج نہ ہو تو چھوڑ دیتے ہیں یعنی اس لئے نہیں کرتے کہ حضور ﷺ نے تاکید فرمائی ہے۔ بہت کم خوش نصیب ایسا کرتے ہونگے ورنہ اپنا موڈ ہوا تو نماز بھی ادا کر لی نہ موڈ ہوا تو آج جی نہیں کرتا' آج طبیعت خراب ہے' آج کپڑے پاک نہیں رہے' آج موقعہ نہیں ملا۔ اس کا مطلب ہے کہ اپنی رائے کو اہمیت دی گئی۔ ان دو باتوں کا موازنہ کیا گیا ہے ان آیات

کریمہ میں۔ فرمایا! مرد وہ ہوتے ہیں' رجال وہ ہیں جنہیں تجارت' خرید وفروخت' کاروبار دینا' ذکر الٰہی سے روک نہیں سکتا۔ نہ وہ ذکر کے بہانے اپنی محنت اور مزدوری چھوڑتے ہیں اور نہ محنت اور مزدوری کو ذکر کے چھوڑنے کا سبب بناتے ہیں۔ یہ اہل اللہ کو صاحب حال کیوں کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ حالات پر حاوی ہوتے ہیں اوقات پر حاوی ہوتے ہیں ایک میزانیہ ہوتا ہے ایک ان کے پاس اہمیت کی فہرست ہوتی ہے ایک پرارے ٹی (PRIORITY) لسٹ ہوتی ہے کہ کون سا کام ہے جس کو اولیت ہے' کونسا کام ہے جو اس کے بعد زیادہ ضروری ہے پھر کونسا کام ہے جو اس کے بعد زیادہ ضروری ہے۔ اب رزق حلال حاصل کرنا اور اس کے لئے کسب کرنا فرض عین ہے لیکن ایک فرض دوسرے فرض کی راہ میں روکاوٹ نہیں بنتا۔ ذکر الٰہی زندگی ہے۔ زندہ ہو گا تو کاروبار کریگا مُردوں کا کیا کام کاروبار سے۔ تو ان کا کاروبار' ان کی تجارت' ان کی مزدوری' انہیں ذکر الٰہی سے نہیں روک سکتی۔ اللہ کی عبادات میں روکاوٹ نہیں بنتی کہ ان کی نمازیں روزے چھوٹ جائیں۔ زکوۃ ادا کرنے میں دولت کی محبت روکاوٹ نہیں بنتی۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں دولت کی محبت روکاوٹ نہیں بنتی۔ مزدوری کرتے ہیں۔ کاروبار کرتے ہیں۔ پیسہ کماتے ہیں۔ دوسروں کے ساتھ کاروبار میں بھی شریک ہوتے ہیں اور جب دوسرے غافل ہوتے ہیں تو اللہ کو یاد کر رہے ہوتے ہیں جب دوسرے محروم ہوتے ہیں وہ اللہ کو سجدے کر رہے ہوتے ہیں۔ جب دوسرے سود کھانے میں مصروف ہوتے ہیں وہ زکوۃ ادا کر رہے ہوتے ہیں یہ سارا کچھ وہ کیوں کرتے ہیں انہیں یقین ہو گیا ہے رسول اللہ ﷺ کی خبر پر کہ ایک دن اتنا ہیبت ناک ہو گا کہ آنکھیں پتھرا جائیں گی' دل الٹ جائیں گے' گھبرا جائیں گے تو وہ چاہتے ہیں کہ اس دن اللہ انہیں بہتر بدلہ دے' عزت دے' وقار دے' ان پر رحم فرمائے' ان پر کرم فرمائے اور اپنی مہربانی سے ان کی خطاؤں سے درگزر فرما کر جو کچھ وہ کر چکے ہیں اس سے کئی گنا زیادہ انہیں عطا کرے۔ تو فرمایا اس میں ایک بات تو بن جاتی ہے کہ جب وہ ذکر بھی کرتے ہیں۔ نمازیں بھی ادا کرتے ہیں۔ زکواۃ بھی دیتے ہیں تو وہ ذکر کا وقت بھی تجارت سے نکل گیا۔ نمازوں کا وقت بھی مزدوری سے نکل گیا پھر جو کمایا اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ بھی

جو لوگ رشوت لیکر جمع کرتے ہیں اگر وہ رشوت نہ لیتے تو مزدوری سے بھی جمع کر لیتے۔ وہ پیسہ ان کے مقدر میں تھا

کر دیا تو ان کے پاس تو کم پڑ جاتا ہو گا کیونکہ نماز' روزہ اور ذکر فکر کے بعد ان کے پاس روزی کمانے کے لئے وقت ہی کم بچتا ہے۔ فرمایا نہیں! ایسی بات نہیں' دولت چھینی نہیں جا سکتی۔ واللہ یرزق من الشیاء بغیر حساب وہ جب چاہتا ہے جس کو چاہتا ہے بے حساب دے دیتا ہے۔ رزق کی تقسیم اس کے اپنے دست قدرت میں ہے۔ جو لوگ رشوت لیکر جمع کرتے ہیں اگر وہ رشوت نہ لیتے تو مزدوری سے بھی جمع کر لیتے۔ وہ پیسہ ان کے مقدر میں تھا۔ انہوں نے راستہ وہ اپنایا جس میں اس کا حصول جرم بن گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک سفر میں تھے۔ خچر پر سوار تھے آپ۔ نماز کا وقت ہو گیا بلکہ جب شہر میں داخل ہوئے تو نماز پڑھی جا چکی تھی اور کوئی آخری آدمی مسجد سے نکل رہا تھا آپ نے خچر اسے تھما دیا کہ میں دوگانہ ادا کر لوں تم یہ میرے آنے تک میرا خچر روک رکھو آپ جب فارغ ہوئے تو آپ نے جیب میں سے دو درہم نکالے کہ اس کا میں نے وقت لیا ہے وہ تب سے خچر تھامے کھڑا ہے اور جانتا نہیں تھا کہ آپ کون ہیں جب باہر آئے تو خچر کھڑا تھا اور اس کا لگام نہیں تھا۔ وہ آدمی لگام اتار کر رفو چکر ہو گیا۔ تو آپ وہ خچر کی رسی پکڑ کر بازار میں داخل ہوئے تو ایک دوکان پر وہی لگام لٹک رہا تھا۔ انہوں نے دوکاندار سے پوچھا کہاں سے لیا ہے۔ اس نے کہا یہ ابھی ابھی ایک آدمی بیچ گیا ہے۔ کتنے کا؟ ڈیڑھ درہم کا۔ فرمایا دو درہم میں دو گے اس نے کہا لے لیجئے۔ انہوں نے دو درہم اسے دے دیئے اور لے لیا اسے بتایا کہ یہ دو درہم میں اس کیلئے ہاتھ میں لیکر آیا تھا۔ صبر کرتا اسے دو ملتے حلال کے ملتے' اس نے تیزی دکھائی اسے ڈیڑھ ملا اور حرام کا ملا اور میں نے تو دو درہم اسے دینے ہی کے لئے نکالے تھے۔ میرا تو نقصان نہ ہوا۔ یعنی آدمی جب اپنی رائے سے فیصلے کرتا ہے تو رزق کم بچاتا ہے اور آپ یہ بات مت بھولئے کہ اربوں روپے لوٹ کر لوگ مرگئے اور انہیں کھانا نصیب نہ ہوا اور ان کی اولاد بھی

تو رزق تو اس کا ہے جو اسے استعمال کرے گا' جو کھائے گا۔ تو بہت سے لوگ تو ایسے ہیں جنہوں نے پرائے رزق کے لئے' اپنی عمریں ضائع کر لیں اور دوسروں کے لئے اسے رکھ کر بیٹھے ہیں

محروم رہ گئی۔ یہ کتنے آپ کے سیاستدان ہیں جو یہاں سے لوٹ کر سوئیزرلینڈ کے بینکوں میں رکھتے ہیں' امریکہ کے بنکوں میں رکھتے ہیں اور مرجاتے ہیں اور جو ان کے وارثوں کو بھی نہیں دیتے کیا فائدہ اس مال کو جمع کرنے کا۔ ایک آدمی کے پاس اربوں روپے ہیں اور وہ صبح شام جو کی روٹی کھاتا ہے دودھ پیتا ہے بیمار ہو جاتا ہے' چینی کھاتا ہے بیمار ہو جاتا ہے' گھی کھاتا ہے بیمار ہو جاتا ہے' گندم کھاتا ہے بیمار ہو جاتا ہے' مرنے کا خطرہ ہے صبح وشام مٹھی بھر جو کھاتا ہے یا مٹھی بھر چنے ابال کر کھالیتا ہے تو کیا وہ جمع شدہ رزق اس کا ہے۔ تو رزق تو اس کا ہے جو اسے استعمال کرے گا' جو کھائے گا۔ تو بہت سے لوگ تو ایسے ہیں جنہوں نے پرائے رزق کے لئے' اپنی عمریں ضائع کر لیں اور دوسروں کے لئے اسے رکھ کر بیٹھے ہیں پتہ نہیں کون کھائے گا چور کھائیں گے' ڈاکو کھائیں گے' اس کے وارث کھائیں گے' دوسرا کوئی کھائے گا' پتہ نہیں کس کا ہے لیکن اس کا ہے جو اسے استعمال کرے گا جسے استعمال کی توفیق ہی نہیں اس کا رزق کیسے ہو گیا۔ تو فرمایا حصول رزق کیلئے چھوڑ دینا اطاعت الٰہی کو یا اہمیت

نہ دینا ارشادات نبوی کو یہ بہت بڑا دھوکا ہے لیکن اہمیت کیسے دی جائے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو۔ اہل طائف نے جب پتھر مارے' غیرت الٰہی جوش میں آئی۔ ملک الجبال' وہ فرشتہ جو پہاڑوں پر مقرر ہے' متعین ہے' اللہ کریم نے اسے آپ کی خدمت میں بھیج دیا اور اس نے اجازت چاہی طائف چونکہ

یہ مجھے جانتے نہیں۔ یہ تو مکے کے ایک قریشی کو' عبداللہ کے بیٹے کو مار رہے ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پتھر نہیں مارے اگر یہ مجھے جانتے ہوتے تو میرے قدموں پہ جان نچھاور کرتے

بڑے بڑے پہاڑوں میں گرا ہوا ہے۔ اس نے عرض کی یا رسول ﷺ انہوں نے پتھر مارے ہیں اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ سے اجازت لے لوں اور یہ طائف کے پہاڑ اٹھا کر اس آبادی پر الٹ دوں۔ آپ ﷺ نے اسے جواب دینے کی بجائے اللہ سے دعا کی۔ ان کے لئے معافی طلب فرمائی اور جو عذر پیش فرمایا وہ یہ تھا کہ اے اللہ کریم! انہوں نے مجھے اس لئے پتھر مارے ہیں فانھم لا یعلمون یہ مجھے جانتے نہیں۔ یہ تو مکے کے ایک قریشی کو' عبداللہ کے بیٹے کو مار رہے ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پتھر نہیں مارے اگر یہ مجھے جانتے ہوتے تو میرے قدموں پہ جان نچھاور کرتے یہ بیچارے مجھے جانتے نہیں۔ ارشادات نبوی کو اہمیت تب دے سکے گا بندہ جب اسے معرفت رسول اللہ ﷺ نصیب ہوگی۔ جب حضور ﷺ کو جانے گا ورنہ آپ دیکھتے نہیں سب سے اعلیٰ دعا ہے درود شریف وہ دعا جس کے رد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' مانگنے سے پہلے جس کی منظوری ہے۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ اکثریت درود بھی حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق نہیں پڑھتی اپنی پسند سے پڑھتی ہے۔ جس طرح ان کا جی چاہتا ہے اس طرح پڑھیں گے' گاگا کر پڑھیں گے' شور مچا کر پڑھیں گے' ڈھول تماشے پر پڑھیں گے' لاؤڈ سپیکروں پر پڑھیں گے لیکن جس طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس طرح نہیں پڑھیں گے۔ کیوں؟ اپنی پسند کی بات ہے بھائی رسول اللہ ﷺ کی پسند کی بات نہیں ہے۔ تو جب عبادات میں جب درود شریف میں حضور ﷺ کی پسند نہیں' ہماری اپنی پسند ہے' باقی امور دنیا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پسند کہاں ہوگی۔ یہ نری بات ہے جو ہم نے بنا رکھی ہے کہ ہم احترام کرتے ہیں جو کچھ ہم کرتے ہیں اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہم احترام کرتے ہیں۔ کیوں کہ ہمیں عظمت رسالت کا ادراک نہیں ہے ہم ہی میں' اسی ملک میں' اسی قوم میں اور مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ نبی کا کام اللہ کی کتاب پہنچا دینا ہے جس طرح ڈاکیا چٹھی دیکر فارغ ہو جاتا ہے اسی طرح نبی کتاب دیکر فارغ ہو گئے ہم جانیں اللہ کی کتاب جانے۔ ایسے لوگ اسی وطن عزیز میں موجود ہیں۔ کیوں کہتے ہیں ایسا؟ اس لئے کہ اللہ کی کتاب کی من مانی تعبیریں کرتے ہیں جسے خود پسند کریں اسے قرآن کے حوالے سے حلال کر لیں جسے خود پسند نہ کریں اس کے لئے قرآن سے رخصت تلاش کر لیں تو یہ ساری باتیں انسان کو کہاں لے جاتی ہیں۔ فرمایا! جو ناشکری کرتے ہیں یا کفر کرتے ہیں اپنی طرف سے تو بڑا تیر مارتے ہیں اور اپنے زعم سے بڑے بڑے کام بھی کرتے ہیں لیکن ان کے اعمال جو وہ کرتے ہیں کچھ بھلے اعمال بھی اگر کر گزریں جیسے کسی نے کوئی کسی کو صدقہ دے دیا خیرات دے دی یا کوئی تالاب بنوا دیا یا ہمارے سیاستدان ہسپتال بنوا دیتے ہیں' سڑکیں بنوا دیتے ہیں اور بڑے خوش ہوتے ہیں کہ اب آخرت کا کام ہو گیا فرمایا جو لوگ اپنی دانش' اپنی عقل اپنے شعور کو ارشادات نبوی پر ترجیح دیتے ہیں اور نبی ﷺ کے ارشادات کو' دین کو چھوڑ کر اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں اگر وہ کوئی عمل کرتے بھی ہیں تو ان کے اعمال کسراب ریت کے سراب کی مانند ہیں جیسے دور سے پیاسے کو نظر آتا ہے کہ دریا ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ جب وہاں پہنچتا ہے تو ریت چمک رہی ہوتی ہے کسراب بقیعۃ جیسے کسی ریتلے میدانوں میں شراب نظر آئے یحسبہ الظمان ماءً پیاسا سمجھتا ہے کہ دریا ٹھاٹھیں مار رہا ہے حتی اذا جاءہ لم یجدہ شیئا جب وہاں پہنچتا ہے تو سوائے گرم ریت کے کچھ نہیں ہوتا یہ خوش فہمیاں' فرمایا جب میدان حشر میں پہنچے تو دور ہو جائیں گی کہ ان اعمال کی کوئی حیثیت نہیں ہے جو تم نے اپنی پسند سے کئے ہیں حیثیت انہی کی ہے جو محمد رسول ﷺ کے حکم سے کئے ووجد اللہ عندہ فوفہ حسابہ اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ صرف اعمال سے ہی محرومی نہیں۔ وہاں عدالت الٰہی لگی ہوئی پائے گا اور ایک ایک عمل کی جزا ملے گی واللہ سریع الحساب اللہ کو حساب کرنے میں کوئی دیر نہیں لگتی۔ تو یہ ساری محنت و مجاہدہ اوقات کا صرف کرنا۔ اذکار مراقبات اس لئے ہیں کہ ہمیں معرفت الٰہی نصیب ہو' عظمت الٰہی دل میں بیٹھ جائے اس کا دروازہ ہے' معرفت رسول اللہ ﷺ۔ اللہ کی ذات سے' اللہ کی صفات سے' اللہ کی کتاب سے خبر دی ہے رسول اللہ ﷺ نے۔ جب حضور ﷺ کی عظمت ذہن میں آئے گی' قلب میں آئے گی' دل مانے گا۔ واقفیت کا اتنا فرق ہوتا ہے۔ میرا ایک مزارع تھا یہاں میں اس کے پاس بیٹھا تو یہاں ہمارے پاس ایک مجذوب ہوتے تھے میاں فضل کہتے ہیں کہ انہیں کوئی ہوش نہیں ہوتا تھا نہ لباس ہوتا تھا نہ کوئی پیشاب پاخانے کی تمیز تھی نہ کھانے پینے کی' داڑھی مونچھیں بے تحاشہ بڑھی ہوئی' ناخن اتنے اتنے بڑھے ہوئے جانوروں کی طرح۔ جہاں جی آیا پیشاب کر دیا۔ جو کسی نے منہ میں دے دیا کھا لیا۔ تو بالکل ہی حواس سے بیگانہ تھا وہ اسے اپنا پیر مانتا تھا۔ میں زمینوں پہ بیٹھا تھا وہ میرے پاس بیٹھا باتیں کرتا رہا دو چار بندے اور بھی بیٹھے تھے تو صحابہ کبائرؓ کے بارے میں بات ہوئی تو بڑے عام انداز میں اس نے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا تذکرہ کیا۔ پنجابی میں وہ کہہ رہا تھا "ابوبکر آکھیا" یہ لہجہ تھا

اس کا دوسرے لمحے جب اپنے پیر کی بات ہوئی تو وہ پاگل یا وہ جو لت پت پاخانے میں بیٹھا ہوتا تھا شخص اس کے لئے وہ کہنے لگا کہ میں جب گیا تو میاں فضل صاحب نے اپنی پاک زبان سے فرمایا۔ ابوبکر صدیق کی بات ہوئی تو کہنے لگا ابوبکر آکھیا اور ایک پاگل کی بات ہوئی تو بڑے ادب سے اس لئے کہ اس پاگل کی عظمت اس کے دل میں تھی اور ابوبکر صدیقؓ کو وہ جانتا نہیں تھا اگر جانتا ہوتا تو ایسے اربوں پاگل ان کی جوتی کی خاک پر قربان کرتا لیکن جسے جانتا تھا اس کے لئے اس کے پاس احترام تھا جسے نہیں جانتا وہ بیشک ابوبکر صدیقؓ ہو اس کے لئے تو ایک عام آدمی تھا۔ یہ فرق ہوتا ہے جاننے اور نہ جاننے میں۔ تو ان سارے امور کا دروازہ' راستہ اور کنجی سے معرفت رسول اللہ ﷺ۔

بعض لوگ بدنصیب ہوتے ہیں وہ اس دواء سے مرجاتے ہیں جو Drug Life Saving ہوتی ہے زندگی بچانے کی آخری دواء ہوتی ہے۔ انہیں وہ ری ایکشن کر جاتی ہے اور مرجاتے ہیں کسی کو اگر Life Saving Drug ری ایکشن کر جائے تو پھر اس کا کیا علاج ہے وہ تو آخری دواء ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کو اللہ اللہ ری ایکشن کر جاتا ہے اور وہ بجائے اللہ کی معرفت اور اللہ کی عظمت کے قائل ہونے کے خود کو بڑا سمجھنا شروع کر دیتے ہیں یہ بد نصیبی کی انتہا ہوتی ہے۔ پھر وہ اپنی ذات کے اور اپنی رائے کے اسیر ہو جاتے ہیں اور خود کو اہم سمجھنے لگ جاتے ہیں پیر بنا لیتے ہیں' چاہتے ہیں کہ مخلوق کا محور بنا رہوں۔ جو میں چاہوں سب وہی کریں اور یہ بدبختی کی انتہا ہوتی ہے کہ کسی کو یہ Life Saving Drug زندگی بچانے کی جو دواء ہے یہ بھی کسی کو ری ایکشن کر جائے تو پھر اس کا کوئی علاج نہیں۔ اس کے لئے پھر کوئی دواء نہیں اور اس سارے کا حاصل یہ نہیں ہے کہ آپ کے مراقبات کہاں تک پہنچے' فناہ بقاہوئی' سالک المجذوبی ہوئی یا عرشی منازل ہوئے۔ اس سارے کا ماحصل معرفت پیغمبر ہے ﷺ۔ منازل کا کوئی اعتبار نہیں کہ ایک لمحے میں سلب بھی ہو سکتے ہیں اور ایک آن میں عطا بھی ہو سکتے ہیں۔ معرفت نبوی

انسان کی کمزوری یہ ہے کہ یہ ہمیشہ دوسروں کا محاسبہ کرتا ہے اور اپنی طرف متوجہ نہیں ہوتا یہ عجیب بات ہے انسانی فطرت ہے ہر آدمی کو ہم تولتے ہیں اس نے کیا کہا اس نے کیا کیا۔ اس نے کیوں کیا لیکن خود سے صرف نظر کرتے ہیں بلکہ اپنے لئے جواز تراشتے رہتے ہیں

نصیب نہ ہو اور مقام و منازل کی بڑائی دل میں آجائے تو بیشمار' بے پناہ مراقبات آن واحد میں ضائع بھی ہو جاتے ہیں ان چیزوں کا اعتبار نہیں۔ اعتبار اس تعلق اور رشتے کا ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ سے استوار ہو جائے' جو ذات باری سے استوار ہو جائے تو اللہ کریم توفیق دے ان سب باتوں کو دھیان میں رکھ کر اپنا وقت لگایئے اور اپنا محاسبہ کیجئے انسان خود اپنے لئے سب سے بہترین جج ہے۔ انسان کی کمزوری یہ ہے کہ یہ ہمیشہ دوسروں کا محاسبہ کرتا ہے اور اپنی طرف متوجہ نہیں ہوتا یہ عجیب بات ہے انسانی فطرت ہے ہر آدمی کو ہم تولتے ہیں اس نے کیا کہا اس نے کیا کیا۔ اس نے کیوں کیا لیکن خود سے صرف نظر کرتے ہیں بلکہ اپنے لئے جواز تراشتے رہتے ہیں تو اپنا محاسبہ کیجئے۔ اپنا تجزیہ کیجئے خود کو تلاش کیجئے کہ میں کل کہاں تھا آج کہاں ہوں اگر تو آپ خود کو اللہ واللہ کے حبیب ﷺ کے ارشادات کے قریب پائیں تو اس کا مطلب ہے کہ ترقی ہوگئی اور اگر اس سے خود کو پیچھے ہٹتا ہوا پائیں تو فکر کی بات ہے اس میں سکون کی بات نہیں ہے خیر نہیں ہے اس میں اللہ کریم توفیق دے۔ ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور اپنے انعامات سے نوازے۔ آمین

بقیہ صفحہ 8 سے آگے

خواتین ونگ ملتان کینٹ کی صدر آسیہ مقبول نے خواتین کے پنڈال سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ایک مظلوم خاتون کی خاطر محمد بن قاسم سندھ آئے اور یہاں اسلام متعارف ہوا جس کے نتیجے میں ہمیں مسلمان ہونا نصیب ہوا آج پھر وہی حالات ہیں اور ہمیں اسی جذبے سے کام کرنا ہے ہمارے بھائیوں کو محمد بن قاسم کا کردار ادا کرنا ہوگا اور مسلمان خواتین کو قرون اولیٰ کی مسلمان ماؤں بہنوں کی تاریخ دہرانا ہوگی انہوں نے کہا کہ ہم بیعت کرتی ہیں اور عہد کرتی ہیں کہ نفاذ اسلام کے لئے اپنی جان بھی دے دیں گی۔

الاخوان کے سینئر نائب صدر اور لوئر پنجاب کے صدر میجر ریٹائرڈ مقبول شاہ نے کہا کہ اس خطہ زمین میں غلبہ اسلام کی جو لہر اٹھی ہے ہم انشاء اللہ اس انداز میں کام کریں گے کہ دنیا نے ایسا پہلے کم ہی دیکھا ہوگا ہم کسی کو اندھیرے میں رکھنا نہیں چاہتے ہم عہد کر چکے ہیں کہ اس ملک میں دین کی حکمرانی ہوگی یا پھر ہم زندہ نہیں رہیں گے دین اسلام پاکستان کا مقدر بن چکا ہے اور کوئی بھی طاقت یہاں غلبہ اسلام کو روک نہیں سکتی۔ برادران اسلام اللہ کے دین سے وفاداری نبھانے کا وقت آگیا ہے ہمارے اسلاف کئی بار اس آزمائش سے کامیابی وکامرانی سے گزر چکے ہیں آیئے آج پھر اس تاریخ کو دہرائیں تاکہ پاکستان میں اسلام کے جھنڈے اور مہر نبوت کی حکمرانی قائم ہو اور ہم اپنے اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کے حضور سرخرو ہو سکیں۔

جلسہ کے اختتام پر ہزاروں شرکاء نے امیر الاخوان محمد اکرم اعوان کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی جس کا مقصد یہ ہے کہ نفاذ اسلام کے سلسلے میں جب بھی انہیں پکارا جائیگا وہ سروں پر کفن باندھ کر اور جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں اتریں گے اور کبھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ لوئر پنجاب میں الاخوان کا یہ پہلا بڑا جلسہ تھا جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔

یاد رکھئے نفاذ اسلام اس قوم اور زمین کا مقدر ہے یہ نافذ ہو کر رہے گا۔ (امیر محمد اکرم اعوان)

ید بیضا

محبت ایک ایسا جذبہ ہے کہ جس کا احاطہ کرنے سے الفاظ آج تک عاری رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کہانی کو جتنا بھی طول دے دیا جائے تشنگی کم نہیں ہوتی۔ دل کی کیفیات الفاظ میں ڈھل نہیں سکتیں۔ تشنگی کیسے کم ہو۔ یہ وہ جذبہ ہے جو انسانوں سے ہی نہیں' جانوروں سے' پرندوں سے' نباتات سے بلکہ پوری کائنات سے پیار کرنا سکھاتا ہے حتیٰ کہ بار برداری کے جانوروں کی پیٹھ پر پڑنے والے ڈنڈے کی چوٹ بھی' اپنے دل پر محسوس کرتا ہے۔ اس جذبے کا تسلسل ہزاروں لاکھوں سالوں سے جاری ہے جس کو ایک بندہ خدا لٹانے پر تلا بیٹھا ہے اس کم یاب ونایاب شے کی لوٹ سیل لگی ہوئی ہے اس کو لوٹ سیل کہنا بھی مناسب نہیں ہے کہ اس میں بھی قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ یہ تو لوٹ ہی لوٹ ہے۔ ہے کوئی خریدار؟' ہے کوئی طالب؟ ہے کوئی چاہنے والا؟

جانباز امیر محمد اکرم اعوان

زندگی کا ٹیڑھا میڑھا راستہ نصف صدی سے کچھ زائد پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ نشیب وفراز سے پر اور سینکڑوں خطرناک موڑوں والا راستہ۔ اف اللہ! کتنا تھکا دینے والا راستہ ہے۔ حیرت ہے ہم کیسے گزر گئے۔

کتنے دوستوں نے' کتنے عزیزوں نے ہمارے ساتھ سفر حیات اختیار کیا۔ مگر وہ اب ہمارے اردگرد نہیں ہیں ...... کھو گئے راستے کے پیچ وخم میں' جو ہمارے آگے تھے' وہ بھی گزر گئے' مگر انہیں تو گزرنا ہی تھا۔ ایسے ایسے حسین چہرے جو ہمارے بعد اس وادی میں اترے ہم نے انگلی پکڑ کر انہیں چلنا سکھایا ...... وہ کہاں ہیں؟ ان میں سے کتنے ہیں ہمارے ساتھ! تھوڑے سے ...... یہ تو نئے مسافروں نے خانہ پری کر رکھی ہے۔ ورنہ کتنا بڑا خلا پیدا ہو جاتا۔ اور نہ جانے ہماری کیا کیفیت ہوتی ...... شائد ہم پاگل ہو چکے ہوتے۔ اللہ کریم کا شکر ہے کہ ان نوواردوں کی معصوم مسکراہٹوں اور شرارت سے یکسر خالی شرارتوں کو ہمارا سہارا بنا دیا لیکن رستے کی ہولناکیاں ان کی بھی تاک میں ہیں۔ کیا جانیں کس کو کب اچک لیں۔ کوئی خبر نہیں۔

یہ جانے والے کیا ہوئے؟ کتنے پیارے' کتنے محبوب تھے ہمیں۔ اب ان کی مٹی کیوں ہمارے قدموں کی آہٹ کو ترس گئی ہے۔ ان کی قبریں ہماری بے رخی پر خاک بسر کیوں ہیں' آخر کیوں؟ کبھی سوچا آپ نے شاید اس لئے کہ وہ ہمیں بجز داغ مفارقت کچھ دے نہیں سکے۔ اور داغ مفارقت آگے منتقل نہیں ہوا کرتا۔ جس دل میں ہو وہاں جب کبھی مزید خراش لگتی ہے تو رسنے لگتا ہے۔ ورنہ مرور زمانہ کے نیچے دبا رہتا ہے اور پھر ساتھ قبر میں دفن ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ موت' ایسی موت' یہ بے کسی وبیچارگی کی موت! اللہ کریم اس موت سے پناہ میں رکھے آمین!! میں یہ موت نہیں مرنا چاہتا۔ اسی لئے تو آپ کو یعنی تمہیں آواز دے رہا ہوں ...... میرے پاس ایک دولت ہے ایک نعمت' بہت ہی کامیاب اگر نایاب کہہ لو تو بھی حرج نہیں۔ ایک ایسی دولت جو قابل انتقال ہے اور ناقابل فراموش بھی۔

کہتے ہیں۔ ہر شخص کے جذبات اپنے ہوتے ہیں نہ چھینے جاسکتے ہیں۔ نہ فنا کئے جاسکتے ہیں اور نہ کوئی دوسرا اپنے جذبات کسی پر مسلط کر سکتا ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ یہ ایسے لوگوں کی رائے نظر آتی ہے جس کی نگاہ صرف اپنے گردوپیش پر اٹک گئی ہے اگر کچھ دور دیکھتے تو انہیں یہ رائے بدلنا پڑتی کہ اسی راہ حیات میں کچھ مسافر ایسے بھی تھے جنہیں منزل مل گئی اور جہاں جہاں ایسی ہستیوں نے راہ حیات کو چھوڑا وہیں اس راستے کے سنگ میل بنتے گئے اور یہی اس راستے کی پیمائش بھی ہے اور پہچان بھی ...... میں نے بھی ایک سورج کو سر مقتل پایا تھا۔ اس کی روشنی' اس کی گرمی اور اس کا رقص بسمل اسی راہ پر' ہاں یقیناً" اسی رستے پر جس کی تاریکی اور سخت موڑوں نے ہجوم خلق کو تھکا دیا ہے جس اتار چڑھاؤ نے مسافروں کے حوصلے چھین لئے ہیں اسی راہ پر جس نے اسے جوش وجذبہ لٹاتے دیکھا۔ راہ حیات کی ایک طویل مسافت بھی ربع صدی کا لمبا راستہ ان کی گرد پا میں کاٹا۔ کمال ہے گرد میں تو اندھیرا ہوتا ہے' دھندلا پن ہوتا ہے۔ مگر یہ تو روشن۔روشن تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی اور میٹھی میٹھی روشنی' راستہ روشن' آنکھیں روشن' دل روشن اور ماحول روشن' ایک کسک' ایک میٹھا میٹھا درد لئے ہوئے۔ ایک سوز اور تپش جس میں جلنا مزہ دے رہا ہے۔ ہم نے دنیا کے صحرا میں قتل خورشید کا منظر ہی نہیں دیکھا بلکہ اس کی کرنوں سے نئے خورشید پھوٹتے دیکھے ہیں۔ جیسے وہ سورج جو اپنے پیچھے چودھویں کا چاند لئے ہوتا ہے۔ جب ڈوبتا ہے تو کرنیں سمیٹ نہیں لیتا۔ بلکہ تب تک تاریکی سے برسرپیکار رہتا ہے جب تک ماہ تاباں پھر سے عالم کو منور نہیں کر دیتا۔

اور شام کا لہو رنگ شفق دودھیا روشنی میں نہا جاتا ہے یہ روشنی اس سورج کی ہوتی ہے۔ جو پھر سے صبح طلوع ہونے تک اندھیروں کو چین نہیں لینے دیتی۔ ہم نے اسی سورج کو دیکھا ہے اور ان تمام روشنیوں کا مرکز روشنی میں آکر ہی تلاش کیا جا سکتا ہے اندھیروں میں روشنی کی خبر کہاں!

ایک ایسا منبع انوار جس نے روشنی اور گرمی ہی نہیں' سوز عشق بانٹا ہے۔ محبت لٹائی ہے۔ اور جذبوں کے دریا بہا دیئے........ حسین اور قیمتی جذبے۔ جس کے وجود اقدس کے ساتھ خشک لکڑی مس ہوئی تو اس کی رگوں

میں محبت کا جنوں ابھر آیا۔ ہجر و وصال اور فراق کی کیفیتوں سے آشنا ہوگی۔ پتھروں نے دیکھا۔ تو کلمہ پڑھ اٹھے۔ درختوں نے سلامتی بھیجی۔ (ﷺ)

یہ سب سورج اس کی ضوفشانیوں سے بنے ہیں۔ میں بھی ایک ڈھیر تھا مٹی کا سرراہ پڑا تھا۔ مرور زمانہ سے روندا ہوا' کچلا ہوا' کہ اک مسافر کا گزر ہوا اس کا پاؤں بھی پڑا مجھ پر...... اور پھر...... چھوٹ نہ سکا۔ اک لذت' ایک لطف' ایک رنگ ایک حسن تھا جو اس کے پاؤں کی گرد بننے میں ملا۔ اور ہم اسی راہ کا غبار ہو کر رہ گئے۔

اب وہ سورج ڈوب گیا ہے

یہ وہ لوگ کہتے ہیں جنہوں نے اس سے روشنی پا کر راہ حیات کے چند قدم تو آسانی سے طے کر لئے مگر تپش اور جنوں سے ناآشنا رہے۔ وہ سچے ہیں۔ ان کے لئے ڈوب گیا۔ مگر آؤ اور دیکھو ان دلوں اور سینوں کو جنہوں نے اس کی کرنیں سمیٹی تھیں۔ ان کی تو ہر دھڑکن میں زندہ ہے اور روشن بھی ہے۔ آنے والو! ہم تو جانے کی تیاری میں ہیں اگر فرصت پاؤ۔ تو آؤ تمہیں سر مقتل لئے چلیں۔ قتل خورشید کا نظارہ کرلو۔ تمہیں ڈھنگ سکھا دیں تو اس کی کرنیں سمیٹ لو۔ میٹھا میٹھا درد' خوبصورت سی کسک اور ایک پر لطف بے چینی نہ دے دوں تمہیں!!!

کہ یہ امانت ہے میرے پاس۔ موت کی تاریکی مجھے نہیں نگل سکے گی (انشاء اللہ) اسی راستے میں' ہاں اسی سنگلاخ راستے میں روشنی کی ایک لکیر ہی سہی۔ مگر رہیں گے ضرور تا ابد....... کتنے دلوں میں جھانکنا ہو گا...... کس کس کے ساتھ چلنا ہوگا۔ خدا جانے کیا تم ساتھ دو گے میری مدد کرو گے۔ مجھے اپنے دل میں اپنے قریب جگہ دو گے۔ کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ بعد میں آنے والوں کو تمہاری وساطت سے ملنا چاہتا ہوں۔ کیا ایسا کرو گے؟

آؤ' تمہیں قتل خورشید کے منظر پر صحراء میں کیا بیتا ہے وہ دکھا دوں؟ اور شاعر کو بھی سمجھا دوں کہ تھا تو بہت کچھ۔ مگر شاید آپ نے اس طرف دیکھا نہیں ہوگا لیکن شاید تمہارے پاس فرصت نہ ہو۔ ربع صدی تو میں نے خورشید کی تپش جھیلی تب جا کر ایک حرارہ سا بنا۔ پتہ نہیں تم کچھ بن بھی پاؤ گے یا نہیں پتہ نہیں مجھے زندہ رکھ سکو گے یا نہیں۔ کیا تم سب کے ہوتے کیا تمہارے ہوتے ہوئے مجھے بے بس صحرا میں قتل ہونا ہے اور میں! نہیں نہیں' تم ایسے نہیں ہو' تم میری مدد کرو گے اور ربیع الاول جس خورشید گر کی آمد کا پتہ دیتا ہے بھلا تم اس سے جدا ہو جاؤ گے ہرگز نہیں۔ تم سے یہ نہ ہو سکے گا۔

آؤ تمہارے دل میں چراغاں کر دوں' تمہارے دل میں جلوس نکلیں جذبوں کے' محبتوں کے' عشق کے' چھوڑو یار' نقل کو چھوڑو' آؤ سچ مچ کی روشنیاں جلائیں اور اس مطلع انوار کی طرف بڑھیں جہاں سے سورج کا اک جہاں طلوع ہوتا ہے۔

ترقی کی جانب رواں دواں..... ماہنامہ "المرشد"

جب ہم نے المرشد کی اشاعت کی ذمہ داری سنبھالی تو ہمارے پیش نظر جو سب سے پہلی بات تھی کہ المرشد کو صرف تنظیم الاخوان کے قارئین تک ہی محدود نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس کے فیوض و برکات سے عام آدمی کو بھی فائدہ پہنچنا چاہئے جس کے لئے ضروری تھا کہ المرشد میں عام آدمی کی دلچسپی کا سامان بھی شامل ہو۔ اس مقصد کے حصول کے پیش نظر حضرت اکرم اعوان کی اجازت سے المرشد میں بہت سی انقلابی تبدیلیاں عمل میں لائی گئیں اور سب سے پہلے اس کے سرورق کا انداز تبدیل کیا گیا قبل ازیں المرشد کا ٹائٹل روایتی انداز میں شائع کیا جاتا تھا لیکن اب اس میں تھوڑی سی تبدیلی یہ کی گئی ہے کہ ٹائٹل حالات حاضرہ کی مناسبت سے علامات اور استعاروں پر مشتمل آرٹ کے ذریعے ہر بار نیا بنایا جاتا ہے مضامین کے انتخاب کو بھی وسعت دی گئی ہے اور حالات حاضرہ' مختلف مذہبی امور اور تنظیم سے متعلق مختلف لکھنے والوں کے مضامین اس میں شامل کئے جا رہے ہیں اس کے علاوہ قارئین کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ اپنی تحریریں بھجوائیں اگر وہ المرشد کے معیار کے مطابق ہوئیں تو شائع کی جائینگی۔ حال ہی میں المرشد کی ترقی کے لئے ایک اور اہم کام یہ کیا گیا ہے کہ مختلف شہروں میں المرشد کے نمائندوں کے تقرر کے لئے درخواستیں طلب کی گئی ہیں اور انشاء اللہ جلد ہی ان نمائندگان کا انتخاب مکمل کر لیا جائیگا جس کے بعد المرشد کے لئے ان علاقوں کے مسائل و افکار پر مبنی تحریریں اور تنظیم الاخوان کی سرگرمیوں کی تازہ ترین رپورٹیں ہم تک پہنچنا شروع ہو جائیں گی۔ ہماری کوشش ہے کہ المرشد ایک سٹال میگزین کی حیثیت اختیار کر جائے تاکہ تنظیم الاخوان کا اور امیر محمد اکرم اعوان کا پیغام لوگوں تک پہنچانے میں آسانی پیدا ہو۔ حال ہی میں المرشد میں تبدیلی کا ایک اور بڑا قدم اس کا سائز بڑھانے کا اٹھایا گیا ہے جس سے نہ صرف رسالے کی آؤٹ لک بہتر ہوگی بلکہ ہمیں اشاعت کے لئے زیادہ جگہ بھی میسر آئیگی۔ ہماری یہ تمام کاوشیں ہمارے قارئین کے قیمتی مشوروں کی مرہون منت ہیں جو وقتاً فوقتاً ہم تک پہنچتی رہتی ہیں اور ہم متوقع ہیں کہ وہ آئندہ بھی ہماری راہنمائی فرماتے رہیں گے۔ شکریہ

ایڈیٹر "المرشد"

اسلام آئے گا تو یہ پاک وطن ویلفیئر سٹیٹ بن جائے گا۔ ہر فرد کو زندہ رہنے کے لئے' اس کی ضروریات کی تکمیل کے لئے ریاست ذمہ دار ہوگی' وہ اسے روزگار دے یا وظیفہ دے۔ ہر بیمار کا علاج ریاست اسلامی کی ذمہ داری ہوگی ہر بچے کی تعلیم ریاست کی ذمہ داری بن جائے گی۔ (امیر محمد اکرم اعوان)

کلام شیخ

ہاں پھر سے بہار آئی مجنوں کو صدا دو	کہتا ہے گلو مسلم مظلوم کا ہر دا
بیتاب ہیں پروانے کوئی شمع جلا دو	اترو سر میدان یہ سب ظلم مٹا دو

پھر بزم میں ہوں گے صرف عشاق کے پرچے	بارود کے ڈھیر پہ ہے کفر کی سرکار
غیروں کے طلب گار کو محفل سے اٹھا دو	ایماں کے شرارے سے اسے شعلہ دکھا دو

آؤ کہ دربار سے آتی ہے صدا یہ	اک طرز وفا یہ ہے کہ در یار پہ خود کو
گر وصل کے طالب ہو تو مقتل کو سجا دو	نہلاؤ رگ جان سے عبداللہ بنا دو

جو خون ابلتا ہے رگ جان کے اندر	یا وطن کی مٹی پہ کرو دین کو نافذ
اس خون کو محبوب کے قدموں پہ لٹا دو	یوں نام محمدؐ سے گلستاں کو سجا دو

کٹ جاؤ مگر پاؤں میں لرزش نہیں آئے	سیماب ہیں اس راہ کے یہ دونوں سلیقے
جان ہار کے پھر قوم کی قسمت کو جگا دو	شریعت یا شہادت ہی سے منزل کا پتہ دو

پیرس۔ پریڈ اور پاکستان

پاکستان میں پیپلز پارٹی کی حکومت ہو یا مسلم لیگ کی یہ دعویٰ کرنا ہر کوئی ضروری سمجھتا ہے کہ ہم لاہور کو پیرس بنا دیں گے۔ اور ادھر ہم سادہ لوح عوام سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ حکومت پیرس کی طرز پر لاہور میں بنیادی شہری سہولتیں مہیا کرے گی۔ حالانکہ اس بیان کی تہہ میں حکومت کا جو منصوبہ کارفرما ہوتا ہے اس کا اظہار بے نظیر نے اپنے دورہ فرانس کے دوران مسلمان لڑکیوں کی طرف سے اس مطالبہ پر کہ ' حکومت سکولوں میں سکارف پہننے کی اجازت دے' یہ کہہ کر طالبات کو جھڑک دیا تھا کہ پردہ آنکھ کا ہوتا ہے اس ضمن میں نواز گروپ کی کارکردگی کو بھی نہلے پہ دہلا ہی قرار دیا جا سکتا ہے بطور نمونہ 22 نومبر 1998 روزنامہ "بزنس ریکارڈ" میں شائع ہونے والے ایک مسلمان خاتون کے خط کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ دل کو روؤں یا پیٹوں جگر کو میں۔

ایک معتبر پرائیویٹ کالج کے شعبہ سائنس کی سال دوئم کی طالبہ کی حیثیت سے مجھے خواتین محافظ کے تربیتی کورس (جسے NCC بھی کہتے ہیں) میں شمولیت دی گئی۔ کالج نے کورس کے اختتام پر پاسنگ آوٹ پریڈ کی تقریب کا فیصلہ کیا۔ انتھک محنت کے نتیجے میں مجھے کمپنی کا کمانڈر بنایا گیا اور کورس کے 15ویں روز پرنسپل نے مجھے اس کے رینک عطا کئے۔ 19ویں دن تک جبکہ پریڈ کی آخری ریہرسل تھی یہ عہدہ میرے پاس رہا۔ ریہرسل کے بعد صوبیدار صاحب (کالج کے کورس انچارج) نے سر پر سے سکارف نہ اتارنے پر میرے رینک واپس لے لئے پر مجھے پریڈ چھوڑنے کا حکم دیا جبکہ میں دوپٹے کو ایک مسلمان لڑکی کی ضرورت ہونے پر پختہ یقین رکھتی ہوں۔

بالآخر پرنسپل صاحب نے لمبی بحث کے بعد یہ کہہ کر سکارف پہن کر کہ پریڈ کی قیادت کرنا بہت بے ڈھنگا لگتا ہے مجھے پریڈ میں شامل ہونے کی اجازت تو دے دی مگر میرا عہدہ بحال نہ کیا اور مجھے وہ ٹرافی دینے سے بھی انکار کر دیا جو کمانڈر کا حق ہے۔

نظام اسلام ــــــ ہر قیمت پر

جیسے جیسے نفاذ اسلام کی تحریک زور پکڑتی جا رہی ہے، حرام کا مال کھانے والے چمکتے چہروں پر ہوائیاں بڑھتی جا رہی ہیں اس بد حواسی میں کبھی امریکہ کے پاؤں پکڑے جا رہے ہیں کبھی عامی مالیاتی اداروں کی ہدایات کے مطابق ٹیکسوں میں اضافہ کیا جا رہا ہے اور روپیہ کی قیمت کم کی جا رہی ہے۔ کبھی عوام سے کہا جا رہا ہے کہ اس تحریک میں حصہ نہ لو ورنہ خانہ جنگی شروع ہو جائیگی۔ ان عقل کے اندھوں کو کون سمجھائے کہ خانہ جنگی میں جو کچھ ہوا کرتا ہے وہ سب کچھ تو عوام کے ساتھ کب سے ہو رہا ہے۔ کچھ پس انداز کریں تو گھر سے چور لوٹ لیتے ہیں۔ بینکوں میں رکھیں تو سیاستدان نہیں چھوڑتے، عزتیں نہ گھر میں محفوظ ہیں نہ گھر سے باہر حتی کہ اعتکاف میں بیٹھی ہوئی بیبیاں بھی محفوظ نہیں۔ عوام کے پاس ایسا کچھ نہیں بچا جس کے کھو جانے کا انہیں دھڑکا ہو۔ جس خانہ جنگی سے عوام کو ڈرایا جا رہا ہے وہ تو عوام بھگت چکے اب اگر جنگ ہوئی تو خانہ حکمرانوں کا ہوگا اور جنگ عوام کی۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

میں نہیں رب العالمین ارشاد فرما رہا ہے۔ اور وہ خالق کائنات وہ رازق کائنات، وہ حکیم مطلق، وہ قادر مطلق، وہ وحدہ لاشریک بے مثل و بے مثال اپنی ربوبیت کی نسبت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف کرکے اسی ذات کو خطاب فرماتا ہے فلا وربک تیرے پروردگار کی قسم اس لئے کہ وما ارسلنک الا رحمتہ اللعالمین ساری کائنات کو رحمت باری جو نصیب ہوا بواسطہ محمد رسول اللہ ﷺ نصیب ہوا۔ اس لئے ربوبیت کو اسی طرف منسوب کرکے فرماتے ہیں تیرے پروردگار کی قسم۔ کس بات پر؟ فرمایا! لایومنون یہ مومن نہیں ہو سکتے۔ ارے کیا کافر کو کہنا تھا کہ مومن نہیں ہو سکتے کافر تو پہلے ہی کافر تھا، دعوی ایمان رکھنے والے کی بات ہو رہی ہے، مدعی ایمان کی بات ہو رہی ہے۔ مسلماں کہلانے والے کی بات ہو رہی ہے، کافر تو پہلے ہی کافر تھا جسے دعوئی ایمان ہے۔ اس کی بات ہو رہی ہے رب العالمین اپنی عظمتوں کی، اپنی ربوبیت کی، رب محمد ﷺ ہونے کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ یہ مومن نہیں ہو سکتے۔ ہاں! ایک راستہ ہے، یہ نمازیں پڑھتے رہیں، یہ چلے کاٹتے رہیں، یہ تسبیحات گلے میں لٹکاتے پھریں، انہیں حج کر لینے دو، میری بارگاہ میں یہ مومن تسلیم نہیں کئے جائیں گے۔ کوئی راستہ؟ رب العالمین نے فرمایا ایک راستہ ہے اپنے معاملات میں اس قانون صداقت، اس نظام عدل، اس طریق انصاف کو قبول کرلیں جو میرا حبیب ﷺ لیکر آیا ہے۔ ایک راستہ ہے صرف قبول ایمان کا، تبلیغ کی قبولیت کا نوافل کی قبولیت کا، ذکر اذکار کی قبولیت کا، حج کی قبولیت کا، ارے ایمان کی قبولیت کا، راستہ ایک ہے کہ نظام محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنالو، فرمایا مجبورا" نہیں۔ محبت سے جانثاری سے، دل کی گہرائیوں سے، میرے حبیب جسے تو قتل ہونے کا حکم دے۔ اس کے نزدیک قتل ہونا محبوب ہو جائے۔ جسے تو رہا کردے اس کے نزدیک رہا ہوجانا محبوب ہو جائے۔ تیرے حکم پر ان کے دل میں میل نہ آئے۔ ویسلمو تسلیما اور ماننے کا حق ادا کردے۔ ہم نظام اسلام کی بات کسی کی مخالفت میں نہیں کر رہے۔ ہم نظام دین مصطفی ﷺ کی بات کسی کو ہرانے یا شکست دینے کے لئے نہیں کر رہے۔ ہم نظام مصطفی ﷺ کی بات اس لئے کر رہے ہیں کہ ہماری مسلمانی، ہمارا اسلام قابل قبول تب ہے جب نظام اسلام ہم قبول کرلیں۔ ممبران اسمبلی، ممبران سینٹ، معزز اراکین سلطنت! غور فرماؤ اور اپنے ان دعوؤں کو بھی سامنے لاؤ۔ کہ ہم شریعت بل پاس نہیں ہونے دیں گے۔ اور رب العالمین کے اس ارشاد کو بھی سامنے رکھو کہ جو نظام مصطفی ﷺ رائج نہیں کرے گا قبول نہیں کرے گا میں اسے مسلمان قبول نہیں کروں گا۔ ہماری جدوجہد کسی کی فتح وشکست کے لئے نہیں، ہمیں کسی فرد سے، کسی ذات سے کوئی عداوت نہیں ہے، بھلا وہ شخص جو دنیاوی مفاد کے لئے کفر کے آستانوں پر جھک جاتے ہیں ان لوگوں کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتے ہیں جو اپنی حاجات کو بارگاہ رب العالمین سے طلب کرتے ہیں۔

بارگاہ نبوی کا غلام بھی دار دنیا کے شہنشاہوں کو کوئی حیثیت نہیں دیتا۔ یہ غلامی ہزار سلطنتوں سے بڑھ کر ہے۔ لیکن یاد رکھو یہ وہ نظام عمل ہے کہ اللہ کی الوہیت منوانے کے لئے آقائے نامدار ﷺ نے تلوار نہیں اٹھائی۔ اس لئے کہ اللہ نے فرما دیا۔ فرمایا دیا۔ کسی سے زبردستی اسلام قبول نہیں کروایا جائے گا۔ میں نے کفر اور اسلام دونوں راستے واضح کر دیئے ہیں۔ بندوں کو انتخاب کا حق دیا ہے۔ جو چاہتا ہے وہ اسلام کا راستہ اپنائے جو کفر کو اختیار کرنا چاہتا ہے کرکے دیکھ لے۔ سب کو میری بارگاہ میں پہنچنا ہے۔ اس معاملے کا انصاف میں کروں گا۔ آپ کا کیا ہے بات واضح کر دینا آپ کی ذمہ داری ہے لیکن جب اسلام کے اس حصے کی بات آئی یہاں اللہ نے حقوق فرائض متعین کر دیئے ہیں جہاں اللہ نے حدود مقرر فرما دیئے ہیں، جہاں کی خصوصیات کے ہر مقدمات کے حل تجویز فرما دیئے ہیں۔ جہاں ایک نظام حیات عطا فرما دیا ہے تو فرمایا میرے حبیب آپ کو بھی تلوار اٹھا کر میدان میں اترنا ہوگا۔ نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے اگر تلوار اٹھائی تو ظلم کو روکنے کیلئے اور

انصاف کو رائج کرنے کے لئے۔ کسی سے کلمہ پڑھوانے کے لئے نہیں۔ یہ وہ اہم کام ہے جس کے لئے دندان مبارک شہید ہوئے۔ ارے کبھی کسی کا پتھر سے ٹوٹا ہوا دانت کسی نے دیکھا ڈاکٹر سے اگر آج کے ترقی یافتہ دور میں دانت نکلوانا ہو تو وہ بے حس کرنے کے لئے ٹیکا لگاتے ہیں اس ٹیکے کا اپنا بڑا درد ہوتا ہے ایک دانت نکلوا لو تو ہفتہ منہ پھولا رہتا ہے آدمی کھا پی نہیں سکتا ذرا اس وجود پاک کو دیکھو کہ فرشتے جس کی غلامی پر ناز کرتے ہیں ارض و سما اس کی خاک پا میں ہے دندان مبارک شہید ہوتے ہیں اور پتھر کی چوٹ سے ہوتے ہیں۔ کبھی سوچو میرا تمہارا دانت کوئی پتھر سے توڑ دے کیا حال ہو۔ کس لئے؟ کافرانہ نظام مٹا کر وہاں قرآن کا نظام عدل رائج کرنے کے لئے حبیبہ حبیب کبریا عائشۃ الصدیقہؓ جگر گوشہ رسول ﷺ حضرت فاطمۃ الزہرہؓ میدان احد میں کپڑے جلا جلا کر ان کی راکھ بنا کر زخموں پر مرہم پٹی کر رہی ہیں۔ ارے بندے کا دل بھی کیا دل ہے اللہ فرماتا ہے کہ بندہ جب بگڑتا ہے تو اس کا دل پتھروں سے سخت ہو جاتا ہے۔

جہاں حضور ﷺ کا سر اقدس آیا پتھر ہٹ گیا وہاں دائرہ بن گیا میں نے اس کی زیارت کی ہے۔ میرے پاس آج بھی اس کی تصویر موجود ہے

ارے پتھر بھی کبھی کبھی پھٹ جاتے ہیں ان سے پانی نکل آتا ہے لیکن بندہ جب کفر کی دلدل میں، ظلم کی دلدل میں، ظلمت میں، شرک میں دھنس جاتا ہے تو اس کا دل پتھر سے زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔ احد میں اس کی عملی تفسیر دیکھی۔ ایک بہت بڑی چٹان تھی جس کے نیچے زخمی ہونے کے بعد حضور ﷺ تشریف فرما ہوئے تو سر اقدس اونچا تھا پتھر نیچا تھا۔ جہاں حضور ﷺ کا سر اقدس آیا پتھر ہٹ گیا وہاں دائرہ بن گیا میں نے اس کی زیارت کی ہے۔ میرے پاس آج بھی اس کی تصویر موجود ہے پتھر کو احساس تھا کہ یہ کون کریم ہے پتھر کو پتا تھا ان کنکروں کو احساس تھا۔ جو ابو جہل کے ہاتھ میں تھے۔

ابو جہل نے کہا کہ اگر اللہ کے رسول ہو تو بتائیے میرے ہاتھ میں کیا ہے فرمایا کہ میں بتاؤں تیرے ہاتھ میں کیا ہے یا جو تیرے ہاتھ میں ہے وہ بتائے کہ میں کون ہوں اور کنکروں نے کہا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لیکن بندہ بگڑے تو اس کا دل کتنا سخت ہو جاتا ہے ابو جہل نے کنکریاں پرے پھینک دی اور کہا ان پر بھی تیرا جادو ہو گیا۔

میں بڑی سادہ سی بات عرض کرتا ہو۔ سید عبدالقادر آزاد ربع صدی سے زیادہ بادشاہی مسجد کے خطیب رہے لاہور سٹیج پر گواہی دے رہے تھے کہ روضہ اطہر تھا محمد رسول اللہ ﷺ کا میں بھی تھا یہاں شہباز شریف صاحب بھی تھے، میاں نواز شریف صاحب بھی تھے، اور عہد کر رہے تھے کہ آقائے نامدار ہماری سفارش فرمائیے ہمیں اقتدار دلوائیے۔ ہم آپ کا دین نافذ کریں گے یہ وعدہ کر رہے تھے روضہ رسول مقبول ﷺ پر ارے ہم سے نہ سہی عام آدمی سے نہ سہی، غریب سے نہ سہی، مظلوم سے نہ سہی سرکار دوعالم سے تو وفا کر جاؤ یا کل تردید شائع کرو اخبار میں کہ تم نے روضہ اطہر سے یہ وعدہ نہیں کیا۔

ہم کیوں کہتے ہیں کہ اسلام نافذ کرو اس لئے کہ یہ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے اگر ہم اس کے لئے جان نہیں دیتے تو اللہ ہمیں مسلمان نہیں مانتا۔ اگر ہم اس کے لئے جان نہیں دیتے تو ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں نہیں پہنچ سکتے۔ قرآن نے طے کر دیا مفسرین کرام نے لکھا، قیامت قائم ہوگی، قبریں شق ہو جائیں گی۔ مخلوق اٹھے گی۔ لوائے محمدؐ نظر آئے گا۔ لوگ بھاگیں گے اس طرف۔ کچھ لوگوں کو اللہ کے فرشتے روکیں گے، تم نہیں جا سکتے، ہٹ جاؤ، واپس چلے جاؤ، جاؤ جس طرف تمہارا دنیا میں رخ تھا اس طرف بھاگ جاؤ، حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ دیکھ کر فرمائیں گے اللہ! جب یہ تیری طرف آتے ہیں میرا نام لیتے ہیں میرے امتی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو انہیں آنے دیا جائے۔ ارشاد ہوگا! نہیں میرے حبیب

ان قومی اتخذو ھذا القرآن۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی زندگی سے قرآن خارج ہو گیا۔ یہ تیرے امتی نہیں یہ بل کلنٹن کے امتی ہیں۔ یہ تیرے امتی نہیں یہ انگریزی نظام کے امتی ہیں۔ یہ تیرے امتی نہیں یہ کافرانہ نظام کے چاہنے والے ہیں۔ حکمرانو! اس دن سرکاری جھنڈے نہیں ہوں گے۔ اس دن بارہ گھوڑوں کی بگھی نہیں ہوگی، اس دن ہٹو بچو کے آوازے نہیں ہوں گے۔ کفن کی بوسیدہ تاریں ہوں گی، تم ہوگے، ہم ہوں گے، میدان حشر ہوگا۔ بارگاہ الوہیت ہوگا، لوائے محمد ہوگا، محمد رسول اللہ ﷺ بھی جلوہ افروز ہوں گے۔ اوئے ہمارے لئے نہ سہی اپنے لئے ہی کر جاؤ۔ ہمارا کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ کی قسم حکمرانوں! تم اسلام نافذ کر دو ہم بغیر تنخواہ تمہارے غلام، ملازم اور سپاہی ہیں۔ لیکن اگر تم نفاذ اسلام کو بھی ایک سٹنٹ بنانا چاہتے ہو۔ ایک سیاسی ایشو بنانا چاہتے ہو۔ ایک اور دھوکا دینا چاہتے ہو تو یاد رکھو اس کے نفاذ کے لئے اگر دندان مبارک شہید ہو سکتے ہیں۔ اگر سید الشہداء حضرۃ امیر حمزہؓ خاک و خون میں لوٹ سکتے ہیں اگر اصحاب بدر خاک بدر میں سو سکتے ہیں اگر خانوادہ رسول پاک ﷺ خاک کربلا میں لوٹ سکتا ہے تو ہم کس باغ کی مولی ہیں۔ یہ ہزاروں سر تمہیں کاٹنے ہوں گے اور یا ہمارے ہاتھ تمہارے سروں کو قلم کر دیں گے۔

پہلے فتوے بکتے تھے، علم بکتا تھا، جب تقوے بھی بکنے لگ گئے۔ پارسائی بھی بکنے لگ گئی، تو پھر درویش گوشہ نشین قدرت کا آخری ہتھیار ہوا کرتے ہیں اور ان کا وار خالی نہیں جاتا

برادران اسلام، نمازیان اسلام، جانثاران محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم میں سیاست نہیں کر رہا میرے پاس نہ سیاست کی فرصت ہے اور نہ میں سیاسی میدان کا آدمی ہوں۔ یہ یاد رکھو! کہ جب سارے ہتھیار ناکام ہو جاتے ہیں تو پھر آخری ہتھیار نکالا جاتا ہے۔ نظام قدرت میں علماء، لیڈران

کرام' سیاست دان' یہ قدرت کے ہتھیار ہیں سیاست دان ناکام ہو گئے۔ علماء کی باری آئی اور جب فتوے بکتے تھے' علم بکتا تھا' جب تقوے بھی بکنے لگ گئے۔ پارسائی بھی بکنے لگ گئی' تو پھر درویش گوشہ نشین قدرت کا آخری ہتھیار ہوا کرتے ہیں اور ان کا وار خالی نہیں جاتا۔ انقلابات اسلامی کی تاریخ اٹھالو۔ جب بھی کوئی حجرہ نشین میدان میں اترا تاریخ کے دھارے کا رخ بدل گیا' انشاء اللہ اب بھی بدلے گا۔ آج بھی ایک بزرگ مجھ سے سوال کر رہے تھے کہ اس کا طریقہ کیا ہوگا۔ میں نے کہا کہ سپاہی کو پتا ہوتا ہے یا حاکم کو؟ جنگ کس میدان میں لڑی جائے گی کس انداز سے لڑی جائے گی۔ کس طریقے سے لڑی جائے گی کس کو پتہ ہوتا ہے؟ سپاہی کو یا لڑانے والے کو؟ بولئے! لڑانے والے کو۔ میں نے کہا ہم سپاہی ہیں وہ لڑا رہا ہے جو جو موقع آتا جائے گا طریقے سامنے آتے جائیں گے اور ہم عمل کرتے چلے جائیں گے۔ ہماری کوئی منصوبہ بندی نہیں ہے کسی کے خلاف' ہم ایک بات جانتے ہیں ہم انشاء اللہ خون کا آخری قطرہ بھی بہا دیں گے اور خون بہہ کر خاک پر نام لکھے گا تمہارا۔ ہمارا خون بھی گرے گا تو اللہ اکبر ہی لکھے گا۔

خون بہہ کر نام لکھے گا تمہارا خاک پر
اپنے قاتل کو بھی ہم حیراں کرتے جائیں گے

حضرات گرامی! ہم نے عرض کی ہے حکمران طبقے سے کہ خدا کے لئے اسلامی معاشی نظام لائیے ماہرین کہتے ہیں کہ سود کے بغیر بینک چل نہیں سکتے۔ لیکن خدا کے لئے ایک سادہ سی بات بتایئے۔ گزشتہ پچاس سالوں میں بینکوں نے سود کتنا لیا اور قرضے کتنے معاف کئے بینک سود دے رہے ہیں جسے پانچ ہزار دیتے ہیں جسے ایک لاکھ دیتے ہیں جسے دو لاکھ دیتے ہیں اس سے سود لیتے ہیں۔ جسے دو کروڑ دیتے ہیں' دس کروڑ دیتے ہیں' بارہ ارب جسے دیتے ہیں اسے معاف کر دیتے ہیں۔ آپ وہ اعداد جمع کیجئے وہ رقوم جمع کیجئے جو بینکوں نے قرضے معاف کئے جو سود کمایا اس سے سینکڑوں گنا وہ زیادہ ہیں جو معاف کئے۔ بینک تو آج بھی اپنے منصوبوں پر عمل کرکے چل رہے ہیں۔ سود اس لئے تم نے رائج کیا ہوا ہے کہ منصوبوں کے منافع میں عام آدمی حصہ دار نہ بن سکے۔ جس کے پیسے ہیں اسے سات فیصد سود دو اسے حرام کھلاؤ۔ لیکن تیس فیصد اگر اس کا منافع بنتا ہے وہ ڈکار جاؤ' سود تم اس لئے نہیں چھوڑتے۔ بینک کا پیسہ تم کھا جاتے ہو عام آدمی پوچھتا نہیں۔ اگر سود چھوڑ دو' بینک نہیں بیت المال بن جائے گا۔ عام آدمی سے کہا جائے کہ یہ بارہ ارب بیت المال کے کھا گیا تو ریڑھی والا بھی پکڑے گا کہ بیت المال کے نہیں کھانے دوں گا۔ یہ بات غلط ہے حکمرانوں کی کہ سود کے بغیر بینکنگ سسٹم نہیں چلتا۔ اصل بات یہ ہے کہ سودی نظام نہ ہو تو اس طبقہ خواص کو عیش نہیں ملتا۔ غریب کا خون چوستے ہیں اور اوپر والے عیش کرتے ہیں۔ لیکن کب تک' اب غریب کے تن پر کپڑا نہیں رہا کھانے کو کچھ نہیں رہا ارے پینے کو پانی بھی نہیں رہا۔ ستر فیصد آبادی پاکستان کی ایسی ہے جس کے پاس پینے کا صاف پانی نہیں ہے اب جب کچھ نہیں ملتا تو کہتے ہیں کہ اس کی آبرو ہی لوٹ لو اور پھر جب کسی کی آبرو لٹتی ہے کروڑوں کا بل بنتا ہے۔ انتظامیہ کا جہاز اڑتے ہیں' نیلی کاپٹر آتے ہیں سارا مرکزی حکومت ہل جاتی ہے صوبائی حکومت دوڑ پڑتی ہے نیلی ویژن [illegible] دوڑ پڑتے ہیں جسے دس گھروں نے سنا تھا۔ اسے باون ممالک میں نشر کیا جاتا ہے کہ اس کی آبرو ریزی ہوئی۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے' مقدمہ ثابت نہیں ہوتا اور بدکار چھوٹ جاتا ہے۔ کسی ایک مقدمہ کی بتاؤ سزا ہوئی؟ کب تک یہ فراڈ چلے گا کب تک یہ دھوکہ بازی چلے گی۔ کیا یہ انصاف ہے کہ بے گناہ پھنس جائے تو سالوں گھسٹتا رہے اور جو سرراہ خون کر دے وہ قاتل نامعلوم ہو جائے۔ یہ نامعلوم ہوتا کیا ہے ملک سے باہر کوئی بندہ جاتا ہے۔ حج پر بھی جاتا ہے تو Exit کی مہر لگتی ہے حج سے' عمرہ سے بھی واپس آتا ہے تو Entry کی مہر لگتی ہے۔ ایک ایک بندے کے پاس شناختی کارڈ ہے پاسپورٹ ہے' یہ نامعلوم مخلوق کہاں بستی ہے اور اگر یہ کہتی ہے حکومت کہ یہ غیر ملکی ایجنسیاں کراتی ہیں تو پوچھا جا سکتا ہے کہ جو ایجنسیاں ہمارے خون پر پلتی ہیں وہ کہاں ہیں۔ ملکی ایجنسیاں' ملکی ادارے' جو غریب کے خون پر تنخواہ لیتے ہیں وہ کہاں ہوتے ہیں آپ کے دارالخلافے میں' صدر مملکت کے ایوان صدر کے سامنے' پرائم منسٹر سیکرٹریٹ کے سامنے سرکار کا بیس گریڈ کا افسر اسلام آباد کا خطیب اعظم اللہ کا ایک نیک بندہ جس کا دل قرآن و سنت کے نور سے روشن۔ جرم بے گناہی میں گولیوں سے چھلنی کر دیا جاتا ہے۔ عالم پر تو کسی نے اظہار افسوس بھی نہیں کیا مولانا عبدالرشید شہید کی فاتحہ پڑھنے بھی نہیں گئے۔ حکیم سعیدؒ ایک درد دل رکھنے والا ایسا شخص ایسے سرمنٹوں میں کاٹے تو جا سکتے ہیں صدیوں میں قوموں کو نصیب نہیں ہوتے' سرراہ قتل ہو گیا اور حکومت نے قتل کیش کرالیا۔ ایم کیو ایم والو! واپس آئے ہو تو تمہارے خلاف پرچہ دے دیں گے اس کے باوجود وزیراعظم بھی گئے' وزیراعلیٰ پنجاب بھی گئے' فاتحہ کراچی پڑھ رہے ہیں۔ اور حکیم سعید کا قتل کیش کرالیا گیا۔ کیا حق ہے حکومت کو؟ جس شخص کو عدالت نے 23 سال بامشقت قید کی سزا دی بھاگ کر انگلینڈ جا بیٹھا۔ ساٹھ اور مقدموں میں مطلوب ہے۔ اس بدمعاش کے پاس حکومت جاتی ہے' حاضر ہوتی ہے' منتیں کرتی ہیں' معاہدے کرتی ہے اور تماشہ دیکھو ایک طرف پولیس کے آفیسر قتل ہوئے' جانیں گنوا کر انہوں نے بدمعاش گرفتار کئے اور حکومت نے ان کو میڈل دیئے اور انہیں شہید قرار دیا۔ دوسری طرف وہاں معاہدہ ہوتا ہے کہ پولیس والوں سے میڈل واپس لے لئے جائیں اور جو بندے گرفتار ہوئے انہیں چھوڑ دیا جائے۔ پولیس سے میڈل واپس ہو گئے اور وہ جو گرفتار ہوئے تھے ڈاکو اور قاتل وہ چھوڑ دیئے گئے۔ اب ایک بات باقی ہے جن فوجیوں کو تمغے دیئے تھے ان سے بھی چھین لو۔ اور ان کی پنشن ان ہندو فوجیوں اور سپاہیوں کو دو جنہوں نے ان کو قتل کیا تھا یہ کسر باقی ہے۔ کیا یہی انداز حکمرانی ہے یہی حب الوطنی ہے اور اسی بات پر ہم آپ کے غلام بنے رہیں۔

حضرات! کہتے ہیں کہ IMF قرض نہیں دیتا۔ ورلڈ بینک قرضہ نہیں دیتا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ورلڈ بینک کے پاس سرمایہ کس کا ہے کبھی سوچا آپ نے! مسلمان ملکوں کا۔ ورلڈ بینک کے جو اثاثے ہیں وہ مسلمان ملکوں کے ہیں۔ پیسہ بھی ہمارا مقروض بھی ہم ہوتے ہیں اور شرطیں وہ منواتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے

کہ مسلمان حکومتوں کے سربراہ الگ الگ یہودیوں سے عہدہ وفا کئے ہوئے ہیں۔ خون مسلمان ہی کا ہے کسی ملک کا ہو۔ موج یہودی کرتا ہے۔ پھر آپ کو ورلڈ بینک سے لینے کی ضرورت کیا ہے۔ 35 ارب ڈالر کا مقروض ہے پاکستان اور ایک سو بیالیس ارب ڈالر پاکستانیوں کے امریکن بینکوں میں ہیں ڈیڑھ دو لاکھ بندوں کے' امریکی سفیر نے' کراچی والے تو علیٹ نے سکھر میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان قرضہ کیوں مانگتا ہے۔ 100 ارب ڈالر سے زیادہ تو اِس کے امریکہ میں ہیں اپنے واپس کیوں نہیں لاتا۔

تم ہمیں کہتے ہو خانہ جنگی کراؤ گے۔ ہم خانہ جنگی نہیں ہونے دیں گے۔ انشاء اللہ اگر جنگ ہوگی تو جنگ ہم کریں گے خانہ تمہارا ہوگا

قاضی حسین احمد صاحب نے رائیونڈ میں جلسہ کیا اور بڑی روشنی ڈالی رائیونڈ کے محلات پر۔ عجیب بات ہے جماعت اسلامی کا جلسہ جب رائیونڈ ہو رہا تھا تو یہ بات سب اخباروں میں بھی آئی کہ 114 بریگیڈ جو لاہور ہے پورے بریگیڈ کو رائیونڈ کے اندر تعینات کیا گیا کہ کہیں قاضی صاحب رائیونڈ چڑھائی نہ کر دیں۔ رائیونڈ جب قاضی صاحب نے جلسہ کیا تھا تو رائیونڈ کے محلات کی ساری تاریخ دہرائی تھی۔ تو میاں شریف صاحب نے لکھا تھا کہ قاضی صاحب میں آپ کی خدمت میں خط بھیج رہا ہوں۔ آپ تشریف لائیے۔ ہمارے مکانوں کا ملاحظہ فرمائیں۔ ہم نے محنت کی ہے مزدوری کی ہے کمایا ہے' قاضی صاحب نے جواب دیا تھا آپ نے ساری محنت بھی سود پر کی ہے اور آپ کی ساری محنت بھی حرام پر ہے تو میں نے اس وقت بھی عرض کیا تھا کہ ہمیں رائیونڈ پر اعتراض نہیں ہے ضرور بناؤ۔ اپنے پیسے سے لیکن جو اربوں روپے قومی خزانے سے ادھار لے رکھا ہے پہلے وہ واپس کر دو جو بچ جائے اس سے محل بناؤ۔ یہ الگ بات ہے کہ اب حکومت نے توجہ پلٹی ہے اب مارکیٹ لگ گئی ہے اور ہمارے موجودہ حکمران خرید و فروخت کے ماہر ہیں۔ اب وہی عظیم شہر' جماعت اسلامی کے وہی عظیم لیڈر تین دن اسلام آباد میں تین لاکھ افراد جمع کرتے ہیں اور کوئی 114 بریگیڈ Deploy نہیں ہوتا۔ خدا جانے پس دیوار کیا ہوتا ہے۔

خریدو خریدو حکمرانو! تم نے لوگوں کی عزتیں خریدیں تم نے ملک خریدا جائیدادیں خریدیں تم نے فتوے خریدے۔ تم اب تقوے بھی خریدو۔ لیکن یاد رکھو اللہ کی زمین پر ہر شے بکاؤ نہیں ہوتی ہر فرد بکاؤ نہیں ہوتا۔ یہ تمہارے آخری حربے ہیں اور آزما لو۔ تم ہمیں کہتے ہو خانہ جنگی کراؤ گے۔ ہم خانہ جنگی نہیں ہونے دیں گے۔ انشاء اللہ اگر جنگ ہوگی تو جنگ ہم کریں گے خانہ تمہارا ہوگا۔ اب غریب کا گھر جنگ کا میدان نہیں بنے گا۔ ہمارے گھر تو خانہ جنگی ہو رہی ہے ہمارے گھر تو روز لٹتے ہیں۔ عزتیں لٹتی ہیں۔ گھر لٹتے ہیں۔ خون بہتا ہے اور تم کہتے ہو قاتل نامعلوم ہے اب اگر جنگ ہو گی انشاء اللہ جنگ ہم کریں گے خانے تمہارے ہوں گے۔ اب خانہ جنگی نہیں ہوگی۔ اب تمہارے محلوں میں جنگ لڑی جائے گی۔ یا اس وقت کے آنے سے پہلے تم بھی دین اسلام کا آئین قبول کرلو۔ تم بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی قبول کرلو۔ ہم تمہارے خادم ہیں اور اگر نہیں کرو گے تو جو سربارگاہ نبوی میں اکڑ کر کھڑا ہوگا اللہ کی قسم! ہم اسے قلم کر دیں گے۔ ہم سیاست نہیں کر رہے۔ میں نے لیاقت باغ میں بھی یہی عرض کیا تھا اور عجیب بات ہے دیکھئے ہم نے لیاقت باغ میں جلسہ کیا۔ اسلام آباد سے کتنی دور ہے بڑا زور لگایا اجازت ہی نہیں دیتے۔ ہم نے کہا بھئی ہم تو لوگوں کو کہہ چکے ہیں لوگ آئیں گے ہم بھی جائیں گے۔ آپ کو اگر مارنے کا شوق ہے تو چلو آج ہی بسم اللہ پھر کہا کہ جی آپ جلسہ کریں پر دو گھنٹے 6 بجے سے 8 بجے تک۔ آدھے شرکائے جلسہ اور مقررین راستے میں رہ گئے۔ اب یہاں کوئی کہہ دیتا۔ آٹھ بجے سے پہلے جلسہ ختم کر دو کون پہنچتا۔ اس کے باوجود ہم نے کہا چلو یار آٹھ بجے سے پہلے ختم ہے بات کہنی ہے ہوا میں' فضا میں' ذروں میں' درختوں کے پتے بھی آپ تک پہنچا دیں گے۔ جب ہم نے کہا کہ آٹھ بجے ختم کر دیں گے۔ پھرا شام لکھوایا۔ پھر کہا کہ پانچ لاکھ کے بانڈز سٹی بینک کے لاؤ' کہ تم آٹھ بجے جلسہ ختم کر دو گے اور ہم سے پانچ لاکھ کے بانڈز لئے گئے جلسے کی اجازت کے لئے ضمانت کے بطور پر۔ اس کے باوجود ہم نے اس وقفے میں بھی یہی کہا یہی پیغام دیا تھا۔ کہ ہمیں تو تم نے کربلا میں پہنچا دیا آج۔ آؤ تاریخ کربلا کو دیکھو تم میں سے کتنے لوگوں نے جوان بیٹوں کے لاشے اٹھائے ہونگے۔ کتنے جوانوں نے بوڑھے والدین کو اٹھایا ہوگا۔ کتنے بچوں نے گودوں میں دم توڑے ہونگے۔ جب جگر گوشے والدین کی گود میں دم توڑتے ہونگے جانتے ہو کیا حال ہوتا ہوگا۔ ہم نے قربانیاں دی ہیں میں گن رہا تھا ہم تو فوجی خاندان کے لوگ ہیں میں گن رہا تھا 1947ء سے لے کر 1971ء کی جنگوں میں ہمارے خاندان کے 41 لوگ کام آئے۔ ہم نے خون دیا ہے' سرمیدان دیا ہے۔ اس سے ملک کی حفاظت کی ہے حکمرانو! تم نے کتنے جوان قربان کئے ہیں۔ طبقہ خواص سیاستدانوں' تم میں سے کسی کا بیٹا شہید ہوا ہے؟ کسی کا بھائی گیا ہے ہم تو پہلے ہی کربلا میں ہیں۔

جب کافر ظلم کرتا تھا تو ظلم کو روکنے کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے خدام اور مشاق شہید ہوگئے۔ لیکن جب ظلم نے اپنی روش بدلی مسلمان حکمران ایسا آیا جو دین پر عمل نہیں کرتا تھا تو خانوادہ رسول ﷺ ذبح ہو گئے۔ کافر کے ظلم کو روکنے کے لئے دندان محمد رسول اللہ ﷺ زخمی ہوئے لیکن جب اسلام کا دعویٰ رکھنے والا ظلم کی طرف بڑھا تو سارا خاندان رسالت قربان ہوگیا۔ کیا حضرت حسینؓ انسان نہیں تھے کیا انہیں اپنے بھائی اور جوان بیٹے عزیز نہیں تھے؟ کیوں نہ بیعت کر لیتے۔ لیکن فرمایا! نہیں ظلم کے ساتھ سمجھوتہ خانوادہ رسول کو زیب نہیں دیتا۔ میں اس لئے ایک اور نظر سے دیکھتا ہوں۔ یہ خاندان جو کربلا میں ذبح ہو گیا۔ یہ صرف حضرت حسینؓ کا خاندان نہ تھا۔ یہ جگر گوشے تھے محمد رسول اللہ ﷺ کے۔ یہ بیٹیاں تھیں نبی کریم ﷺ کی۔ یہ نواسے نواسیاں

تھے رسول اللہ ﷺ کے۔ کیا حضرت حسینؓ نے یہ نہ سوچا ہوگا کہ چمن رسالت کے یہ گلہائے رنگین جب میں خاک و خون میں نہلا دوں گا' کل جب میدان حشر میں کل جب موت کے بعد بارگاہ اقدس میں جاؤں گا تو میں یہ تو کہہ سکوں گا کہ میں نے جان قربان کر دی اس کا کیا جواب ہوگا کہ میں نے سارا خاندان رسالت قربان کر دیا۔

کیوں لوٹ کے پیسے واپس نہیں کرتے۔ کیوں محاسبہ نہیں کرتے ان بدمعاشوں کا جو پورے ملک کو لوٹ کر کھا گئے۔ کیوں وہ قرضے واپس نہیں لیتے ہو جو وہ بنکوں سے لے کر لوگ ڈیفالٹر ہو گئے اس لئے کہ حکمرانو! تم خود اس میں شریک ہو

یقیناً" کربلا کے مسافر کا فیصلہ یہی تھا کہ میں جب کہوں گا کہ میرے نانا میں نے تیرے دین کے لئے کسی سے سمجھوتہ نہیں کیا' میں نے تیرا خاندان قربان کر دیا تو وہ فرمائیں گے کہ بیٹا تجھے یہی زیب دیتا تھا۔ کربلا کیا تھا ایک ایسا میدان جہاں جان مال آبرو کا تحفظ نہ تھا ایک ایسا میدان جہاں کھانے کو کچھ نہ تھا' پینے کو نہیں تھا۔ ارے آج یہ چودہ کروڑ عوام کربلا میں بیٹھے ہیں تم نے ہمیں کربلا میں دھکیل دیا لیکن یزید کے لشکریو! محلات میں تم بھی نہیں رہو گے۔ تمہیں بھی کربلا میں آنا ہوگا۔ اللہ ایسا کریم ہے کہ جب اس نے عام آدمی میں یہ جذبہ بیدار کر دیا تو ہر ریڑھی والا' کھڈی والا' ہر تانگے والا' ہر غریب' ہر فقیر جسے نظام کے معنی آتے ہیں یا نہیں کہتا پھرے گا کہ یہ نظام بیکار ہے۔ اسے بدلو اسلام نافذ کرو تو خطرہ بڑھ گیا۔ پوری دنیائے کفر میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ اور کافروں نے سر جوڑ لئے۔ اب خطرہ تھا کہ کافر اس چھوٹے سے ملک کو ہڑپ کر جائیں تو وہ مسبب الاسباب وہ قادر مطلق اس نے اس چھوٹے سے ملک کو ایٹمی طاقت بنا دیا وہ ایسا کریم ہے اس نے انتظام کر دیا اس نے کہا کہ بڑی سے بڑی طاقت ایٹم پر ناز کرتی ہے میں نے اپنے نبی ﷺ کے غلاموں کو ایٹم کی طاقت عطا کر دی ان حکمرانو کو دیکھو یہ اس طاقت کو بیچ کر امریکہ سے پیسہ لینا چاہتی ہیں۔ ارے ظالمو خدا کا خوف کرو یہ صرف چودہ کروڑ پاکستانیوں کی امانت نہیں ہے بلکہ پوری امت مسلمہ کی طاقت ہے۔ پہلے پانچ ایٹمی طاقتیں تھیں۔ پانچوں کافر تھیں۔ چھٹی ہندوستان بنی ہندوستان کافر طاقت تھی اور اب پورے عالم اسلام میں واحد اٹامک پاور ہے پاکستان۔ ارے تمہیں سی ٹی بی ٹی یاد آگئی۔ پھر کہتے ہیں جناب آپ تو بالکل راستہ بند کر دیتے ہیں۔ دنیا میں رہنے کے لئے مل کر چلنا پڑتا ہے۔ حضور ضرور مل کر چلو۔ ہم راہ نہیں روکتے لیکن مغرب والے ہمیں ایٹمی طاقت مان لیں تو پھر جو باقی ایٹمی طاقتوں پر ضابطہ لاگو ہوتا ہے ہم بھی اس پر سائن کریں گے۔ جب وہ یہ کہتے ہیں کہ تم ایٹمی طاقت ہی نہیں ہو تو ہمیں ایٹمی معاہدہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ لہٰذا میں بڑا واضح طور پر کہہ دینا چاہتا ہوں اور امریکہ بھی سن لے اگر اس نے گھیر گار کر حکمرانوں سے انگوٹھا لگوا بھی لیا تو یہ معاہدہ ان افراد اور امریکہ کے درمیان ہوگا۔ امت مسلمہ اسے قبول نہیں کرتی۔ ہم پاکستان کے رہنے والے اس کے ذمہ دار نہیں ہونگے یہ اللہ کی دی ہوئی قوت ہے جو نفاذ اسلام کے لئے اللہ نے اپنے بندوں کو عطا کی ہے۔ اس لئے بیچنے کی کوشش نہ کی جائے۔

ورلڈ بینک سے قرضے کیوں لیتے ہو ظالمو! کیوں لوٹ کے پیسے واپس نہیں کرتے؟ کیوں محاسبہ نہیں کرتے ان بدمعاشوں کا جو پورے ملک کو لوٹ کر کھا گئے۔ کیوں وہ قرضے واپس نہیں لیتے اس لئے کہ حکمرانو! تم خود اس میں شریک ہو۔ تمہیں پتہ ہے کہ اپنے بھی دینے پڑیں گے۔ لیکن اب وقت آرہا ہے انشاء اللہ العزیز۔ ایک ایک ظالم کا پیٹ پھاڑ کر قوم کی ایک ایک پائی وصول کی جائے گی۔

حکمرانو! قانون اسلام' دین اسلام' نظام اسلام نافذ کر دو اور اگر نہیں کرو گے تو انشاء اللہ اس کے نفاذ کو تم روک نہیں سکو گے' اب نفاذ اسلام سے واپس آنے کے لئے تمہیں لاکھوں گردنیں کاٹنا ہونگی جن میں سے ایک ایک گردن تمہارے لئے لوہے کا چنا ثابت ہوگی۔ میں بڑی اچھی طرح جان رہا ہوں دیکھ رہا ہوں کہ اسلام درخواستوں سے نافذ نہیں ہوگا قوت بازو سے نافذ ہوگا اور اگر موجودہ حکمران یا حکمران طبقہ بھی مانے گا تو تب جب انہیں قوت کا احساس ہوگا تب مانے گا ورنہ نہیں مانیں گے اور جنہیں مرنا نہیں آیا اسے جینا نہیں آیا۔ اللہ کی قسم ہم جینے کے لئے نہیں اس کی راہ میں مرنے کے لئے کام کر رہے ہیں۔

اس ہزاروں کے مجمع میں کتنے جانفروش ہیں جو اپنی جان دین حق پر دینے کے لئے آمادہ ہیں میرے ساتھ دونوں ہاتھ کھڑے کرکے اللہ سے عہد کرو۔ ان الصلوة ونسكي وماتي لله رب العالمين لاشريك له۔ اے اللہ ہم تجھ سے عہد کرتے ہیں تیرے دین کے نفاذ کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہا دیں گے اے اللہ ہم گناہ گاروں کا خون قبول فرما۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی موت پر بیعت قبول فرمائے۔ اللہ کریم آپ کے اس جذبہ جان سپاری کو قبول فرمائے۔

حکمرانو! دیکھ لو تمہیں کتنی گردنیں کاٹنا ہونگی اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو پھر سے وہ توفیق دے گا کہ اس سرزمین کو اللہ کے نام سے روشن کریں۔

(امیر محمد اکرم اعوان)

بے حیائی فتوے ــــ اسلام کے تقاضے

دنیاوی امور میں ہمیں کوئی مشکل پیش آئے تو ہم متعلقہ شعبے کے ماہرین کے پاس جاتے ہیں۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ قانونی مشورے کے لئے کسی ڈاکٹر کے پاس جائیں' صحت خراب ہو تو کسی وکیل کے پاس چلے جائیں لیکن دین کے سلسلہ میں ہم نے یہ معیار نہیں رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر کوئی مجتہد بن کر بیٹھا ہے اور ہر قسم کے فتوے بغیر سوچے سمجھے جاری ہو رہے ہیں۔ انہی فتووں میں ٹی وی سے متعلق بھی فتویٰ ہے کہ ٹی وی دیکھنا حرام ہے۔ حالانکہ ٹی وی ایک آلہ ہے اس کا استعمال اسے اچھا یا برا بنا دیتا ہے۔ ایسے بے توقیر فتوے دینے سے بہتر ہے کہ ایک ٹی وی چینل کا بندوبست کرکے اسلامی تعلیمات کو نشر کیا جائے تاکہ بے حیائی کے طوفان کو روکا جا سکتا اور برائی کے خلاف جہاد کیا جاتا۔ فتوے دینے سے بے حیائی نہیں رک سکتی اس کے لئے اقدامات کی ضرورت ہے۔

خطاب مولانا محمد اکرم اعوان۔ 16-1-98

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشتہ فی الذین امنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ واللہ یعلم وانتم لاتعلمون○ ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ وان اللہ رؤف الرحیم○ یایھا الذین امنو لا تتبعو خطوت الشیطن من یتبع خطوت الشیطن فانہ یامر بالفحشاء والمنکر ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ ما زکی منکم من احد ابدا ولکن اللہ یزکی من یشاء واللہ سمیع علیم○

اٹھارویں پارے میں سورۃ النور کی یہ آیات مبارکہ ہیں انیس بیس اور اکیس نمبر آیات ہیں

آج دنیا عذاب کی لپیٹ میں ہے اور عالم کفر کے ساتھ مسلمان ان سے زیادہ پس رہے ہیں کچھ لوگوں کو جنہوں نے مغرب کو یا اہل کفر کو دیکھا نہیں ہے یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ وہاں لوگ بڑے آسودہ حال ہیں جبکہ آسودگی کا تصور کفار کے ہاں پایا ہی نہیں جاتا۔ ظلم وجور فسق وفجور جو کچھ وہاں ہے اتنا کچھ یہاں شاید بیان بھی نہیں کیا جا سکتا اور حقیقت حال وہی لوگ سمجھتے ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے وہاں دیکھا ہے۔ سائنسی ترقی اور ایجادات نے انقلاب برپا کر دیا ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ ایک ایک انسانی وجود کے اندر سیل Cell اور اس کے اندر جو ایٹم موجود ہیں ان تک سائنس کی نظر پہنچ گئی ہے لیکن اس کے باوجود ایسی نئی نئی بیماریاں آتی ہیں جو سائنس کو' میڈیکل سائنس کو عاجز کر دیتی ہیں اور ان ممالک میں پھوٹتی ہیں جو اپنی میڈیکل ریسرچ میں بہت آگے ہوتے ہیں اور لوگ بڑی بے بسی اور بے کسی سے موت کا انتظار کرتے ہیں۔ کینسر کو لے لیجئے ایڈز کو لے لیجئے اور اس طرح کے کتنے امراض ہیں جن میں لاکھوں لوگ ہر حکومت میں اپنے مرنے کا انتظار کرتے رہتے ہیں اور برسوں کرتے رہتے ہیں۔ پورے کافر معاشرے میں کسی کے لئے نہ والدین کی عظمت ہے نہ بیٹی کے لئے شفقت' نہ کسی میں بھائی بہن جیسی محبت۔ جانوروں کی طرح زندگی ہو گئی ہے بلکہ جانوروں سے بھی بدتر۔ ہر ایک بندہ اکیلا اکیلا جی رہا ہے مادی وسائل بھی ہیں سائنس بھی ہے ٹیکنالوجی بھی ہے پھر یہ حال کیوں ہے قرآن حکیم اس موضوع پر ارشاد فرماتا ہے۔

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشتہ فی الذین امنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ- کہ وہ لوگ جو مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانا چاہتے ہیں یاد رکھیں سورۃ فاتحہ جب نازل ہوئی تھی تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ شیطان لیٹتا ہے زمین پر اور اپنے سر پر خاک ڈالتا ہے کہ ایسا زبردست کلام اللہ نے پہلے کسی امت کو نہیں دیا اگر یہ لوگ اس کو پڑھیں گے' اس کو سمجھیں گے اور اس کو اپنا لیں گے تو ان پر میرا بس نہیں چلے گا پھر اس کا تدارک اس نے یہ کیا کہ لوگ پڑھنا چھوڑ دیں یا اگر پڑھتے ہیں تو ایک منتر کی طرح پڑھ لیں اس کا مفہوم نہ سمجھیں یا کسی نے اس کا مفہوم بھی سمجھ لیا ہے تو اس پر عمل نہ کرے اب اس صورت میں نہ پڑھنے والا اور پڑھنے والا برابر ہوگیا۔ اس کا علاج اس نے یہ سوچا کہ بے حیائی کو مسلمانوں میں پھیلا دیا جائے اور اس کے لئے اس کا آلہ کار بنے کافر دہ تو اس کے اپنے لوگ ہوتے ہیں اس کی اپنی فوج ہے حزب الشیطان۔ قرآن نے انہیں شیطان کا لشکر اور اس کی فوج قرار دیا ہے چنانچہ باقاعدہ طریقے سے اور بڑے غیر محسوس انداز میں کبھی علاج معالجے کے نام پر یعنی آپ اندازہ کر لیجئے کہ سو سال انگریز کی حکومت رہی اور اس نے ایک رواج دے دیا کہ مردہ خانے میں پوسٹ مارٹم مرد کرتے ہیں۔ آج تک خواتین کا پوسٹ مارٹم مرد ہی کرتے ہیں یعنی مرنے کے بعد بھی انہیں حرمت نصیب نہیں ہوتی۔ آپ کے اس ملک پاکستان میں بھی مرنے والی خواتین کا پوسٹ مارٹم مرد کرتے ہیں اس غیر محسوس طریقے سے نرسوں کا رواج بنایا خواتین نرسیں ہوں گی پھر مردوں کا علاج بھی اور دوا بھی ان کی ذمہ داری۔ پھر اس حد تک لے گئے کہ اب بھی ہسپتالوں میں پیشاب نکالنے کا کام بھی مردوں کا نرسیں ہی کرتی ہیں' خواتین کرتی ہیں یعنی یہ ایسے چھوٹے چھوٹے کام ہیں جن پر کسی کی نظر ہی نہیں

پڑتی' بڑے آرام سے وہ چلتے رہتے ہیں پھر ریڈیو آگیا پھر ٹیلی ویژن آگیا پھر اس پر گانے بجانے کو پھر گانے بجانے میں عجیب طرز کی چیزیں آئیں۔ اس کے ساتھ اب ڈش آگئی اب اس پر سارا مغرب دکھایا جانے لگا تو اب کوئی پردہ ہی نہیں رہا۔ بے لباس عورتوں کا دیکھنا یا بے لباس مردوں کا دیکھنا وہ کوئی ایسی بات ہی نہیں رہی اور کوئی ایسا بے حیائی کا تصور نہیں ہے جو آج خود ہمارے گھروں میں اندر تک نہ پہنچ رہا ہو اور اسے ہم نہیں روک سکتے اور باقاعدہ اور منظم طریقے سے لوگوں کو اس کا عادی بنایا گیا لیکن اس سارے کا حاصل ان اقوام کو کیا ہوا۔

لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دونوں جگہ دردناک عذاب ہے پورا عالم کفر مختلف قسم کی وباؤں کا شکار۔ کسی باپ' بہن' بیٹی کا تصور نہیں کسی کے ساتھ ہمدردی کا کوئی Concept نہیں ہے۔ لوٹ مار' قتل وغارت گری یہ سارا روزمرہ کا معمول ہے۔ ذلت ان کا مقدر بن چکی ہے اور وہ ترستے ہیں کہ کوئی ایک لمحہ سکون کا مل جائے۔ یہ حال تو دنیا میں ہے آخرت کے عذاب اس سے کئی گنا بڑے ہوں گے اور فرمایا واللہ یعلم۔ اللہ جانتا ہے کہ کون کس حال میں ہے تم خواہ ان کی ظاہری حالت دیکھ کر نہ بھی سمجھ سکو وانتم لاتعلمون○ تمہیں حقائق کی سمجھ نہیں آتی لیکن اللہ جانتا ہے کہ کس قدر عذاب میں مبتلا ہیں وہ لوگ۔

> پورے کافر معاشرے میں کسی کے لئے نہ والدین کی عظمت ہے نہ بچی کے لئے شفقت نہ کسی میں بہن بھائی جیسی محبت۔ جانوروں کی طرح زندگی ہو گئی ہے بلکہ جانوروں سے بھی بدتر

لیکن سوال یہ ہے کہ جتنے عذاب عالم کفر پر ہیں وہ کسی نہ کسی صورت میں سارے مسلمانوں پر بھی ہیں یعنی کافر نے تو یہ جرم کیا کہ خود تو بے حیا تھا ہی اس نے خود تو بے حیائی اختیار کی اسے مسلمانوں میں بھی پھیلانے کی پوری کوشش کی اور بڑے دکھ کی بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں جو طبقہ دین دار ہے یا نیک ہے ان کی سمجھ میں ان کا حل نہیں آتا وہ فتویٰ دے دیتے ہیں کہ ٹی وی دیکھنا حرام ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس طرح کے فتوے دینا خود فتووں کی توہین ہے اور اس لئے آج فتوے میں کوئی اہمیت نہیں رہی کہ ہر چھوٹا بڑا کوئی نہ کوئی فتویٰ ٹھونکے جا رہا ہے اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس کی کوئی امپلیمنٹیشن نہیں اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ فتویٰ دینے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا اثر بھی ہو' اس میں کوئی طاقت ہو تو علماء کو چاہئے تو یہ تھا کہ فتویٰ دینے سے پہلے وہ طاقت حاصل کرتے کہ جس بات پر وہ فتویٰ دیں وہ نافذ کی جائے ورنہ بغیر طاقت کے فتویٰ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس طرف کسی نے توجہ نہ کی اب یہ کوئی فتویٰ نہیں ہے کہ دنیا میں ایک انسٹرومنٹ ایجاد ہوا ہے اور وہ حرام ہو گیا بھئی جتنے قتل وغارت گری اور ڈاکے ہوتے ہیں یہ ہمارے ہتھیاروں سے بندوقوں پستولوں سے ہوتے ہیں پھر ان سب کا بنانا رکھنا تو حرام نہیں کیا کسی نے' اس لئے کہ جہاد کا ہتھیار بھی وہی ہے۔ ٹیلی ویژن بھی ایک اوزار تھا بن گیا اس سے بے حیائی پھیلائی جا رہی ہے اب چاہئے تو یہ تھا کہ عالم کفر بے حیائی پھیلاتا تھا تو عالم اسلام اس پر قرآن وحدیث کی درس دیتا انسانوں کو انسانی عظمت سے آشنا کراتا' توحید باری کے دلائل دیتا' رسالت نبوی ﷺ کے دلائل دیتا اور کافروں کے گھروں میں بھی وہ باتیں پہنچتیں۔ اگر وہ نہیں چاہتے جس طرح ہم نہیں چاہتے تو ان کی باتیں جس طرح ہمارے گھروں میں آتی ہیں ہماری بات بھی ان کے گھروں میں جاتی۔ ننگی پھرنے والی خواتین کو عورت کی عظمت' اس کی حرمت' اس کی آبرو سے آگاہ کیا جاتا اور ان کی زبان میں کیا جاتا۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں وہ تقریریں ہوتیں' دنیا کے مختلف لوگ سنتے اور شاید اللہ کسی کے دل میں تو ڈال دیتا اور اس کا رد تو یہ تھا کہ جو طریقہ وہ بے حیائی کو پھیلانے کا استعمال کر رہے ہیں وہی بے حیائی کو رد کرنے کے لئے اختیار کیا جاتا۔ اب اس کے لئے چونکہ تکلف کرنا پڑتا تھا ان ساری چیزوں کا حل تلاش کرنا پڑتا تھا وہ ساری زبانیں سیکھنا پڑتی تھیں اس کے لئے ہم نے بڑا آسان طریقہ تلاش کیا کہ اس پر کفر کا' حرام کا فتویٰ لگا دو اور اس فتوے پر ہم خود بھی قائم نہ رہے یعنی جس مولانا صاحب کو اپنے ٹی وی والے یا کوئی ٹیلی ویژن والا ذرہ سا موقع دے دے بات کرنے کا تو وہاں حرمت ختم ہو جاتی ہے اور خود مولانا ٹی وی پر موجود ہوتے ہیں ہر گھر کے لئے تصویر کی حرمت ہے لیکن ہر اخبار پر علماء موجود ہیں اور وہاں ان کی تصویر بھی موجود ہے کوئی حرمت نہیں ہے تو پھر ان فتووں کی کیا اہمیت رہی یعنی دین کو ہلکا کرنے والی بات ہو گئی۔ دینی باتوں کا مذاق اڑانے والی بات ہو گئی تو حق تو یہ تھا کہ اللہ نے مسلمانوں کو کم وبیش ساٹھ کے قریب سلطنتیں دی ہیں دنیا میں بچپن چھپن ریاستیں ہیں یعنی اسلامی ممالک ہیں انہیں اللہ توفیق دیتا تو اس ٹیلی ویژن کو ذریعہ بنا کر یہ اللہ کے قرآن کو روئے زمین کے گوشے گوشے میں پہنچاتے۔ نبی کریم ﷺ کے ارشادات کو زمین کے چپے چپے تک پہنچاتے۔ دنیا کی ہر زبان میں پہنچاتے کتنی ہی زبانیں تو خود مسلمان ممالک کی الگ الگ ہیں انڈونیشیا سے شروع ہو کر افریقہ تک جاتے ہیں مسلمان ممالک' کتنی ہی زبانیں تو خود ان کے اندر ہیں پھر بین الاقوامی زبانیں ہیں لیکن یہ کیوں نہ ہوا اس لئے کہ مسلمانوں نے بھی کافروں کو اپنی پناہ گاہ سمجھ لیا اللہ کریم فرماتے ہیں۔

ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ اور اگر تم پر اللہ کا فضل نہ ہوتا اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یہ کافروں کا پراپیگنڈہ تجھے تباہ کر کے رکھ دیتا لیکن اللہ نے تم پر فضل کیا اور تم پر رحمت کی اللہ کی رحمت کیا ہے رحمت مجسم ہے محمد رسول اللہ ﷺ اور اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی کیا ہے وہ نظام حیات جو رحمتہ اللعالمین ﷺ نے دیا۔ تم پر اللہ کا یہ کرم ہے کہ ساری

ہدایت کی رحمت کے مظہر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی قیادت سیادت اور رہنمائی اور امامت تمہیں نصیب ہے اور پھر نبی کریم ﷺ نے تمہیں وہ ضابطہ حیات دے دیئے ہیں جہاں کسی بے حیائی اور برائی سے گزرنے کا کوئی راستہ ہی نہیں ہے فرمایا:-

ان اللہ رؤف رحیم○ بے شک اللہ بہت بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

اب ہماری بدنصیبی دیکھئے کہ ہم نے وہ دونوں نعمتیں ایک کنارے کر لیں اور تابع داری اور اتباع اختیار کر لیا عالم کفر کا۔ یہی بات اگلی ریت میں قرآن حکیم فرماتا ہے۔

یایھا الذین امنوا اے وہ لوگو! جنہیں نور ایمان نصیب ہے لا تتبعو خطوت الشیطن شیطان کے نقش قدم پر نہ چل پڑو شیطان نے تو یہ پلان بنا رکھا ہے اس نے تو یہ سکیم بنا رکھی ہے اور اپنی فوج کو' عالم کفر کو اس بات پر لگا دیا ہے کہ مسلمانوں میں بے حیائی کو پھیلایا جائے۔ جب بے حیائی آنے گی نیکی ختم ہو جائے گی' حق و انصاف ختم ہو جائے گا اور جب اس راستے سے یہ ہٹ جائیں گے جو محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے تو پھر شیطانیت ہی رہ جاتی ہے اب اللہ کریم فرماتے ہیں کم از کم خود تمہیں تو یہ نہیں کرنا چاہئے کہ تم اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے دیئے ہوئے ضابطے چھوڑ کر شیطان کے بنائے ہوئے راستوں پر چل نکلو۔

> دوسرے آلے کی طرح ٹی وی بھی ایک آلہ ہے۔ اس کا استعمال اچھا یا برا ہو سکتا ہے۔ اب ہر چھوٹا بڑا ٹی وی کو حرام قرار دیے جا رہا ہے۔ یہ فتووں کی توہین ہے۔ جس سے فتووں کی اہمیت ختم ہوتی جا رہی ہے

لا تتبعو خطوت الشیطن شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو نقش قدم پر چلنا ایک محاوراتی زبان ہے چونکہ اس طرح سے تو کوئی چلنے سے رہا کہ شیطان آگے آگے چل رہا ہو اس کے پاؤں کے نشان پڑ رہے ہوں وہ دیکھ کر چل رہا ہے۔ نقش قدم پر چلنے سے مراد یہ ہے کہ زندگی گزارنے کے وہ طریقے جو شیطان نے انسانوں کو سکھائے ہیں تم وہ قبول نہ کرنا تم ان پر قائم رہنا جو محمد رسول اللہ ﷺ نے سکھائے ہیں اور فرمایا۔

ومن یتبع خطوت الشیطن اگر کوئی شیطان کے پیچھے چل ہی پڑا فانہ یا مر بالفحشاء تو شیطان اس سے بے حیائی کے کام کرائے گا والمنکر اور برائی کرائے گا اور پھر فرمایا یاد رکھو لو لا فضل اللہ علیکم ورحمتہ ما زکی منکم من احد۔ اگر اللہ کا فضل اور اللہ کی رحمت نہ ہو تم پر' تو سب کے دامن داغدار ہو جائیں گے سب ظلم میں شریک ہو جائیں گے سب کو حرام کھانا پڑے گا سب بدکاری کریں گے سب بے حیائی کریں گے سب برے ہو جائیں گے۔

ولکن اللہ یزکی من یشاء اللہ ہی جسے چاہتا ہے پاک باز رکھتا ہے اور انہی کے لئے چاہتا ہے جو اس کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع کرتے ہیں۔ واللہ سمیع علیم جو بات کوئی کہتا ہے اللہ وہ بھی سنتا ہے جو کوئی زبان سے نہیں کہتا نہاں خانہ دل میں رکھتا ہے وہ بھی اللہ جانتا ہے۔

حضرات گرامی! رمضان المبارک اللہ کی رحمتیں لٹانے کا مہینہ ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ اس کے پہلے دس دن جو ہیں اولہ رحمتہ اللہ کی رحمت بٹنے کے ہیں اور درمیانے دس دن جو ہیں وہ بخشش کے ہیں اوسطہ مغفرۃ سب گناہوں سے بخشش نصیب ہوتی ہے واخرہ اتق من النار اور آخری دس دن جو ہیں وہ دوزخ سے رہائی کے ہیں۔

لیکن ہم یہ دیکھ رہے ہیں گو پہلے بھی ہوتا تھا لیکن اس دفعہ تو رمضان المبارک کا کوئی اثر اس قوم پر یا وطن عزیز پر نظر نہیں آتا۔ وہی قتل و غارت گری ہے وہی ظلم و جور ہے وہی خون مسلم بہہ رہا ہے اور عجیب بات ہے قاتل بھی کہتا ہے میں مسلمان ہوں مرنے والا بھی مسلمان ہے مسجد میں مرتا ہے مدرسے میں' گلی میں ایک دوسرے کو جانتے بھی نہیں قاتل تک نہیں جانتا مرنے والا کون ہے مرنے والا نہیں جانتا قاتل کون ہے اور عجیب بات یہ بھی ہے اور یہ حق ہے کہ شیطان اور اس کی ساری اولاد رمضان کے چاند کے طلوع ہونے کے ساتھ قید ہو جاتی ہے اور شوال کا چاند طلوع ہونے تک قید رہتی ہے اس کا مطلب ہے دنیا بھر کے سارے شیطان ہی قید ہیں لیکن برائی میں کمی نہیں ہوئی اضافہ ہو رہا ہے شاید اس لئے کہ جنوں اور انسانوں میں اتنی شیطنت آگئی ہے کہ اب ابلیس کی بھی ضرورت باقی نہیں رہی شیطان کے پیروکار اتنے ہو گئے ہیں چونکہ جو قید ہوتے ہیں وہ ابلیس اور اس کی اولاد ہے انسانوں میں سے جو شیطان بن جاتے ہیں یا جنوں میں سے جو شیطان کا اتباع اختیار کر لیتے ہیں یہ تو قید نہیں ہوتے شیاطین الانس والجن قرآن حکیم کہتا ہے انسانوں میں سے شیطان بن جاتے ہیں اور جنوں میں سے یہ تو قید نہیں ہوتے اب اتنی قوت انسانی شیطانوں نے اور جنی شیطانوں نے حاصل کر لی ہے کہ ابلیس اور اس کی ساری اولاد قید بھی ہو جائے تو روئے زمین پر ظلم و جور میں کفر و شرک میں یا برائی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر یہ حال جرائم کا مسلمان کہلانے والوں میں ہے تو عالم کفر کا اندازہ کر لیں لیکن آخر اس سب کا کوئی علاج بھی ہے یا اس کے لئے کوئی ذمہ دار بھی ہے۔

دو طبقے بن جاتے ہیں ہر قوم کے۔ ایک طبقہ وہ ہوتا ہے جو برائی اختیار کر لیتا ہے ایک طبقہ وہ ہوتا ہے جو اس برائی کو روکنا چاہتا ہے ایک طبقہ وہ ہوتا ہے جو برائی میں شریک نہیں ہوتا لیکن کسی الجھن میں نہیں پڑنا چاہتا برائی کو روکنا نہیں چاہتا ہے ہر ایک اپنے رب کے نزدیک حساب دے گا اور اپنا بھگت لے گا میں اس تکلیف میں نہیں پڑنا چاہتا قرآن حکیم میں کئی قوموں کے اس طرح کے حالات بیان ہوئے ہیں جب انجام کار عذاب آیا تو صرف وہ لوگ

بچے جو برائی سے روکنے کے لئے کمر بستہ ہو گئے تھے جنہوں نے برائی کی جو عذاب ان پر آیا وہی ان پر بھی آیا جنہوں نے برائی تو نہیں کی لیکن اسے روکنے کی کوشش بھی نہیں کی اس لئے کہ وہ برائی میں شریک گردانے گئے۔

ہمارے ہاں مصیبت یہ ہے کہ ہم میں صرف دو طبقے ہیں ایک وہ جو بڑی جرات سے علی الاعلان برائی کر رہا ہے اور ایک وہ جو برائی نہیں کرتا نیک ہیں لیکن اس برائی کو روکنے کا **تکلف** نہیں کرنا چاہتا اس کے لئے امام مہدی کا انتظار کر رہے ہیں کسی غیبی کرشمے کا انتظار کر رہے ہیں کسی عجیب بات کے ظہور کے منتظر ہیں لیکن خود نہیں کچھ کرنا چاہتے۔ وہ طبقہ نظر نہیں آتا جو سر میدان نکل کر برائی کو روکنے کا ارادہ کرتا ہو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ عذاب ہم سب پر مسلط ہے اس کا شکار ہم سب ہو رہے ہیں اور کتنی حیرت ناک بات ہوگی اور کتنی حسرت ناک بات ہوگی کہ آدمی دنیا میں بھی ذلت وخواری برداشت کرے اور مر کر بھی اللہ کے عذاب کی گرفت میں آجائے۔ اللہ کی مخلوق جو دنیا میں رسوا ہو رہی ہے کفر وشرک میں تباہ ہو رہی ہے ذلت ورسوائی سے دوچار ہے اس ساری مخلوق کا حساب ہوگا اس بندے سے جو اپنے کو مسلمان کہتا ہے یعنی ہر مسلمان پر واجب ہے کہ پوری انسانیت کو گمراہی اور تباہی اور عذاب الٰہی سے بچانے کی بھرپور کوشش کرے۔

ابلیس اور اس کی ساری اولاد قید ہے تو پھر رمضان شریف میں وہی قتل وغارت' دھوکہ دہی' ظلم وستم کیوں جاری ہے

اب اگر یہ جواب دینا پڑ گیا کہ عالم انسانیت کو تباہی سے بچانے کے لئے تم نے کیا کوشش کی تو اس کا جواب یہ نہیں ہوگا کہ میں نے بڑی نمازیں پڑھی ہیں یہ جواب ہوگا نمازوں کے بارے سوال کا کہ تم پر نمازیں کتنی فرض تھیں اور تم نے کتنی پڑھیں اس کا جواب تو یہ بن سکتا ہے کہ میں نے اتنی نمازیں ادا کیں اللہ قبول فرمائے زکواۃ فرض ہو جاتی ہے جب ہم پر تو اس کے بارے جب سوال ہوگا تو یہ جواب اس کا ہے کہ میں نے زکواۃ ادا کی مجھ پر حج فرض تھا میں نے حج کر لیا روزے فرض تھے میں نے روزے بحمد اللہ رکھے لیکن جب یہ سوال آجائے کہ تم معکلف تھے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے پیغام کو دنیا تک پہنچانے کے اور اللہ کے احکام کو دنیا پر نافذ کرنے کے' اللہ کی مخلوق کو شیطان کے پنجوں سے چھڑانے کے' اللہ کے بندوں کو بندوں کی خدائی سے نجات دلانے کے مکلف تھے تم' تمہاری یہ ذمہ داری تھی اس کے لئے تم نے کیا کیا تو اس کا جواب کیا ہوگا؟ میں نے حج کیا' میں نے تبلیغ کی' میں نے ذکر کیا' میں نے نمازیں پڑھیں' میں نے پیسے خرچ کئے' یہ سب اس سوال کا جواب تو نہیں ہوگا۔

جب تک جہاد فرض نہیں تھا نبی علیہ الصلواۃ والسلام کو ہجرت کرنا پڑی صحابہ کرام نے ہجرت کی یعنی کم از کم اگر تلوار نہیں اٹھا سکتے تھے تو وہ جگہ تو چھوڑ دینا پڑی جہاں ظلم اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا جبکہ اللہ نے مہیا فرما دی جہاں ظلم نہیں تھا۔

مدینہ منورہ میں جب جہاد فرض ہو گیا تو وہ ہستی جو کائنات کے لئے رحمت ہے وما ارسلنک الا رحمتہ العلمیں۔ سارا قرآن حضور ﷺ نے پڑھایا وضو سے لیکر دین کے سارے ارکان حضور ﷺ نے سکھائے سارے مسائل نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے سکھائے ساری فقہ کی تعلیم محمد رسول اللہ ﷺ نے دی۔ سارے کا سارا دین بھی سکھایا اور اس کے ساتھ چوراسی جنگیں بھی عالم کفر کے ساتھ لڑیں کافرانہ نظام ہٹا کر اسلام کا عادلانہ نظام نافذ کرنے کے لئے۔ اگر اس ہستی کے پاس جو مجسم رحمت ہے جہاد کے علاوہ نفاذ اسلام کا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا تو میں نہیں سمجھتا کہ دنیا کے کسی دوسرے بندے کے پاس کوئی دوسرا راستہ ہو۔

وقاتلوا وقتلوا لوگوں نے گردنیں ماریں کافروں کی اور اپنی جانیں لٹائیں۔ جزیرہ نمائے عرب پر پوری اسلامی ریاست بنا کر نبی رحمت ﷺ نے چشم عالم سے پردہ فرمایا 23 برسوں میں تیرہ برس مکہ مکرمہ میں اور دس برس مدینہ منورہ میں نزول قرآن ہوتا رہا 23 برسوں کے بعد قرآن جب مکمل ہو گیا دین کامل ہو گیا حضور ﷺ نے ایک جماعت تیار فرمائی۔ ایک حکومت ایک سلطنت ایک ریاست ایک ملک ایسا بنا دیا جس کا ہر کام قرآن کے حکم کے مطابق تھا۔ قانون قرآن کے مطابق تھا' ہر آئین و ہر دستور قرآن کے مطابق تھا بازار' گھر' عدالت' حکومت' دربار ہر جگہ اللہ کی حاکمیت تھی اور بندے صرف اپنا اپنا فریضہ ادا کر رہے تھے تب رحمت عالم ﷺ نے چشم عالم سے پردہ فرمایا اور جان نثاران رسالت پناہی نے وصال نبوی ﷺ کے بعد 23 برسوں کے اندر اندر روئے زمین پر اللہ کا حکم نافذ کر دیا۔ اس وقت بھی بڑی بڑی شہنشاہتیں تھیں' بڑی بڑی بادشاہتیں تھیں' بڑی بڑی ریاستیں تھیں' بڑے بڑے طاقتور حکمران تھے۔

ہمارے ہاں صرف دو طبقے ہیں ایک برائی کرنے والا اور دوسرا برائی نہ کرنے والا برائی سے روکنے والا تیسرا طبقہ منظر سے غائب ہے۔ اس تیسرے طبقے کی اس وقت سخت ضرورت ہے

میں آج کے اخبار کی سرخیاں پڑھ رہا تھا کہ ہمارے وزیراعظم کی ہندوستان کے وزیراعظم سے ملاقات ہوئی اور اس میں نواز شریف نے کہا کہ آپ کشمیر میں ظلم بند کریں اس نے کہا کون کشمیر کیا کشمیر کیسا ظلم ہمارا اپنا ملک ہے ہم اپنا انتظام کر رہے ہیں وہاں امن قائم کرنے کا تم کس ظلم کی بات کر رہے ہو' تم کون ہو۔ ہمارے اکابرین ایسی اپیلیں لیکر کافروں کے پاس نہیں گئے تھے اور انہوں نے یہ مطالبہ بھی کسی سے نہیں کیا تھا کہ یہ ملک ہمارا ہے ہمیں دے دو وہ فرماتے تھے' پوری تاریخ اسلامی میں آپ کو تین جملے نظر آئیں گے

حد یہ ہے کہ قیصرو کسریٰ جیسے عظیم حکمرانوں سے بھی انہوں نے یہی تین جملے کہے کہ اسلام قبول کرلو اللہ تمہارا بھی پروردگار ہے تمہارا بھی رب ہے تمہارا بھی الہ حقیقی وہی ہے خود اسلام قبول کرلو خود اسلام کے سپاہی بن جاؤ ہمارا کام ختم ہو گیا تمہاری اپنی ذمہ داری شروع ہو گئی اللہ کا دین نافذ کرو اگر یہ منظور نہیں ہے تو ملک اپنے پاس رکھو حکومت کرو لیکن نظام اسلام کا نافذ ہو گا تمہارا بنایا ہوا نظام نہیں چلے گا اس لئے کہ تمہارے نظام ظالمانہ ہیں زمین اللہ کی ہے مخلوق اللہ کی ہے بندے اس کے ہیں ان کے ساتھ وہ سلوک ہو گا جو اللہ چاہتا ہے جو اس کو پسند ہے اور جو تم چاہتے ہو وہ ہم نہیں ہونے دیں گے انہوں نے کہا عجیب بات ہے ملک ہمارا لوگ ہمارے حکومت ہماری اور نظام تم دو گے انہوں نے کہا نہ ملک تمہارا ہے نہ لوگ تمہارے ہیں ملک اللہ کا ہے لوگ بھی اس کے ہیں حکومت اسی نے تمہیں دے رکھی ہے اگر تم ایمان نہیں لانا چاہتے نہ لاؤ لیکن ظلم نہیں کر سکو گے بھئی کمال ہے تم صحرائے عرب سے اٹھ کر آکر کسریٰ کو کہتے ہو ظلم نہیں کرو گے قیصر کو کہتے ہو ہم نہیں تمہاری بات سنتے انہوں نے کہا اگر نہیں سنتے تو کوئی بات نہیں ہے تلوار فیصلہ کر دے گی ہمارے اور تمہارے درمیان۔ کوئی اپیل لیکر ہم نہیں آئے ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کر دے گی۔ اگر مسلمان ملک کا ایسا وزیراعظم ہوتا جس کے ملک میں اسلام نافذ ہوتا تو اسے ہندو وزیراعظم یہ نہ کہتا کہ ملک ہمارا ہے تم کون ہوتے ہو بات کرنے والے؟ وہ اسے پھر یہ بھی کہتا کہ یہ فیصلہ پھر میدان میں ہو جائے گا کہ ملک کس کا ہے۔ ملک اللہ کا ہے مخلوق اس کی ہے اور نظام بھی اس کا ہو گا۔ لیکن ایک ہی کافر کے در پر شبہ ساں ہیں وہ کافر بھی اور ہم مسلمان بھی۔ اللہ کو تو خانہ پری کے لئے ہم نے رب مانا ہوا ہے ورنہ ان کا اور ہمارا دونوں کا رب اصل میں جسے ہم مانتے ہیں وہ امریکہ ہے عملاً" جسے ہم نے اپنا رب بنا رکھا ہے وہ تو امریکہ ہے اللہ کو ماننا خانہ پری کے لئے رکھا ہوا ہے اس لئے جہاد کی بات نہیں ہو سکتی اور مجھے حیرت ہوتی ہے ان بزرگوں پر جو کشمیر میں جہاد کروا رہے ہیں۔ میرے خیال میں کشمیری مسلمانوں پر زیادہ مظالم ڈھانے کا سبب یہ جہاد بن رہا ہے یہ ادھورا جہاد اگر یہ کسی ایک کافر سپاہی کو مار دیتے ہیں تو پھر یہ سینکڑوں کشمیریوں کی عزتیں بھی لٹتی ہیں جانیں بھی جاتی ہیں لیکن کیا یہ واقعی جہاد ہے کافر سے لڑنے کی حد تک تو جہاد ہے لیکن ایک کافر نظام سے چھین کر مسلمانوں کو دوسرے کافر نظام کے تابع کرنے کے لئے محنت کرنا کیا جہاد ہے یہ سوال علماء کے ذمہ ہے کہ وہاں بھی وہی کافرانہ نظام نافذ ہے یہاں بھی وہی کافرانہ نظام نافذ ہے آپ لڑتے ہیں جہاد کے نام پر اللہ کرے آپ ہندوستان سے کشمیر لے لیں اس کی کوئی صورت نظر نہیں آتی لیکن میں تو دعا کرتا ہوں کہ اللہ کرے آپ لے لیں لے کر آپ پاکستان میں شامل کریں گے تو اس پر وہی پھر کافرانہ نظام نافذ ہے کیا یہ جہاد ہو گا شرعاً" کہ ایک کافرانہ نظام سے چھین کر دوسرے کافر نظام کو دے دیا جائے تو کفر سے کفر کے حوالے کرنا کونسا جہاد ہے۔

ہاں افغانستان میں طالبان جہاد کر رہے ہیں اس سے پہلے جو ہوا روس کے خلاف وہ جہاد تھا کافر حکومت سے انہوں نے اپنا ملک اللہ کے نام پر چھڑایا اب وہ جن سے بھی لڑ رہے ہیں اگلے دن میرے پاس بھی ایک مسئلہ آیا تھا کہ طالبان لڑ رہے ہیں لوگ کہتے ہیں افغانستان میں مسلمان آپس میں لڑ رہے ہیں تو کیا یہ جہاد ہے میں نے کہا یہی تو جہاد ہے کہ یہ اسلام نافذ کرنے کے لئے لڑ رہے ہیں اور جو علاقہ ان کے زیر نگیں آتا ہے وہاں عملاً" اسلام نافذ ہو جاتا ہے اگر افغانستان میں ظلم کوئی کر رہا ہے تو وہ جو خود کو مسلمان کہتا ہے اور نفاذ اسلام کو روکنے کے لئے لڑ رہا ہے وہ ظالم ہے نفاذ اسلام کے لئے لڑنے والے حقیقتاً" جہاد کر رہے ہیں اور یہی جہاد ہے اور یہ مسئلہ تو کل یہاں بھی پیش ہو گا اسلام اس ملک میں بھی جہاد سے نافذ ہو گا۔ تو کیا جو آدمی نفاذ اسلام کی راہ روکنا چاہے وہ بھی مسلمان ہے اسے مسلمان کنسڈر کرنا اور اس کے خلاف نہ لڑنا یہ میں سمجھتا ہوں درست نہیں ہے غلط ہے وہ کیسا مسلمان ہے جو نفاذ اسلام کو روکنا چاہتا ہے۔

اسلام کی پوری تاریخ تین جملوں پر مشتمل ہے۔ اگر پہلے دو جملوں میں سے ایک بھی نہ مانا جائے تو مسلمانوں کی ذمہ داری دوچند ہو جاتی ہے

تو میرے بھائی ہو گا یہاں بھی جہاد ہی اللہ کس کس کو توفیق دیتا ہے اور کب ہوتا ہے آج ہوتا ہے دس دنوں میں ہوتا ہے یہ جتنی قتل وغارت گری ہو رہی ہے مساجد میں اور امام باڑوں میں اور جنازوں میں اور جلسوں میں گلیوں میں اور کوچوں میں اس میں کوئی شیعہ سنی فساد نہیں ہے اور نہ کوئی دیوبندی بریلوی فساد ہے یہ اصل فساد ہے بین الاقوامی غیر اسلامی طاقتوں کا بنایا ہوا کہ مسلمانوں کو گروہوں میں بانٹ کر آپس میں لڑانے کا اور یہ آپ کی حکومت جو ہمیشہ قاتل نامعلوم کہتی ہے یہ مجبور ہے بے چاری اس کی گردن بھی انہی کے ہاتھ میں ہے جو یہاں خانہ جنگی کروا رہے ہیں اور اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی طاقت کو آپس میں لڑا کر ختم کر دیا جائے تاکہ یہ نفاذ اسلام کے کام سے باز رہیں اگر مر رہے ہیں تو بھی انہی کے لوگ ہیں مار رہے ہیں تو بھی انہی کے لوگ ہیں نقصان ہر طرف انہی کا ہو رہا ہے اور کام ہو رہا ہے ان کافر طاقتوں کا جن کا سربراہ امریکہ ہے ایسا برا کافر ہے کہ اب اس کے کفر سے تو کافر بھی تنگ آگئے ہیں اب تو فرانس بھی کہتا ہے امریکہ بدمعاشی کر رہا ہے یورپ کے دوسرے ملک بھی کہتے ہیں امریکہ بدمعاشی کر رہا ہے برطانیہ بھی چیخ اٹھا ہے امریکہ بدمعاشی کر رہا ہے اب تو کافر بھی کہتے ہیں کہ یہ ہم سے برا کافر ہے تو کبھی عراق پر پابندیاں لگتی ہیں کیمیائی ہتھیار بھئی برطانیہ بنا سکتا ہے سارے یورپی ممالک بنا سکتے ہیں امریکہ خود بنا رہا ہے عراق بنائے تو کونسا جرم ہو جاتا ہے اس لئے کہ وہ مسلمان ہے اس کے پاس نہیں ہونا چاہئے اس طرح آج

باقی صفحہ 27 پر ملاحظہ فرمائیں

برف کی ٹکور

یار! آؤ اس لبھا سنگھ کی تلاش کریں جس کی شناختی علامات کچھ یوں ہیں کہ اس کی بیوی چڑچڑی ہے' بیٹا پیدائشی معذور ہے' باپ پاگل ہے' ماں برسوں سے بیمار ہے' مکان پر کسی نے قبضہ کر رکھا ہے جس کا باس سڑیل ہے وقت پر تنخواہ نہیں دیتا' جسے مہنگائی اور قرض نے "نکونک" کر رکھا ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اتنا طاقتور ہے کہ اس نظام کو بدل سکتا ہے جس میں بیس بیس سال انصاف نہیں ملتا' سات سات برس تک عدالت میں چالان پیش نہیں ہوتے اور تیرہ تیرہ برس سے دائر مقدمات کی پیشی نہیں پڑتی۔ اتنی بھرپور شناختی علامات والا اتنا طاقتور آدمی چھپا نہیں رہ سکتا۔ آؤ اسے تلاش کریں۔ کیا یہ میں خود تو نہیں۔ کیا یہ آپ تو نہیں ہیں یہ کہیں سارے پاکستان میں پھیلے ہوئے تو نہیں ہیں۔ کہاں ہے لبھا۔ کون ہے لبھا۔ کون کون ہے لبھا۔ آؤ جاوید چوہدری سے پوچھتے ہیں۔

تحریر۔ جاوید چوہدری

لبھا سنگھ کا بوٹ بہت تنگ تھا چلتے ہوئے تکلیف دیتا تھا لیکن اس اذیت کے باوجود وہ تبدیل کرنے پر راضی نہیں تھا۔ دوستوں کو خبر ہوئی تو اسے سمجھانے کے لئے آ گئے لبھا سنگھ سنتا رہا جب دوست خاموش ہو گئے تو بولا "تم لوگ کیسے دوست ہو' میری زندگی کا واحد سکون بھی مجھ سے چھین لینا چاہتے ہو" دوستوں نے حیران ہو کر کہا "کیا مطلب؟" لبھا سنگھ نے تسمے کھولتے ہوئے جواب دیا "تم لوگ جانتے ہو میری بیوی بہت چڑچڑی ہے بیٹا پیدائشی معذور ہے باپ پاگل ہے اور ماں برسوں سے بیمار ہے مکان پر کسی نے قبضہ کر رکھا ہے باس سڑیل ہے تنخواہ وقت پر نہیں ملتی' قرض خواہ میرے پیچھے پیچھے رہتے ہیں اور مہنگائی نے میری گردن جکڑ رکھی ہے" دوستوں نے ہم آواز ہو کر کہا "ہاں ہم جانتے ہیں" لبھا سنگھ نے بوٹ اتار کر کونے میں پھینکے اور ٹانگیں پھیلا کر بولا "زندگی کی ان ساری مشکلات میں یہ بوٹ ہی تو میری واحد تفریح ہیں' ظالمو! تم یہ بھی مجھ سے چھین لینا چاہتے ہو" دوستوں نے کہا "وہ تو ٹھیک ہے لیکن ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ تنگ جوتا کسی کو کیسے سکون پہنچا سکتا ہے اس اذیت ناک عمل میں تفریح کہاں چھپی ہے" لبھا سنگھ نے قہقہہ لگایا اور ہاتھ پر ہاتھ مار کر بولا "دوستو! دکھوں سے بھری اس دنیا میں جب میں یہ جوتا اتارتا ہوں تو مجھے بڑا ہی سکون ملتا ہے۔

ہو سکتا ہے آپ اس واقعے کو لطیفہ سمجھ کر ہنس پڑیں۔ قہقہہ لگا کر سامنے بیٹھے شخص کی طرف دیکھیں یا مسکرا کر اخبار تہہ کر دیں کپ اٹھائیں اور چائے کی چسکی لے کر ذہن میں دن بھر کا شیڈول ترتیب دینے لگیں لیکن میرا دعویٰ ہے اگر آپ ایک لمحے کے لئے ٹھہر کر سوچیں اس واقعے کو موجودہ صورتحال میں رکھ کر دیکھیں تو آپ کو یہ واقعہ لطیفہ نہیں ایک تلخ حقیقت نظر آئے گا۔ ایک ایسی حقیقت جس کا اعتراف وزیراعظم تک کو بین الاقوامی ہفت روزہ "ٹائم" کے نمائندے کے سامنے کرنا پڑا تو نواز شریف نے فرمایا "عدالتی فیصلوں میں تاخیر کے باعث ہمیں کراچی میں فوجی عدالتیں قائم کرنا پڑیں" جی ہاں اگر آپ ایمانداری سے دیکھیں اور آپ میں اعتراف کی تھوڑی بہت طاقت ہو تو آپ بھی وزیراعظم سے اتفاق کریں گے آپ کو بھی محسوس ہو گا ہمارے انصاف کا نظام لبھا سنگھ کے تنگ بوٹ سے مختلف نہیں کیونکہ اس کا بھی ایک ہی فائدہ ہے اس سے رہائی پانے کے بعد ہدف کو بہت سکون' اطمینان اور طمانیت کا احساس ہو گا۔

بزرگ کالم نویس اور گجرات کے معروف قانون دان اصغر علی گھرال نے ایک محفل میں ایک بوڑھی خاتون کا قصہ سنایا تھا جو 13 برس کی عمر میں جائیداد کا کیس لے کر کچہری آئی لیکن اس کے پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کے چار' چار' پانچ' پانچ بچوں کے ماں باپ بننے تک اس مقدمے کا فیصلہ نہیں ہوا صرف یہی نہیں بلکہ جبری ریٹائرمنٹ' نوکری سے برخاستگی اور پنشن کے بیسیوں ایسے مقدموں کے بارے میں جانتا ہوں جن میں سائل فیصلوں کا راستہ تکتے تکتے خالق حقیقی سے جا ملے لیکن انصاف کا عمل ادھورا رہا میں ایک "چور" کو بھی جانتا ہوں جسے جب سزا سنائی گئی تو وہ عمر قید کے برابر جیل کاٹ چکا تھا' آوارہ گردی کے جرم میں لاہور شہر سے پکڑے جانے والے اس بچے کی روداد تو آپ نے بھی پڑھی ہو گی جو سات برس تک اپنا کیس عدالت میں پیش ہونے کا انتظار کرتا رہا خود میں نے 1985ء میں چند راشی پولیس افسروں کے خلاف مقدمہ دائر کیا لیکن آج نومبر 1998ء تک 13 برس بعد بھی اینٹی کرپشن کا محکمہ کسی فیصلے تک پہنچ سکا اور نہ ہی عدالت سے کوئی بلاوا آیا یہ کیا ہے؟ کچھوے کی پیٹھ پر لدی یہ فائلیں' مسلیں' بیان' گواہیاں' حلف نامے اور دلائل آخر انصاف کے دروازے تک کب پہنچیں گے فیصلے کب ہوں گے لوگوں کو انصاف کب ملے گا۔ لبھا سنگھ یہ تنگ بوٹ کب اتارے گا لوگ کب سکھ کا سانس لیں گے کب تک عدالت' قانون مقدمے یوں ہی خوف کی علامت بنے رہیں گے۔

گویہ بات خوش آئند ہے کہ وزیراعظم سمیت اس ملک کا ہرباسی سمجھتا ہے اس نظام عدل میں تاخیر کے سوا کچھ نہیں۔ انصاف کے یہ مندر اذیت' تکلیف اور دکھ کی منڈیاں ہیں یہاں ظلم بیچا جاتا ہے اور زیادتی خریدی جاتی ہے لیکن یہ حقیقت بھی کم دلچسپ نہیں کہ اس ادراک اور اس اعتراف کے باوجود یہ نظام اسی طرح قائم دائم ہے' گزشتہ 52 برس کی نفرت کے باوجود کوئی حکمران اس کا بال تک . بھیکا نہیں کرسکا یہاں تک کہ نواز شریف جیسے مضبوط اور ہیوی مینڈیٹ کے مالک وزیراعظم کو بھی چند دہشت گردوں کو سزا دلانے کے لئے فوجی عدالتوں کی مدد لینا پڑی کیوں آخر کیوں؟ یہ نظام بدل کیوں نہیں جاتا جو دہشت گردوں کو سات دن میں سزا نہیں سنا سکتا جو قاتلوں' ڈاکوؤں اور لٹیروں کو ایک آدھ ہفتے میں کیفر کردار تک نہیں پہنچا سکتا 14 کروڑ لوگوں کی نفرت اور ساری حکومتی مشینری کی خواہش کے باوجود یہ نظام اپنے قدموں پر ابھی تک کیوں ایستادہ ہے وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے اس ملک کے حکمرانوں کے ہاتھ باندھ رکھے ہیں اس نظام کے محافظ کون ہیں وہ بھے سنگھ کہاں بیٹھے ہیں جو اس تنگ نظام کے تنگ جوتے اتارنے کی اجازت نہیں دے رہے۔

نظر سوال کرتی ہے اور دل عقل کا دامن پکڑ کر پوچھتا ہے وہ حکومت جو دہشت گردوں کو سزا سنانے کے لئے فوجی عدالتیں تشکیل دے سکتی ہے وہ اس نظام کی اصلاح کیوں نہیں کرسکتی اس کی جگہ نیا' تازہ اور قابل عمل نظام کیوں وضع نہیں کرسکتی' کیاحکومت بھی اتنی ہی مجبور ہے جتنی گجرات کی وہ سال خوردہ بوڑھی مائی مجبور تھی یا جبری ریٹائرمنٹ کے شکار مرحوم سرکاری ملازمین' عمر قید کاٹنے والا چور اور آوارہ گردی جیسے سنگین جرم میں سات سات برس تک جیل میں رہنے والے دو معصوم بچے ہیں جنہیں اس نظام میں کوئی ضمانتی نہیں ملتا۔

ہم نے دیکھا ہے جو گائے دودھ نہیں دیتی لوگ اسے ذبح کر دیتے ہیں جو مرغی انڈا نہیں دیتی لوگ اسے بھون کر کھا جاتے ہیں جس درخت پر پھل نہیں آتا لوگ اس کا "بالن" بنالیتے ہیں لیکن یہ کیسا دیس ہے جہاں ایک "کھانگڑ" گائے سارا چارہ کھاجاتی ہے ایک بانجھ مرغی سارے دانے "چگ" جاتی ہے اور ایک بے ثمر درخت زمین کی ساری توانائی چوس جاتا ہے لیکن کوئی آنکھ اس کی طرف نہیں اٹھتی کسی انگلی کا اشارہ اس کی طرف نہیں جاتا کوئی آواز بجلی بن کر اس پر نہیں گرتی بھے سنگھ جوتے اتارتے ہیں اور نہ اس نظام کا "کالبوت" ٹوٹتا ہے۔

ہم آخر ہم کب تک جلے ہوئے زخموں پر برف کی ٹکور کرتے رہیں گے' کتنی خصوصی عدالتیں بنائیں گے کتنے کمیشن تشکیل دیں گے اور کہاں کہاں گورنر راج نافذ کریں گے' بدل دیں اس سارے نظام کو بدل دیں' اس کے پاس اب ہمارے لئے کوئی خوش خبری نہیں۔

بقیہ صفحہ 25 سے آگے

کے حکمرانوں نے جو نفاذ اسلام کے نام پر اقتدار میں آئے انہوں نے بھی اس معاہدے پر دستخط کر دیئے ہیں جو کیمیائی ہتھیاروں کے خلاف امریکہ نے ایک بدمعاشی بنائی ہے کہ کوئی دوسرا ملک کیمیائی ہتھیار نہ بنائے اور جو حشر عراق کا ہو رہا ہے دو چار دنوں میں یہاں بھی وہ پابندیاں سامنے آنا شروع ہو جائیں گی کہ میاں صاحب اس پر پوری قوم سے الگ ہو کر چوری دستخط کر چکے ہیں انہی وعدوں پر تو انہیں آگے لایاجاتا ہے اور حکومتیں دی جاتی ہیں حالانکہ قرآن حکیم واضح حکم دیتا ہے کہ کافروں کے خلاف اپنی جنگی صلاحیتیں زیادہ سے زیادہ مضبوط کرو اور یہ اپنی جنگی صلاحیتوں کو کافروں کے ساتھ معاہدہ کرکے ختم کرنا چاہتے ہیں ان کی تو حکومت ہی باطل ہے ان کے کیئے ہوئے سارے معاہدے ویسے بھی باطل ہیں اور اگر کوئی ایسا معاہدہ کیا جائے جو خلاف اسلام ہو تو شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی وہ بھی باطل ہوگا اور یہ امریکہ بہادر بھی یاد رکھیں پھر بڑی عجیب بات ہے یار۔ حیرت ہوتی ہے کہ دنیا کے اس دور دراز گوشے میں جنگل میں ویرانے میں مسجد میں بیٹھ کر جو بات کی جاتی ہے وہ روس بھی پہنچ جاتی ہے امریکہ بھی پہنچ جاتی ہے۔ آج بھی ان کو پہنچانے والا شریف آدمی موجود ہوگا تو بیشک امریکہ کو یہ بھی Convey کردو کہ جب جہاد ہوگا تو ان معاہدوں کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی انہیں چوک میں رکھ کر جلا دیا جائے گا ایک نہیں ہزار معاہدہ کرلو ان باطل حکومتوں سے یہ اس دستور کے حکمرانوں کے معاہدے ہیں اسلامی حکومت کے معاہدے یہ نہیں رہیں گے۔ اور انشاء اللہ العزیز وطن عزیز اسلام کی خاطر حاصل کیا گیا ہے اس میں اسلام نافذ ہوگا اور انشاء اللہ ان سب کو حساب دینا ہوگا اللہ کے حضور تو دیں گے ہی اللہ کے بندوں کے سامنے بھی انہیں دینا پڑے گا اس وقت امریکہ کو خدا یہ توفیق نہیں دے گا کہ مدد کو آئے ہم تو یہ چاہتے ہیں اللہ انہیں ہدایت دے ان پر بھی رمضان کی برکتوں کا نزول ہو جائے اور اللہ کرے یہی توبہ کرلیں ہمیں کسی کی ذات سے کسی پارٹی سے کسی سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اللہ کرے اللہ انہیں توبہ کی توفیق دے اے کاش رمضان کی برکتوں میں سے انہیں کوئی ذرہ نصیب ہو جائے لیکن بڑا تھوڑا وقت رہ گیا ہے انشاء اللہ اسلام نافذ ہوگا اور اس سے کوئی نہیں روک سکتا امریکہ تو پاکستان میں روکنا چاہتا ہے ہم امریکہ میں نفاذ اسلام کو دیکھ رہے ہیں امریکہ تو یہ چاہتا ہے تاکہ اس ملک میں اسلام نافذ نہ ہو لیکن ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ انشاء العزیز خود امریکہ میں اسلامی ریاست بنے گی اتنے لوگ اسلام قبول کریں گے کہ امریکہ خود اسلامی ریاست میں تبدیل ہو جائے گا بڑے ہی اللہ کے مقبول وہ بندے ہوں گے جنہیں وہ اس کی توفیق عطا کر دے گا۔ قبولیت کی ساعتیں ہیں اس مبارک مہینے میں ان مبارک ساعتوں میں سب کچھ بھول کر اپنے لئے ایک دعا کرو صرف ایک کہ خدا آپ کو ان لوگوں میں شامل کر دے جو نفاذ اسلام کا کام کر رہے ہیں اور اللہ کرے یہ ایک دعا قبول ہو جائے تو آپ نے دونوں جہان حاصل کر لئے۔

پل صراط

"پل صراط" کے موضوع پر بہت سے علماء کی طرف سے اب تک بہت کچھ کہا جا چکا ہے۔ لیکن اس مضمون میں پل صراط کی جو تشریح کی گئی ہے وہ شاید آپ پہلی بار پڑھیں گے۔

خطاب مولانا محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ اذا اراد شیا" ان یقول لہ کن فیکون○

انسان اپنے محدود علم اور اپنی عقل و خرد کے حوالے سے سوچتا ہے جب کہ قادر مطلق جو کرتا ہے' جو کرنا چاہتا ہے وہ اپنی قدرت کاملہ سے کرتا ہے۔ انسان کی نگاہ' اس کی رسائی اسباب تک ہوتی ہے۔ مسبب الاسباب قادر ہے کہ وہ انہی اسباب کے نتائج تبدیل کر دے۔ وہ ایسا قادر ہے کہ بعض قوموں پر بادلوں سے آگ برسائی اور اپنے بعض بندوں کے لئے آگ میں گلزار بنا دیا۔ جس کا کام جلانا تھا اس میں جلنے والی لکڑیاں سرسبز درخت اور پودے بن گئیں۔ اور جن بادلوں کا کام آب حیات برسانا تھا وہاں سے آگ برسی۔ مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

چوں قضا آید حکیم ابلہ شود

اگر کسی کی موت آجائے تو ڈاکٹر اور طبیب کا دماغ بھی کام نہیں کرتا وہ اسے ایسی دوائیں دے دیتا ہے جو اس کے لئے مضر ہوتی ہیں یا پھر وہ ایسا قادر ہے کہ چیزوں کی تاثیر بدل دیتا ہے۔

روغن بادام خشکی مے دہد

وہ ایسا قادر ہے کہ روغن بادام کھلاؤ تو وہ خشکی پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اس آیتہ کریمہ میں اس نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار یوں فرمایا ہے کہ اذا اراد شیا" جب وہ کسی شے کا ارادہ فرماتا ہے وہ چیز جس کا وجود نہیں ہوتا' کسی کے علم میں نہیں ہوتی' کسی کے ذہن میں نہیں ہوتی' کسی کی فکر میں نہیں ہوتی' کہیں منصہ شہود پر نہیں ہوتی لیکن اس کا علم حضوری ہے اللہ کا علم کیسا ہے اللہ کا علم حضوری ہے۔ حضوری سے مراد یہ ہے کہ اس کے علم میں ہر چیز اس کے سامنے حاضر ہے اس کا وجود ہے تو بھی حاضر ہے نہیں ہے تو بھی حاضر ہے کسی چیز کا وجود گزر چکا' اس کی بارگاہ میں وہ بھی حاضر ہے' کوئی آنے والا وجود ہے اس کی بارگاہ میں وہ بھی حاضر ہے۔ اس کا علم حضوری ہے۔ وہ ایسا قادر ہے اذا اراد شیا"۔ جب کسی شے کا ارادہ فرماتا ہے اسی کو حکم دیتا ہے یقول لہ کن اسی کو حکم دیتا ہے ہو جا "فیکون" پس وہ ہو جاتی ہے۔ اب کہاں گئے اسباب؟ کہاں گئے ان کے ذرائع؟ کہاں پہنچی عقل انسانی؟ اور کیا کیا خرد انسانی نے؟ کہ وہ تو کوئی چیز تھی نہیں' انسانوں کے علم میں نہیں تھی' فضاؤں کے علم میں نہیں تھی' فرشتوں کے علم میں نہیں تھی' کسی لوح و کتب میں اس کا اندراج نہیں تھا' کہیں تھی ہی نہیں لیکن اس کے علم سے غیر حاضر نہ تھی اس نے اس کو حکم دیا۔ ان یقول لہ کن فیکون۔ پس وہ ہو گئی تب لوگوں کو سمجھ آئی۔

یہ وہ عظمت الٰہی ہے جس سے لوگوں کو آشنا کرنے کے لئے انبیاء علیھم السلام کو مبعوث فرمایا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ معاملہ عقل کی سرحدوں سے بالاتر ہے۔ عقل و خرد کے پلے یہ بات نہیں پڑتی۔ اس بات کو ماننے کے لئے نور ایمان کی ضرورت ہوتی ہے جس سے ایک خاص کیفیت ایک خاص حال بندے پر طاری ہوتا ہے جو اعتقاد علی اللہ کا باعث بنتا ہے۔ جب اللہ کا نبی کسی کے سامنے اللہ کا نام پیش کرتا ہے تو صرف الفاظ پیش نہیں کرتا۔ میں اور آپ کسی کو اگر اللہ بتائیں گے تو ہم اس کے حروف جوڑ کر ایک لفظ بنا دیں گے۔ اللہ کا رسول ﷺ ایسا نہیں کرتا جب وہ کسی کو بتاتا ہے "اللہ" تو اس کے دل میں ایک کیف کی لہر رقص کر جاتی ہے' اس کے اندر سے ایک بجلی گزر جاتی ہے' اس کے شعور سے' اس کے ذہن سے' اس کے فہم سے پردے ہٹ جاتے ہیں اس کا دل کھل جاتا ہے اور گو اس کی ظاہری آنکھیں نہیں دیکھ رہی ہوتیں لیکن وہ دیکھ رہا ہوتا ہے اس کا بدن محسوس نہیں کر رہا ہوتا لیکن وہ محسوس کر رہا ہوتا ہے کہ اللہ میری رگ جاں سے زیادہ میرے قریب ہے۔

جس قدر عظمت انسانی کے مدارج ہیں سب سے اعلیٰ رتبہ بنی آدم میں ہے "نبوت" کا اور نبوت وہ مقام ہے کہ کوئی محنت مجاہدے سے حاصل نہیں کر سکتا۔ اللہ نبیوں کو پیدا ہی نبی فرماتا ہے۔ نبی تخلیقی طور پر ہی نبی ہوتے ہیں وہبی طور پر اللہ عطا کرتا ہے نبوت۔ کوئی نبوت محنت مجاہدے سے نہیں لے سکتا اور نبوت نبی کی ذات کا حصہ اور خاصا بن جاتی ہے نبی کبھی نبوت سے معزول نہیں ہوتا نبی پیدا ہی نبی ہوتا ہے۔ اور نبی دنیا میں نبی ہوتا ہے برزخ میں نبی ہوتا ہے آخرت میں نبی ہوتا ہے جنت میں نبی کی عظمت اپنی ہوگی انبیاء کی عظمتیں اپنی ہوں گی۔ نبی کو اللہ کی ذاتی معیت نصیب ہوتی ہے۔ نبوت کا ایک پہلو ہمہ وقت بارگاہ الوہیت سے پیوستہ ہوتا ہے۔ نبی پر

غفلت نہیں آتی' اللہ کا نبی جب سو جاتا ہے تو نیند سے اس کا وضو فاسد نہیں ہوتا اس لئے کہ نیند اس کے قلب و نظر کو غافل نہیں کر سکتی۔ اس کا دل یا زندگی کا وہ پہلو جو بارگاہ الوہیت کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے وہ ہوش وحواس قائم رکھتا ہے۔ نبوت کا دوسرا پہلو نوع انسانی سے جڑا ہوتا ہے ایک عام آدمی جس کی کوئی حیثیت نہیں اس تک نبی کی توجہ جاتی ہے وہ عام آدمی بھی نبی کی بات سمجھتا ہے۔ عالم کی بات سمجھنے کے لئے علم چاہئے' شاعر کو سمجھنے کے لئے فن شعر سے کوئی نسبت ہونی چاہئے' کسی ادیب کی عبارت کا جائزہ لینے کے لئے ادب سے تعلق چاہئے' آپ کتنا قیمتی شعر پڑھ دیں تو ہر آدمی تو اسے نہیں سمجھ سکے گا۔ لوگوں کو تو سمجھانے سے بھی سمجھ نہیں آتی۔ لیکن جب نبی ارشاد فرماتا ہے تو عالم اپنی حیثیت سے مفہوم پاتا ہے' مفسر محدث اپنی شان کے مطابق پاتا ہے عام پڑھا لکھا' ان پڑھ اور جاہل ہر کوئی اپنا اپنا مقصد پا لیتا ہے' کوئی خالی نہیں رہتا' یہ کمال ہوتا ہے نبی کے ارشاد میں کہ اس کے ارشاد کو سمجھنے سے کوئی اللہ کا بندہ خالی نہیں رہتا۔ اس کی توجہ نچلی سطح تک انسانی قلوب کے ساتھ رہتی ہے۔ اور نبی کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ ہر ایک کو حضور الٰہی نصیب ہو جائے۔ جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔ اگر تمہیں یہ شعور' یہ آگہی' یہ منزل نصیب نہ ہو۔ فانه یراک او کما قال رسول اللہ ﷺ۔ تو یہ یقین کامل ہونا چاہئے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ بھی نہیں تو پھر ورزش رہ جائے گی' عبادت نہیں ہوگی' یہ کمتر درجہ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ کم تر اسلام بھی یہ ہے کہ برکات نبوی ﷺ دلوں میں در آئیں۔ یہ ضرورت ہے اسلام کی۔ اس کا نام اسلام ہے کہ قلب کو ایک شعور آگہی مل جائے عظمت باری کی اور جب دل اس سے مستفید ہوتا ہے آدمی اپنے شب و روز زمین پر گزارتا ہے لیکن بستا آخرت میں ہے۔ اس زمین پہ چلتا پھرتا ہے لیکن اس کا حال پتہ ہے کیا ہوتا ہے۔

وہ جو علماء پل صراط کی بات کرتے ہیں ہم سارے اسی پل صراط پر چل رہے ہیں۔ آج ہم اسی پل صراط پر ہیں حشر کو یہ ہوگا کہ اس کی شکل سامنے آجائے گی آج ہمیں وہ نظر نہیں آتا لیکن ہر وہ قدم جو سنت آقائے نامدار ﷺ کے تابع ہے وہ اسی پل کے اوپر ہے اور ہر وہ قدم جو سنت سے ہٹ گیا وہ اس پل سے باہر ہے

نبی علیہ الصلوٰۃ فرماتے ہیں شب معراج میں جنت کی سیر فرمائی تو میں نے بلالؓ کے جوتوں کی آواز جنت کے کوچے میں سنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ معراج شریف میں حضور ﷺ کے ساتھ تو نہیں تھے زمین پہ چل رہے تھے لیکن جو قدم زمین پر پڑ رہا تھا اس کی چاپ جنت الفردوس میں سنائی دے رہی تھی۔ یعنی نبی کا کمال یہ ہوتا ہے کہ اپنے دامن سے وابستگان کو اسی عالم آب و گل میں بستے ہوئے جنت میں بسا دیتا ہے۔ وہ جو علماء پل صراط کی بات کرتے ہیں ہم سارے اسی پل صراط پر چل رہے ہیں۔ آج ہم اسی پل صراط پر ہیں حشر کو یہ ہوگا کہ اس کی شکل سامنے آجائے گی آج ہمیں وہ نظر نہیں آتا لیکن ہر وہ قدم جو سنت آقائے نامدار ﷺ کے تابع ہے وہ اسی پل کے اوپر ہے اور ہر وہ قدم جو سنت سے ہٹ گیا وہ اس پل سے باہر ہے یہ پھر نہیں ہوگا یہ آج ہو رہا ہے وہاں اس کی شکل بن جائے گی۔ آج ہمیں کوئی نیکی کی شکل' کوئی گناہ کی شکل نظر نہیں آتی...... حشر میں جب جائیں گے ہر گناہ متشکل ہوگا' ہر عبادت متشکل ہوگی' روزے کی شکل ہوگی' تلاوت کی شکل ہوگی' نماز کی شکل ہوگی' ذکر اذکار کی شکل ہوگی' جن کے پاس عبادات ہوں گی ان کے ساتھ بے شمار نورانی چہرے' بے شمار خوبصورت اللہ کی مقرب مخلوق اس کی سفارش کرنے کے لئے' اللہ کے حضور اسے لے جانے کے لئے' اللہ کی بارگاہ میں اس کے ساتھ پیش ہونے کے لئے ہوگی اور جو خطائیں ہم کرتے ہیں اللہ معاف کرے ورنہ بڑی بھیانک قبیح ڈراؤنی صورتیں اور بدبو کے بھبھوکے اٹھ رہے ہوں گے ان سے اور وہ بندے کے کندھے پر سوار ہوں گی کہ چل بھئی لے چل ہمیں یعنی ہر چیز ہر فعل متشکل ہو جائے گا۔ اسی طرح وہاں پل صراط کا بھی وجود ہوگا اور ہمیں گزرنا ہوگا۔ وان منکم الا واردھا۔ فرمایا کسی کے لئے کوئی دوسرا راستہ نہیں سب کو اسی راستے سے آنا ہوگا۔ اب وہاں جا کر ہم سوچیں کہ پل صراط پر سے گزر جائیں گے تو بہت دیر ہو چکی ہوگی۔ اور آج ہم اگر اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی کیفیات کو سمو لیں دل میں تو آج وقت ہے۔

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین پر کوئی ان تیس سیپاروں سے زائد قرآن تو نازل نہیں ہوا تھا ان نمازوں سے زائد نمازیں فرض نہیں ہوئی تھیں۔ انہی احکام شریعت کے مطابق انہوں نے زندگی گزاری۔ میرا ایک مزارعہ تھا۔ میں اس کے پاس بیٹھا تھا۔ یہاں ایک مجذوب ہوتے تھے۔ بزرگ اور شرعی حیثیت سے مجاذیب کا بڑا مقام یہ ہے کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ کسی مجذوب سے کوئی توقع وابستہ کرنا خلاف شرع ہے۔ یہ بات ضمناً آگئی میں آپ کو بتا دوں۔ مجذوب ہونا کمال کی دلیل نہیں نقص کی دلیل ہے۔ اگر مجذوب ہونا کمال ہوتا تو اللہ کے نبی مجذوب ہوتے۔ کوئی نبی مجذوب نہیں ہوا اس لئے کہ مجذوب ہونا کمزوری کی علامت ہے۔ کیفیات برداشت نہ کر سکنا اور دماغ کا ساتھ چھوڑ دینا مجذوبیت ہے۔ تو مجذوب ہونا کمال کی دلیل نہیں۔ لوگ خواہ مخواہ خود کو مجاذیب سے وابستہ کر لیتے ہیں۔ دوسری بات' مجذوب وہ ہوتا ہے جو واقعی اللہ اللہ کرتا ہو اور ان مراقبات سے یا ان کیفیات سے اس کا دماغ فیل ہو جائے۔ جس نے کسی سے نماز بھی نہیں

سیکھی اور دماغ کسی وجہ سے خراب ہو گیا ہم اسے بھی مجذوب کہتے ہیں مجذوب جو ولی اللہ ہوتے ہیں وہ' وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی زندگی دینی ہوتی ہے۔ جو کسی دین دار سے اللہ اللہ سیکھ رہے ہوتے ہیں جن کے قلب میں کیفیات ہوتی ہیں اور برداشت نہیں کر سکتے وہ مجذوب ہو جاتے ہیں۔ تو خیر وہ مزارعہ ایک مجذوب سے وابستہ تھا۔ میں ایک دن وہاں ٹیوب ویل پر بیٹھا تھا میرے ساتھ وہ بات کرنے لگا۔ اس نے بالکل دیسی پنجابی میں بات کی کہنے لگا۔ ابوبکر صدیق ایہہ گل آکھی ...... یہ لہجہ تھا اس کا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے۔ اور اپنے اس مجذوب کے لئے کہنے لگا کہ میں بابا جی کے پاس گیا تو بابا جی اپنیاں پاک ہوٹھاں چوں ایہہ گل فرمائی۔ اب آپ فرق دیکھ لیں۔ یعنی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے جو پوری کائنات میں انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام بنی آدم میں سب سے افضل ہستی ہے (یہ اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے اس میں کوئی شبہ نہیں)۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ سورج نے کسی شخص کو زمین پر نہیں دیکھا جو نبیوں کے بعد ابوبکرؓ سے افضل ہو۔ اور اس کے راوی پانچ امام ہیں ان بارہ اماموں میں سے جنہیں شیعہ امام مانتے ہیں

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ سورج نے کسی شخص کو زمین پر نہیں دیکھا جو نبیوں کے بعد ابوبکرؓ سے افضل ہو۔ اور اس کے راوی پانچ امام ہیں ان بارہ اماموں میں سے جنہیں شیعہ امام مانتے ہیں۔ اس کے راوی حضرت علیؓ ہیں' حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ امام زین العابدینؒ ہیں حضرت باقرؒ ہیں' حضرت جعفرؒ ہیں۔ اور یہ حدیث شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں نقل فرمائی ہے۔ مفسر بھی سید ہیں۔ سنی ائمہ کی اولاد ہیں۔ تو جب ان کی بات ہوئی تو وہ کہنے لگا ابوبکرؓ ایہہ گل آکھی۔ کیوں؟ اس بابا کو وہ جانتا ہے ابوبکر صدیقؓ کو وہ جانتا نہیں۔ محض سنا ہوا ہے۔ جانتا نہیں کہ وہ ہستی کیسی ہے' اس کا مقام کیا ہے ورنہ وہ بے چارا تو بچ بچ جاتا۔

حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ ولی کا مقام یہ ہے کہ اس کی اولاد کیسی بھی ہو انہیں دنیوی تحفظ ضرور ملتا ہے اور اگر نیک ہوں تو آخرت بھی ان کے لئے مفت ہو جاتی ہے

یہ کیفیات ہمارے دلوں میں کیوں نہیں آتیں؟ اس لئے کہ ہم نے صرف سن رکھا ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ رسالت کی عظمت کیا ہوتی ہے اور اس سے ہمیں کیا لینا ہے ہم اس الجھن میں پڑے ہی نہیں۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ (مولانا احمد یار خانؒ) ولی کے مقام کے سلسلہ میں فرمایا کرتے تھے کہ ولی اللہ کی اولاد بدکار بھی ہو تو بھی اسے دنیوی تحفظ اللہ اسے اس ولی کے صدقے دیتا رہتا ہے' اس کی مدد فرماتا رہتا ہے۔ اس کی دلیل میں فرماتے تھے کہ خضر علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کو بستی والوں نے کھانا دینے سے انکار کر دیا۔ ابو ان یضیفوھما۔ انہوں نے کہا کوئی کھانا دانا نہیں لیکن انہوں نے ایک مکان کی دیوار جو گرنے والی تھی اسے سیدھا کر دیا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے کہا یار انہوں نے تو ہمیں دو لقمے کھانا نہیں دیا تم یہاں کاریگریاں دکھانے لگے ہو' دیواریں بنانے لگے ہو تو خضر علیہ السلام نے کہا میں نے اپنی مرضی سے ایسا نہیں کیا۔ یہ دیوار دراصل دو یتیم بچوں کی ہے اور اس دیوار کے نیچے وکان تحت کنز لھما۔ اس کے نیچے ان کے لئے کچھ سرمایہ پڑا ہے' خزانہ ہے۔ اور وکان ابوھما صالحا ان کا باپ ولی اللہ تھا۔ بچوں کی بات نہیں ہے وہ بندہ ولی اللہ تھا جس نے ان کے لئے سرمایہ چھوڑا ہے تو مجھے اللہ نے کہا ہے ان کی دیوار گرنی نہیں چاہئے اسے سیدھا کر دے یہ بڑے ہوں گے تو یہ خود لیں گے۔ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ ولی کا مقام یہ ہے کہ اس کی اولاد کیسی بھی ہو انہیں دنیوی تحفظ ضرور ملتا ہے اور اگر نیک ہوں تو آخرت بھی ان کے لئے مفت ہو جاتی ہے۔

اگر ولی کا یہ مقام ہے۔ دنیا کے جتنے لوگ آج تک گزرے ہیں جو آئندہ آئیں گے اور سارے ولی ہو جائیں' کتنا پہاڑ بنے عظمتوں کا' یہ سارا پہاڑ تبع تابعین میں سے کسی ایک ہستی کی جوتی پر جو خاک پڑ گئی ہے اس کی عظمت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تبع تابعین کے منازل ختم ہوتے ہیں تو تابعین کے شروع ہوتے ہیں تابعین کی عظمتیں ختم ہوتی ہیں تو پھر صحابہ کا مقام آتا ہے۔ اور جہاں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عظمت ختم ہوتی ہے وہاں سے نبوت کی ابتدا ہو جاتی ہے درمیان میں کوئی مرتبہ نہیں۔

اب نبی کیا دیتا ہے۔ ایک جملہ بتایا آنے والے کو' ایک جملہ بتایا لا الٰہ الا اللہ۔ دوسرا جملہ بتایا محمد ﷺ رسول اللہ۔ کلمہ مکمل ہو گیا۔ جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا اور اس کی نظر نبی علیہ السلام پر پڑی یا نبی علیہ السلام کی اس پر پڑی ایک نگاہ میں وہ صحابی ہو گیا۔ ولی کیفیات سے بنتا ہے نا! اس کے دل میں قرب الٰہی کی کیفیات ہوتی ہیں تو صحابی کے دل میں کتنی ہوتی ہوں گی؟ ولایت کے لئے تو عمر کھپ گئی اور پھر بھی صحیح نہ ہو سکی۔ اور صحابیت ایک لمحے میں عطا ہو گئی یہ کمال ہوتا ہے اللہ کے رسول اللہ ﷺ کا۔ ایک ہی لفظ سکھایا نا "اللہ"۔ مولانا نے بتایا' میں نے بتایا' پیر صاحب نے بتایا' مفسر' محدث' فقیہہ نے بتایا لیکن جب اللہ کے نبی ﷺ نے بتایا تو دنیا ہی بدل گئی' جہان ہی بدل گیا' عالم ہی بدل گیا' بندہ ہی بدل گیا' اس کی خواہشات ہی بدل گئیں' اس کی فکر ہی بدل گئی' سوچ بدل گئی' خوشی اور غم بدل گئے۔ وہ عجیب لوگ تھے ...... جب نبی علیہ السلام کی عطا کردہ کیفیات دلوں میں آتی ہیں تو بندے اور طرح کے بن جاتے ہیں۔ ان کے لئے یہ دنیا اور یہ زندگی ایک مشکل وقت بن جاتا ہے کہ کب یہ بدن کا چولا اترے اور روح لطیف ہو کر سامنے آئے اور مجھے اللہ کے حضور پیش ہونا پڑے تو میں اللہ کو روبرو دیکھوں

اسی لئے انہیں اہل اللہ کہتے ہیں۔

الموت جسر موت کوئی ایسی ڈراؤنی بات نہیں۔ موت ایک راستہ ہے' ایک پل ہے' جسر ایک پل ہے یوصل الحبیب الی الحبیب۔ جو عاشق کو اپنے محبوب کے حضور لے جاتی ہے۔ موت ہی وہ دروازہ ہے جس میں سے جب ہم گزرتے ہیں تو سامنے اللہ جل شانہ کا جمال ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت خالدؓ نے رستم (ایرانی سپہ سالار) کو جو خط لکھا تھا اس میں لکھا تھا ان معی قوم۔ میرے ساتھ جو لوگ ہیں یحبون الموت کما یحبون الفارس الخمر۔ جس طرح تیری ایرانی سپاہ شراب تلاش کرتی ہے یہ اس سے زیادہ موت کو محبوب رکھتے ہیں۔ یہ گھر سے مرنے کے لئے نکلے ہیں' یہ موت کی تلاش میں ہیں۔ انہیں حکومت نہیں چاہئے' انہیں دولت نہیں چاہئے' انہیں تمہارا ملک نہیں چاہئے' یہ موت چاہتے ہیں اللہ کی راہ میں اور جو مرنے کے لئے نکل پڑتا ہے اس کے ساتھ لڑنا ممکن نہیں رہتا۔ اسے تو تم مارو گے جو موت سے ڈرتا ہے جو آیا ہی مرنے کے لئے ہے اس کا تم کیا بگاڑ لو گے۔

ہم نے ان کیفیات اور برکات کو چھوڑ دیا جو نبی اکرم ﷺ کے قلب اطہر سے آتی تھیں جن کے بغیر بات نہیں بنتی۔ ان کیفیات اور برکات کے حامل لوگ اگر زمین پر تھوڑے بھی ہوں تو وہ فضا کو مہکا دیتے ہیں

تو حضرات! یہ کیفیت کیسے بدل جاتی ہے....... حضرت بلالؓ بیچارے غریب آدمی تھے' غلام تھے' ابوبکر صدیقؓ نے خرید کر آزاد کر دیا پھر ساری عمر بارگاہ نبوی ﷺ کی غلامی نصیب ہوگئی جو دنیا کی سلطنت و شہنشاہیت پر کروڑوں گنا بھاری تھی۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے میں نے بلالؓ کے قدموں کی چاپ جنت میں سنی۔ زندگی اس طرح ہو جاتی ہے کہ آدمی اسی آب و گل میں رہتا ہے لیکن بستا وہاں ہے اور یہی کمال ہے اسلام کا۔ لیکن ہمارے ساتھ کچھ معاملہ بدل گیا ہے۔ ہم اس زمین پر رہتے ہیں لیکن فکری طور پر اللہ ہمیں معاف کرے ہم جہنم میں ہیں۔ ہماری شعوری زندگی جو ہے اس میں کتنے دوزخ دہک رہے ہیں۔ روز عزتیں لٹتی ہیں' روز خون ہوتے ہیں' روزانہ گھر جلتے ہیں' ہر کوچے' ہر گلی میں ظلم ہوتا ہے' ڈاکو لوٹ کے لے جاتے ہیں' پولیس کے پاس جاؤ جو بچا ہے وہ لوٹ لیتی ہے' حکمرانوں کے پاس جاؤ وہ ظلم کرتے ہیں' عدالت میں جاؤ وہ ظلم کرتی ہے۔ ڈاکٹر کے پاس جاؤ وہ ظلم کرتا ہے۔ کمال ہے ایسے ایسے پیشے جن میں تقدس تھا اور جن میں اللہ کی طرف سے ایک ایسی رحمت' شفقت اور محبت تھی' ہمارے لئے وہ بھی عذاب کا سبب بن گئے۔ ڈاکٹروں کو ڈاکو کس نے بنا دیا۔ ہم بظاہر زمین پر ہیں لیکن فکری اور شعوری اعتبار سے شاید ہم زمین کے نیچے کہیں جہنم کی کسی وادی سے گزر رہے ہیں۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ کلمہ ہم بھی وہی پڑھتے ہیں جسے پڑھ کر لوگ زمین پر چلتے تھے تو چاپ جنت میں سنائی دیتی تھی لیکن ہم گرتے گرتے گرتے کم از کم زمین پر تو رہ جاتے اس سے بھی نیچے چلے گئے۔ کیوں؟ ... شاید ہم نے کلمے کے الفاظ کو تو چھا مار لیا لیکن ان کیفیات و برکات کو چھوڑ دیا جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب اطہر سے آتی تھیں جن کے بغیر بات نہیں بنتی۔ ایسی کیفیات اور برکات کے حامل لوگ اگر زمین پر تھوڑے بھی ہوں تو وہ فضا کو مہکا دیتے ہیں اور پورے ملک سے ظلم اپنا بستر باندھنا شروع کر دیتا ہے۔

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ جب حق آتا ہے' سورج جب طلوع ہوتا ہے تو تاریکیوں کو بھاگنا ہی پڑتا ہے۔ یہ مٹھی بھر لوگ دامن صحرا سے اٹھے' خود جزیرہ نمائے عرب ظلم سے' کفر سے' شرک سے بھرا ہوا تھا۔ لیکن ہر چیز کو بھاگنا پڑا اور ظلمت صرف صحرائے عرب سے ہی نہیں بھاگی بلکہ روئے زمین سے بھاگ گئی اور یہ مٹھی بھر صحرا کے دامن سے اٹھنے والے روئے زمین پر چھا گئے۔ برکات محمد رسول اللہ ﷺ کا کمال ہے' دلوں کی زندگی کا کمال ہے' قلوب کی حیات کا کمال ہے کہ جب یہ آتی ہے تو معیت باری نصیب ہو جاتی ہے اور جب اللہ ساتھ ہوتا ہے تو اسباب بدلتے چلے جاتے ہیں۔ کون تھا طالبان کے ساتھ؟ کتنا عرصہ جنگ ہوئی؟ چند طالب علموں کو خیال آ گیا تھا کہ ظلم کو ختم ہونا چاہئے کیسے ختم ہو؟ کوئی کمال نہیں ہے طالبان کا اگر کمال ہے تو اس شریعت کا ہے جس سے وہ وابستہ ہو گئے۔ طالبان کا کمال صرف اتنا ہے کہ اس عہد میں سارے اسباب' سارے وسائل' ساری امیدیں چھوڑ کر انہوں نے شریعت محمد رسول اللہ ﷺ کا دامن تھام لیا۔ اگلا سارا کمال شریعت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے کہ اس نے روس کے دانت کھٹے کر دیئے امریکہ بھی بیٹھا تلملا رہا ہے اور ساری دنیا کا کافر بیٹھا دانت پیس رہا ہے لیکن ان کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکا اور انشاء اللہ کوئی کچھ بگاڑ بھی نہیں سکے گا۔ ان کا کمال صرف اتنا ہے کہ انہوں نے شریعت محمدیہ ﷺ کو اپنے سینے میں بسا لیا۔ شریعت نے حکم دیا مر جاؤ وہ مرنے پر چل پڑے' حکم دیا بھوکے رہو وہ بھوکے رہے' حکم دیا سو جاؤ وہ سو گئے'' حکم دیا لڑ پڑو وہ لڑ پڑے' حکم دیا صلح کر لو صلح کر لی' ان کا اپنا کچھ نہیں اور یہی ان کی فتح کا بنیادی سبب ہے۔ اللہ انہیں ہمیشہ اس پر قائم رکھے۔

ہم اگر رسوا ہیں' ہم اگر ذلیل ہیں' ہم اگر خود کو سمجھتے ہیں کہ ہم جہنم کی کسی وادی سے گزر رہے ہیں تو ایک بات یاد رکھ لو نہ اللہ کا نور جہنم میں جاتا ہے اور نہ نور صحبت مصطفیٰ جہنم میں جاتا ہے نہ لا الہ الا اللہ جہنم میں اترے گا اور نہ محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ جہنم میں اترے گا۔..... اگر ایسا ہے تو پھر اس دنیا کی فکر چھوڑ دو پھر تو ہمیں آخرت کے لئے سر پکڑ کر رونا چاہئے۔ خدا نہ کرے اگر ایسا ہے تو پھر اس دنیا کی فکر چھوڑ دو پھر تو ہمیں اس

دنیا کے لئے سر پکڑ کر بیٹھنا چاہئے جس کی زندگی کبھی ختم نہ ہوگی۔ جس کے دکھ کبھی کم نہ ہوں گے۔ جس کی مصیبتیں کبھی ہٹیں گی نہیں اور اس کا مداوا کیا ہے؟ اس کا علاج کیا ہے؟ کسی طبیب کے پاس جائیں' کسی سیانے سے پوچھیں' کسی دانشور سے بات کریں' کوئی اس کا ہسپتال' کوئی دکان' کوئی بات' لیکن اس کا ایک ہی علاج ہے۔

اسی یکجائی سے اب عہد غلامی کر لو
اور ملت احمد مرسل کو مقامی کر لو

وہ یہ کہ جس دن وہ کیفیات ہمارے دلوں میں واپس آئیں گی ہم اس عالم کو بھی جنت بنا دیں گے انشاء اللہ یہاں سے ظلم کی تاریکی کو بھاگنا ہوگا' کفر و شرک کو اپنا بستر لپیٹنا ہوگا' ہر ظالم کو اپنا انجام دیکھنا ہوگا' ہر مظلوم کی دست گیری ہوگی

ہم میں سے ہر ایک اگر آج طے کر لے کہ میں وہ کروں گا جو میرا حبیب ﷺ چاہے گا اور میں وہ نہیں کروں گا جو حضور ﷺ کے حکم کے خلاف ہوگا۔ ایک ولی اللہ کے حالات میں پڑھ رہا تھا ان پر کسی نے سوال کیا' حضرت! آپ پر اللہ کا بڑا احسان ہے' بڑی کیفیات ہیں' آپ کے دروازے سے بھی کوئی گزر جائے اسے ہدایت نصیب ہو جاتی ہے' نیک ہو جاتا ہے' تو اگر اللہ تعالیٰ قیامت کو آپ سے سوال کرے جیسا کہ بارہا حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے محبوب بندوں سے پوچھے گا کہ بتا تو کیا چاہتا ہے؟ شہداء سے پوچھے گا ایسے ہی اگر آپ سے پوچھ لے تو آپ کیا مانگیں گے؟ انہوں نے کہا! میں عرض کروں گا کہ بار الہا! مجھے سب سے نیچے والے جہنم میں بھیج دے۔ وہ بندہ مبہوت ہو گیا۔ حضرت آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ فرمایا! ہاں بالکل ایسے ہی کہوں گا اور میں نیچے والے جہنم میں بیٹھ کر کہوں گا "اللہ" تو سارے جہنموں کے پرخچے اڑا دوں گا۔ نہ ہوگا جہنم نہ کسی کو سزا ہوگی۔ آپ اندازہ کریں ایک ولی اللہ کے اس سہ حرفی لفظ پر اعتماد کا..... لیکن اس نے کہا بھائی میرے دل میں تو اللہ کا نام ہے مجھے جانے دے اگر میں نیچے سب سے نچلے جہنم میں پہنچ گیا میں ایک دفعہ "اللہ" کہوں گا' جہنموں کے پرخچے اڑ جائیں گے' کافر بھی بچ جائے گا دوزخ سے۔ اگر ایک بندہ اتنا اعتماد کرتا ہے اللہ پر تو اس کے لئے یہ دنیا تو جنت ہوگی۔ اور ہمارے لئے جس جہنم میں ہم خود پھنسے ہوئے ہیں اس سے بھی نکلنا کیوں اتنا دشوار ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ ہمیں شاید اللہ کا نام لینا نہیں آیا۔ ہم الفاظ کے' گرائمر کے' شد و مد کے' زیر زبر کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ کیفیات جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے ساتھ وابستہ کر دی ہیں ہم انہیں کھو چکے ہیں۔ بھائی انہیں واپس لاؤ ان کے بغیر گزارا نہیں اور ان کی واپسی کا ثبوت کیا ہوگا؟ وہ یہ کہ جس دن وہ کیفیات ہمارے دلوں میں واپس آئیں گی ہم اس عالم کو بھی جنت بنا دیں گے انشاء اللہ یہاں سے ظلم کی تاریکی کو بھاگنا ہوگا' کفر و شرک کو اپنا بستر لپیٹنا ہوگا' ہر ظالم کو اپنا انجام دیکھنا ہوگا' ہر مظلوم کی دست گیری ہوگی اللہ کی طرف سے اور آج وقت آپ کا انتظار کر رہا ہے یہ جو اگلے دن ایک ساتھی کہہ رہا تھا کہ بڑی بارشیں ہو رہی ہیں روز دوسرے دن ہوتی ہیں میں نے کہا سمجھ یہ آتی ہے کہ ہماری بے بسی اور روزانہ کے ظلم پر شاید ہماری آنکھ تو نہیں ٹپکتی شاید آسمان نے ٹپکنا شروع کر دیا ہے۔ اتنا ظلم ہوتا ہے' اتنا ظلم ہوتا ہے اس وطن میں' ان گلیوں میں' ان بازاروں میں' ان شہروں میں' ان کوچوں میں کہ اتنا کچھ جاننے کے باوجود بھی میں سمجھتا ہوں کچھ نہیں جانتا۔ ہم سمجھ بھی نہیں سکتے کتنا ظلم ہو رہا ہے۔

اگلے دن ایک اخبار میں تھا کہ لاہور میں تیرہ سو ایسے گھر ہیں جہاں خواتین سے باقاعدہ پیشہ کرایا جاتا ہے اور ہر ہوٹل یہ کام کرتا ہے ہر ہوٹل اور ہر بڑا ہوٹل' جتنا بڑا ہے اتنے بڑے پیمانے پر کرتا ہے۔ اب اندازہ کریں' ہوٹل کتنے ہیں اور مسجدیں کتنی ہیں مسجدوں سے چار گنا زیادہ ہوٹل ہیں ہر ہوٹل میں رات دن شراب بھی پی جاتی ہے بدکاری بھی ہوتی ہے۔ مساجد میں ہمارے سوکھے پھیکے بے ذوق سجدے بے کیف نمازیں۔ تو آسمان تو روئے گا۔ لیکن وہ اس بات پر نہیں رو رہا کہ ظلم کیوں ہو رہا ہے میری سمجھ میں وہ اس بات پر رو رہا ہے کہ ظالم تو موجود ہے ظلم کو مٹانے والے' پیغمبر خدا ﷺ کے دیوانے کہاں غائب ہو گئے' کہاں کھو گئے وہ اونٹوں کے حدی خواں' وہ موت کے متلاشی' وہ اللہ کی رضا کے طالب' وہ دنیا میں ہی اپنا حساب کتاب صاف کرنے والے لوگ کہاں چلے گئے۔ کہاں گئی وہ قوم جس سے اللہ نے اس دنیا میں کہا تھا رضی اللہ عنھم میں تم پر راضی ہوں تمہیں قیامت کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے تمہارا معاملہ صاف ہے' تمہیں میری رضا حاصل ہے۔ آسمان اس میدان کو خالی دیکھ کر روتا ہے۔ اور یہ میدان میرا اور آپ کا انتظار کر رہا ہے' ہمارا انتظار کر رہا ہے' ہر اس مسلمان کا انتظار کر رہا ہے جسے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایمان رکھنے کا دعوی ہے۔ یہ کون سی مسلمانی ہے کہ ہر بندہ نان جویں کی فکر میں مر رہا ہے' ہر بندے کو بچے کی ملازمت کی فکر ہے' ہر بندے کو مکان کی سلامتی کی فکر ہے ارے بچے کی ملازمت کیا کرے گی؟ اگر یہی ظلم جاری رہا' اگر ظلم یوں ہی بڑھتا رہا تو کتنے پکے مکان بناؤ گے؟ زمین کا سینہ تو ایک دن پھٹ جائے گا۔ مکان' بازار' شہر اس میں اتر جائیں گے' کتنے پکے بنا لوگے۔ اب ان سارے کاموں کو چھوڑ کر ایک کام کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور وہ ہے "انقلاب" وہ انقلاب جس کے داعی محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ قرآن و سنت کا وہ نظام جو خلافت راشدہ میں تھا جس کی خاطر لاکھوں جانیں دی گئیں۔ سو سال انگریز کے ساتھ لڑے' لاکھوں عزتیں لٹیں' بربادیاں ہوئیں' قربانیاں ہوئیں اور پھر چند لٹیرے' انگریز کے نمک خوار' دین اور ملک و قوم کے غدار' بے دین' بدمعاش' بدقماش' اسی ملک پر مسلط ہو گئے اور چودہ کروڑ لوگوں میں کوئی چودہ

لاکھ بھی ایسے نہیں ہیں سو لاکھ کا ایک کروڑ بنتا ہے اگر ایک پرسینٹ بھی ہو تو چودہ لاکھ کو تو کمر باندھ کر میدان میں اتر جانا چاہئے یعنی ننانوے کو چھوڑ دو ایک بندے کو تو باہر آنا چاہئے۔ اور آپ کیا سمجھتے ہیں کہ چودہ لاکھ مسلمان سر پر کفن باندھ کر نکل آئیں تو دنیا کی کوئی طاقت روک سکے گی اس سیلاب بلا کو۔ انقلاب اور سیلاب کے لئے راستے نہیں بنائے جاتے۔ سیلاب بھی اپنا راستہ خود بنا لیتا ہے انقلاب بھی اپنی راہیں خود متعین کر لیتا ہے اور میں یہ آپ کو بتا دوں اور میں یہ اکثر بتاتا ہوں۔ کہ وہ وقت آگیا ہے۔ یہ اسلامی انقلاب کے ظہور کا وقت ہے۔ اگر ہم اب بھی نہیں جاگیں گے تو بھی انقلاب نہیں رکے گا انقلاب آئے گا اور وہ قادر ہے فرمایا!

عسی ان یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم ویحبونہ۔ کسی اور کو وہ اپنا جنوں عطا کر دے گا۔ یورپ میں مسلمانوں کی نسل کشی ہو رہی تھی ہسپانیہ سے آخری مسلمان کو ذبح کیا جا رہا تھا اور اس طرف سے تاتاریوں نے اسلامی ریاستیں تباہ کر دیں وہ ایسا قادر ہے کہ تاتاریوں کو کلمہ پڑھنا نصیب کر دیا اور ان تاتاریوں کو جن کی زندگی کا مشن مسلمانوں کو اور اسلام کو ختم کرنا تھا' ان کے دل اس نے نور اسلام سے روشن کر دیئے اور مشرقی یورپ سے تاتاری اسلام کا جھنڈا لے کر پھر یورپین کے سر پہ سوار ہوئے جس پہ شاعر مشرق نے کہا تھا

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

وہ قادر ہے فرمایا عسی ان یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم ویحبونہ۔ وہ ایسی قوم پیدا کر دے گا جو اس کے عشق میں مبتلا ہو گی او جسے وہ خود محبوب رکھتا ہو گا اس کی خصوصیت یہ ہو گی اعزۃ علی المومنین۔ مسلمانوں کے لئے بڑی نرم خو ہو گی اذلتہ علی الکفرین۔ اور کافروں کے لئے بہت سخت ہو گی۔ یجاھدون فی سبیل اللّٰہ۔ وہ بسترے لگا کر سو نہیں جائیں گے۔ یجاھدون فی سبیل اللّٰہ۔ میدان میں نکلیں گے' جہاد کریں گے' اللہ کی راہ میں ولا یخافون لومتہ لائم۔ کسی پراپیگنڈے سے متاثر نہیں ہوں گے۔ اللہ کی بات ہے نا! کیا کمال ہے ..... پراپیگنڈہ موجودہ زمانے کا ہتھیار ہے آج کے عہد میں گولی سے زیادہ موثر ہتھیار پراپیگنڈہ ہے اللہ اس زمانے میں جواب دے رہا ہے جب پراپیگنڈہ ہتھیار نہیں تھا کہ وہ دیوانے پراپیگنڈے کا شکار نہیں ہوں گے لا یخافون لومتہ لائم۔ کسی کی باتوں کا شکار نہیں ہوں گے۔

میری دعا تو یہ ہے آپ بھی دعا کریں اللہ سے کہ اے اللہ کسی اور کو نہیں ہمیں ہی پاگل کر دے

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر دے

بڑی عمر بسر کی عقل کے سہارے' خرد کے سہارے' سوچ سمجھ کے سہارے اب اگر جنوں کی گھڑی ہے تو یا اللہ کسی اور کی طرف جانے کی بجائے ہمیں ہی یہ جنوں بھی عطا کر دے اور یہ سعادت نصیب فرما کہ اس وطن عزیز پر دین اسلام کو عملاً" نافذ کر جائیں اور یاد رکھو کوئی نہیں روک سکے گا اس کو انشاء اللہ۔ وہ وقت آگیا ہے اگر حکمران توبہ کر لیں تو اللہ انہیں نصیب کر دے کہ وہ اس نعمت سے سرفراز ہوں ہم ان کے بھی ساتھ ہیں لیکن توبہ نہیں کریں گے تو اللہ کے فیصلوں کو نہیں روک سکیں گے نہ ان کی حکومت روک سکے گی نہ ان کے حواری' امریکہ یا مغربی طاقتیں روک سکیں گی۔ اللہ قادر ہے اور جب اللہ کرنا چاہتا ہے تو دنیوی اسباب ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ اللہ کریم آپ سب کو' حاضر وغائب کو' تمام احباب کو' اس قوم کو' اس امت کو' اہل وطن کو یہ سعادت نصیب فرمائے اور نفاذ اسلام ہو اور ہم اپنی ان گناہ گار آنکھوں سے دیکھیں' اس وطن پر چلنے میں وہ مزا آئے کہ گلیوں میں چلنے والوں کی چاپ جنت میں سنائی دے۔ پھر سے چمنستان محمد ﷺ کی بہار اس خاک کو اپنی آغوش میں بسا لے اور رہتی دنیا تک اللہ اس وطن کو قائم رکھے اور یہاں سے اٹھنے والے لوگ تمام روئے زمین کو اسلام کی روشنی سے منور کر دیں۔ آمین

اویسی ایڈورٹائزر
ہر قسم کے بینرز' بورڈ' نیون سائن
آؤٹ ڈور پبلسٹی کا مکمل با اعتماد ادارہ
سلسلہ عالیہ کے ساتھیوں کیلئے خاص رعایت
پروپرائیٹر۔ زاہد ممتاز اویسی
نیشنل ہوٹل بلڈنگ' سرگودھا روڈ فیصل آباد فون نمبر 787594

عبداللہ بن مبارکؒ

حکیم محمد صادق

خلیفہ ہارون الرشید عباسی کے عہد میں ایک دفعہ رومی اور اسلامی لشکر ایک دوسرے کے مقابل آئے۔ رومی لشکر میں سے ایک زرہ پوش جنگجو نے اپنی صف سے نکل کر مسلمانوں کو مقابلہ کے لئے للکارا۔ اسلامی لشکر سے ایک مجاہد جس نے اپنے چہرہ پر ڈھاٹا باندھ رکھا تھا۔ اس کی طرف بڑھا اور جھپٹ کر ایک ہی وار سے رومی کا کام تمام کر دیا۔ پھر ایک اور نکلا اس کا بھی کام تمام کر دیا پھر یکے بعد دیگرے کئی جنگجو نکلے اس نے نیزے اور تلوار کے وار سے سب کو جہنم رسید کر دیا۔ اس نے جب چہرے سے ڈھاٹا ہٹایا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ عبداللہ بن مبارکؒ تھے۔

ایک دفعہ رقہ تشریف لے گئے تو ہزاروں لوگ استقبال کیلئے دیوانہ وار دوڑ اٹھے۔ اس قدر ہنگامہ ہوا کہ لوگوں کی جوتیاں ٹوٹ گئیں۔ اتفاق سے خلیفہ ہارون الرشید بھی رقہ آیا ہوا تھا اس کے حرم کی ایک خاتون نے شاہی محل کے برج سے یہ نظارہ دیکھا تو ملازموں سے پوچھا کہ یہ اژدھام کیا ہے۔ انہوں نے کہا خراسان سے ایک عالم عبداللہ بن مبارکؒ آرہے ہیں یہ لوگ استقبال کیلئے دوڑ رہے ہیں۔ بے ساختہ بولی واللہ بادشاہ تو حقیقت میں یہ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک تبع تابعین میں دین کے ستون تھے۔ ان کے والد بنو حنظلہ کے ایک رئیس کے غلام تھے وہ نہایت ہی نیک اور دیانتدار آدمی تھے۔ حنظلی رئیس نے ایک باغ کی نگرانی ان کے سپرد کر رکھی تھی ایک مرتبہ اس نے مبارک کو حکم دیا کہ باغ سے ایک شیریں انار توڑ کر لاؤ وہ گئے اور انار توڑ کر پیش کیا۔ رئیس نے چکھا تو ترش تھا خفا ہوا اور لائے وہ بھی ترش نکلا۔ مالک ناراض ہوا تیسری بار لائے وہ بھی ترش نکلا مالک نے کہا تمہیں یہ بھی پتا نہیں میٹھا اور ترش انار کیا ہوتا ہے۔ مالک نے معلوم نہ ہونے کا سبب پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ آپ نے مجھے باغ کا نگران مقرر کیا تھا۔ انار کھانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ لہٰذا میں ان کے ترش وشیریں ہونے کی پہچان کیسے کر سکتا ہوں۔ اسی رئیس کی ایک لڑکی تھی جس کے اونچے اونچے گھرانوں والے رشتہ مانگتے تھے اس نے مبارک سے پوچھا بچی کا رشتہ کس جگہ کروں مبارک نے کہا یہودیوں کے ہاں داماد کا مالدار ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ عیسائی حسن وجمال کو اہمیت دیتے ہیں لیکن امت محمدیہ کے نزدیک دیندار ہونا مناسب سمجھا جاتا ہے۔ آقا کو مشورہ پسند آیا مبارک سے شادی کر کے آزاد کر دیا۔ عبداللہؒ اسی لڑکی سے پیدا ہوئے۔

نحن اقرب الیہ من حبل الورید

حضرت پانی پتیؒ قرآن کی ایک آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید (یعنی ہم تم سے تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) میں نحن اقرب کا قرب حاصل ہونے کی وجہ سے ہر چیز اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے اور اگر یہ قرب نہ ہوتا تو کوئی چیز اپنا وجود قائم نہ رکھ سکتی۔ اور اپنے مقام پر قائم نہ رہ سکتی۔ دوسرا قرب وہ ہے جسے قرب صحبت کہا جاتا ہے اور جو صرف اللہ کے خاص بندوں (انبیاء یا اولیاء) کو میسر ہوتا ہے اللہ کے بندے یہ فیوض خداوندی خدا سے حاصل کرنے کے بعد عوام میں ایک خاص مناسبت اور ان کے ظرف کے مطابق تقسیم کرتے ہیں قرآن وحدیث کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی زمین اور آسمانوں کی وسعت میں سمانا تو ممکن نہیں مگر انسان کے دل میں سما جاتا ہے۔

زرعی زمین برائے فروخت

45 ایکڑ چاہی زمین
واقعہ موضع کوٹ میانہ
تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا

برائے رابطہ
مخدوم حفیظ احمد برادران فون 714239

روداد دل

پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں ہو گئے۔ یہ کون عجیب شخصیت ہے جسے بغیر ملے بغیر دیکھے صرف اس کا تذکرہ سن کر لوگوں کو ایک محبت اور چاہت کا احساس ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ کچھ عرصہ سے صحافیوں کے علاوہ زندگی کے ہر طبقہ فکر کے لوگ اس خوبصورت شخصیت کے گرویدہ ہوتے جا رہے ہیں۔ اور ان کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ جرنلسٹ جناب گلزار آفاقی صاحب جو آج کل روزنامہ "اساس" میں لکھتے ہیں۔
ان کا دعویٰ تھا کہ "کوئی نہیں کہ رخ زیبا کہیں جیسے" لیکن جب انہیں بقول ان کے ایک کھچ سی لگ گئی اور ایک ٹانگ سی محسوس ہونے لگی تو ان کا مذکورہ دعویٰ خواب وخیال ہوا کالم کا عنوان ہی بدل گیا' کہانی ہی بدل گئی اور وہ کہہ اٹھے کہ "نیں وی جانا جھوک رانجھن دی' نال میرے کوئی چلے" عجیب ناولوں جیسی کہانی ہے۔ ان کی یہ کیفیت ایک ڈیڑھ ماہ جاری رہتی ہے۔ امیر محمد اکرم اعوان سے ملاقات کے بعد پھر "میرے پیا گھر آئے" کے نام سے کالموں کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ کون شخصیت ہیں کہ ایک عالم جن کا دیوانہ ہوتا جا رہا ہے ہم آپ کو نہیں بتائیں گے۔ آپ گلزار فاروقی صاحب کی کہانی انہی کی زبانی سنئے گا۔

گلزار آفاقی

پاکستان کے روایتی مقتدر طبقوں اور ان کے نمائندوں نے ایک بار پھر غوغا داویلا شروع کر دیا ہے۔ دوڑو بھاگو پکڑو کی ہاہا کار مچی ہے۔
وہ قوتیں جو حالات کو جوں کا توں رکھنے کی حامی ہیں اور موجودہ سٹیٹس کو برقرار رکھتے ہوئے نام نہاد طبقہ اشرافیہ کے اندر سے ہی چہروں کی تبدیلی کے ساتھ حکمرانی کا تسلسل چاہتی ہیں' انہوں نے خطرے کی گھنٹی بجا دی ہے کہ ملک میں مذہبی یا اسلامی انقلاب آنے والا ہے۔
دوسری طرف مذہبی ادارے خوش فہمی میں مبتلا ہیں' وہ حال ہی میں ملک کے مختلف علاقوں میں منعقد ہونے والے تنظیم الاخوان' جماعت اسلامی یا لشکر طیبہ کے اجتماعات کے باطن سے انقلاب درآمد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔
میرا خیال ہے روایتی مقتدر طبقے اور مذہبی ادارے دونوں ہی غلط فہمی یا خوش فہمی کا شکار ہیں۔
جہاں تک مقتدر طبقوں کا تعلق ہے ان کے رویے کو بڑی آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ پاکستان میں اپنے دیرینہ اور وسیع وعریض مفادات کی تحفظ اور دوام کی غرض سے وہ سب کچھ کر گزرنے کو تیار رہتے ہیں۔ گزشتہ نصف صدی سے ان طبقوں اور مغرب کے مابین مفادات کی سانجھ چلی آ رہی ہے۔ اپنے مفادات کی بقا کے لئے یہ طبقے مقامی مذہبی حلقوں سے راہ ورسم اور تعلقات کار کے بھی مخالف نہیں ہوتے بشرطیکہ آخر الذکر ان کی اطاعت گزاری میں رہیں اور اسلام کی تعبیر ان کے مفادات کے مطابق کرتے رہیں' مگر جونہی مذہبی ادارے اپنے قوم وفعل کے ذریعے ان کے شکنجے سے آزاد ہونے کی سعی کرتے ہیں یہ طبقے ان سے کھنچنے لگتے ہیں اور ان کی مخالفت اور مخاصمت پر اتر آتے ہیں اور مغرب کی تقلید میں انہیں "بنیاد پرست" شمار کرنے لگتے ہیں۔ یاد رہے مغرب نے بنیاد پرست کی ترکیب کو ہر قسم کی دہشت گردی اور تخریب کاری کے زہر سے آلودہ کر رکھا ہے۔ قارئین محترم کو یاد ہو گا کہ ماضی قریب میں مقتدر طبقے کی ایک اہم شخصیت نے اپنے اقتدار کے تحفظ کے لئے بنیاد پرستوں کے خلاف امریکہ سے مدد طلب کر لی تھی۔ اب حال ہی میں اسلام آباد میں جماعت اسلامی کے عظیم الشان منظم اجتماع کے حوالے سے بھی یہی کہا سنا گیا کہ روایتی مقتدر طبقے اس وقوعے کی روشنی میں مغرب کو باور کرا رہے ہیں کہ پاکستان میں بنیاد پرست زور پکڑ رہے ہیں۔ سٹیٹس کو برقرار رکھنا ہے تو ہماری مدد کرو۔ اب کچھ ایسا ہی سگنل مقتدر طبقوں کی اہم شخصیت محترمہ بے نظیر بھٹو کی طرف سے رائٹر ٹیلی ویژن کو دیئے گئے ایک انٹرویو کے ذریعے مغرب کو پہنچانے کی سعی کی گئی ہے۔
جہاں تک مذہبی اداروں کا تعلق ہے ان کے لئے تمام تر احترامات کے باوصف میں گزارش کروں گا کہ ان کے ہاں زود حسی فروغ پا رہی ہے' وہ شدت سے رنجیدہ اور اسی نسبت سے خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ان کا ہر جلسہ ہر جلوس اور ہر ریلی ایک انقلاب کا پیش خیمہ ہوتی ہے' مگر جلسے جلوس کے خاتمے کے ساتھ ہی وہ انقلاب فضا میں تحلیل ہو چکا ہوتا ہے۔
ملک میں حالیہ ایام میں مختلف مذہبی اداروں کے زیر اہتمام جو بڑے بڑے اجتماعات ہوئے' اپنے نظم وضبط اور فکری ابلاغ کی حوالے سے ان کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ ان اجتماعات کی نسبت سے دیکھنے سننے میں جو کچھ آیا وہ یہی تھا کہ انقلاب آپ کی دہلیز پر دستک دے رہا ہے' مگر ایسا نہ ہونا تھا نہ ہوا۔

معاف کیجئے میں انقلاب کا مخالف یا دشمن نہیں ہوں۔ مجھے تو اطمینان ہے کہ میں نے حالیہ ایام میں اس موضوع پر دوسروں کے مقابلے میں زیادہ لکھا ہے اور اپنے فہم کے مطابق انقلاب اور غیر انقلاب کے فرق کو بھی واضح کرنے کی سعی کی ہے۔ مگر میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ خواہش اور نتیجے میں بڑا

فرق ہوتا ہے۔ خواب اور تعبیر میں بڑے فاصلے ہوتے ہیں۔ انقلابی تبدیلیاں خواہش پالنے کا نام نہیں' خواہش کو مربوط کوششوں میں ڈھالنا اور ان کوششوں کو ربط وضبط کے ساتھ انقلاب کی منزل کی طرف رواں رکھنا ازبس ضروری اور ناگزیر ہوتا ہے۔ کیا ہمارے مذہبی ادارے ان خطوط پر کام کر رہے ہیں۔ یہ ایک اہم سوال ہے جس پر انہیں ضرور سوچ بچار کرنی چاہئے۔ یہ میں اس لئے بھی کہہ رہا ہوں کہ ہمارے بیشتر مذہبی ادارے اس زعم میں مبتلا ہیں کہ پاکستان کا ہر شہری مسلمان ہے۔ اس لئے اسلام کے نام پر قائم کی گئی جماعت یا ادارے اور اس کے حوالے سے کہی گئی بات یا چلائی گئی تحریک کو ہمیشہ پذیرائی ملے گی۔

میں ایک بار پھر عرض کروں گا کہ دور دراز سے لوگوں کو جمع کرکے کسی ایک مقام پر عظیم الشان اجتماع منعقد کرلینا بلاشبہ ایک بڑی کامیابی کہی جا سکتی ہے۔ اس سے ایسا اجتماع کرانے والے ادارے کی قوت ومقبولیت اور تنظیمی صلاحیتوں کا سکہ بھی قائم ہو جاتا ہے۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا پاکستان کے ہر حلقہ نیابت میں متعلقہ تنظیم یا جماعت ایسی ہی قوت وقبولیت رکھتی ہے؟ میرا مسکت جواب ہے نہیں' نہیں' نہیں۔ جس کا ثبوت آپ سب کے سامنے ہے کہ پارلیمانی اداروں میں لاکھوں کے شاندار اجتماع منعقد کرنے والی جماعتوں کی نمائندگی صفر کے مساوی ہے۔ ان حالات میں ہماری مذہبی جماعتوں اور اداروں کو اپنے رویے پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ آخر وہ کون سے ٹھوس اسباب ہیں کہ زندگی کے بعض اہم دائروں میں مذہب سے تعلق رکھنے والے افراد کی موثر عملی شرکت اور اہمیت کے باوجود حکومت وریاست کی سطح پر عوام انہیں قبولیت کی سند کیوں نہیں دیتے؟

سو پیارے قارئین سردست انقلاب نام کی کوئی شے پاکستان کی دہلیز پر دستک نہیں دے رہی۔ روایتی مقتدر طبقے اگر مذہب کے حوالے سے ایسے کسی انقلاب کی چاپ سن رہے ہیں تو میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ ان کے کان بج رہے ہیں یا پھر وہ مذہبی اداروں کی مقبولیت کا ہوا دکھا کر مغرب کو بلیک میل کر رہے ہیں۔ اور مذہبی ادارے اگر کسی انقلاب کا دعویٰ کر رہے ہیں تو وہ سراسر خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔ حالات کی موجودہ نہج جیسی ہے اس میں مجھے کسی انقلاب کا رخ زیبا دور دور تک دکھائی نہیں دیتا۔

کالم نمبر2۔ 25-10-98

میں وی جانا جھوک رانجھن دی' نال میرے کوئی چلے

پچھلے کئی دنوں سے میرے جی میں ان کے لئے ایک کھچ سی لگ گئی تھی' ایک تانگ سی محسوس ہونے لگی تھی۔ مختلف وسیلوں سے پہنچنے والی ان کی باتوں کا رس بوند بوند' لوح سماعت پر ٹپکتا اور ویرانہ دل کو نہال کر جاتا۔ قلم قبیلے کے کچھ ساتھی ان سے ملاقاتوں کا حال سناتے یا ان کے بارے میں کوئی تحریر نظر سے گزرتی تو خیالات میں ایک تموج سا اٹھتا۔ گاہے مجھے ان کی فکر کے ساتھ انجذاب کا احساس ہونے لگتا۔ مگر پھر کشاکش زندگی' کی تیز وتند لہر کی مانند جذبہ واحساس کی سب پھول پتیوں کو بہا لے جاتے۔ زندگی معمول کی ڈگر پر چل نکلتی۔ لگتا کہ سب کچھ تحلیل ہو گیا ہے۔

کبھی کبھار ایسا بھی ہوا کہ تفکر کے کسی لمحے میں روشنی کی ایک سبک وسبک لہر ہولے سے پہلو بدلتی اور ان کا تصور' ان کا سراپا تنبو بن کر مجھے اپنے گھیرے میں لے لیتا۔

کیا وہ واقعی ایک مختلف ہستی ہیں' ایک منفرد شخصیت ہیں' ایک جدا کلبوت ہیں' جو دل کو گداز بخشتے ہوں اور چاہنے والوں کی تہذیب نفس کرتے ہوں۔

کیا وہ آبلہ پائی میں مبتلا مسافر کے لئے اپنے ہاں نخلستان کا سبزہ اور خنک سایہ رکھتے ہیں۔ کیا ان کے ہاں چشمے کے ٹھنڈے میٹھے اور شفاف پانی کا ذائقہ پایا جاتا ہے۔

کیا وہ ایسا کنواں ہیں جو ایسے پیاسوں کی آس مراد بن سکتا ہے' جن کے بوکے چھیکو چھیک ہوتے ہیں۔

کیا وہ مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی عقیدت کے ساتھ ساتھ بصیرت کا جوہر بھی شامل کر سکتے ہیں۔

کیا وہ اسلام کو کلام وطعام سے ماورا نظام میں بھی داخل کرنے کا عزم وپروگرام رکھتے ہیں۔

اور کیا وہ پاکستانی معاشرے میں اسلام کو ایک موثر سماجی' سیاسی اور اقتصادی قوت کے طور پر نافذ العمل کرنے کا ادراک وارادہ پا چکے ہیں۔

سوال ہی سوال اور ان سب سوالوں کا ایک ہی جواب اترتا۔

ہاں' ہاں' ہاں........

کیونکہ وہ ایک مختلف' منفرد اور دلفریب شخصیت ہیں۔ روایت وجدت کا امتزاج' عقیدت وبصیرت کا مرقع' ذکرو فکر کے دھنی' حکیمانہ حرکت وعمل کے رسیا' شب بیدار وصبح خیز' قرآن میں غوطہ زنی کرتے ہیں اور وہاں سے معانی ومفاہیم کے ایسے ایسے آفتاب چن کر لاتے ہیں کہ ان کی روشنی میں بھٹکے ہوئے مسافر کو منزل تک ساری راہ صاف دکھائی دینے لگتی ہے۔ ان کے زوایہ افکار میں زندگی کے ہر شعبے کے لوگ جوق در جوق جمع ہو رہے ہیں۔ سابق جرنیل' بیورو کریٹ' کاروباری لوگ' ماہر معاشیات' سائنس دان اور غریب مسکین' بے کس وبے بس افتادگان خاک' زندگی کے ہر شعبے کے ماہرین پر مشتمل ان کا ایک تھنک ٹینک ہے' جو "رب کی دھرتی پر رب کا نظام" قائم کرنے کے سلسلے میں ہر قسم کے ہوم ورک سے آراستہ ہے۔

میرے ذہن میں ان کی شخصیت کرشماتی صفات کے ساتھ گھر کرتی رہی تھی۔

کیا میں ان کے ساتھ کسی فکری رومانس میں مبتلا ہو گیا ہوں' میں اکثر خود سے یہ سوال کرتا' ڈور کا سرا اور الجھ جاتا۔

ایک روز خبر آئی' انہوں نے میرے سوہنے شہر لاہور میں ہزاروں افراد سے "موت کی بیعت" لی ہے۔

موت کی بیعت؟......میں چونک پڑا۔

زندگی کی بیعت کیوں نہیں؟

موت تو زندگی کا ایک لمحاتی موڑ ہے جس کے بعد زندگی پورے شباب کے ساتھ کسی نہ کسی صورت میں اپنا تسلسل برقرار رکھتی ہے' ارتقائی منازل طے کرتی چلی جاتی ہے لہٰذا بیعت یا کوئی کومٹ منٹ' وابستگی یا خود سپردگی تو زندگی کے ساتھ ہونی چاہئے۔

ہاں ایسا ہی ہے موت کی بیعت دراصل ایثار' قربانی اور کومٹ منٹ کی ارفع ترین صورت ہے۔

یہ بات ہے تو موت کی بجائے شہادت کیوں نہیں' شہادت کی بیعت کے بارے میں کیا خیال ہے؟ موت تو جسمانی وحیاتیاتی عمل سے وابستہ ایک موڑ ہے جبکہ شہادت اسے روحانی لذتوں کی ابدیت سے آشنا کرتی ہے۔ موت کا ذائقہ تو ہر ذی نفس کو چکھنا ہے مگر شہادت کا مرتبہ بلند تو ایک واضح نصب العین کے حصول کی خاطر کومٹ منٹ کی انتہاؤں کو چھونے والے جذبہ ایثار وقربانی کا لازوال استعارہ ہے۔

گاہے خیال کوندا لپکتا'

چکوال چلو' مینارہ پہنچو' گرہوں کو اور گتھیوں کو سلجھاؤ اور ان کی حضوری سے اپنا دامن دل بھرلو...... مگر رشتہ و تعلق کا کچا پن آڑے آجاتا۔

چند روز پہلے معلوم ہوا وہ راولپنڈی کے لیاقت باغ میں ایک خطاب فرمانے والے ہیں۔ میرے دل میں خوشی کی ایک کلی سی چٹک گئی۔

علی الصبح بیدار ہوا۔ اخبارات اٹھانے باہر نکلا تو گھر کی بیرونی دیوار پر ایک بڑا سا رنگین پوسٹر دکھائی دیا۔ ایک متبسم چہرہ میرے روبرو تھا۔ یقین وایقان کی دمک سے سجا ہوا' جو اہل صفا کا خاص وصف ہے۔ سیاہ داڑھی اور سر پر لشکریوں کی روایتی ٹوپی سے آراستہ!

یہ حضرت قبلہ مولانا محمد اکرم اعوان تھے جو اس پوسٹر کے وسیلے سے میرے گھر کو رونق بخش رہے تھے' میرے کوچہ دل کے مہمان بن چکے تھے۔ میں کئی ساعتیں ان کے بارعب اور متبسم چہرے پر ٹکٹکی باندھے کھڑا رہا۔ پھر مجھے یوں لگا گویا وہ میری حیرت کو بھانپ گئے ہوں' مجھے ان کے لب وا ہوتے ہوئے نظر آئے

کیوں حیران ہوتے ہو' اللہ کے درویش اسی طرح چپکے سے گھر' در اور دل میں داخل ہو جایا کرتے ہیں۔ نسیم صبح کی طرح' خوشبوئے کوئے یار کی مانند۔ اس وقت ہم تمہارے مہمان ہیں اور کل تم ہمارے مہمان بنو گے۔

لیاقت باغ میں بعد از نماز مغرب ایک اجتماع ہے' ضرور آیئے۔

مجھے اپنے علاقے میں کسی اور گھر اور درو دیوار پر ایسا پوسٹر دکھائی نہ دیا۔

میں نے یہ جانا گویا یہ میرے لئے خصوصی نوعیت کی Telepathic دعوت ہے۔ رابطے اور حاضری کی اپنے انداز کی ایک سبیل ہے میں نے طے کیا کہ جلسے میں ضرور حاضری دوں گا۔

شام تک مجھے شدید فلو اور بخار ہو گیا۔ میں نے اپنی توانائی مجتمع کی' نقاہت کے باعث گاڑی چلانا دشوار تھا۔ سوچا' ٹیکسی پر چلنا چاہئے۔ ایک فرلانگ پیدل چلتے ہوئے بخار اور نقاہت سے میں نڈھال ہو گیا' کوئی سواری میسر نہ آسکی۔ میرے لئے گھر واپسی کے سوا کوئی راستہ نہ تھا۔

میں چند گام کے فاصلے پر بھی اپنے ممدوح کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا ان کے افکار عالیہ سے فیض نہ پا سکا۔ شاید میرا رشتہ و تعلق ابھی بہت خام ہے' میرا اندر میل اور کھوٹ سے بھرا پڑا ہے' میرے جیسا آدمی ان کے دربار میں جانے کا اہل نہیں۔

مگر پھر جی نے کہا کہ صوفی کا دربار سے کیا تعلق۔ دربار تو تیرے اپنے من کے اندر ہے' درباری تو خود ہے' تیری سوچ درباری ہے' وگرنہ ایک صوفی اور درویش کا آستانہ تو ایک دھوبی گھاٹ ہوتا ہے جہاں تیرے جیسے میلے کچیلے لوگ ہی دھلائی یا دھنائی کے لئے لائے جاتے ہیں۔ مگر تو میل کا اس قدر رسیا اور عادی ہو چکا ہے کہ دھوبی گھاٹ جانے سے کتراتا ہے' ڈرتا ہے..... کہیں مارا نہ جاؤں۔

ہاں میں واقعی ایک میلا آدمی ہوں' میرا رشتہ و تعلق ابھی بہت کچا اور خام ہے۔ میں ڈرنے والا اور خوف زدہ شخص ہوں۔ مگر ان ساری کمیوں کجیوں کے باوجود میرے دل میں ان کی کھچ اور تانگ بدستور بڑھتی جا رہی ہے۔ کشش وجذب کا تموج بدستور برپا ہوتا ہے اور اس بھیگی رات میں جب حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مجھ سے چند گام کے فاصلے پر اپنے چاہنے والوں میں انقلاب کی پنیری بو رہے ہوں گے میں اپنے بوجھل دل میں حضوری سے محرومی کا ویرانہ سجائے یہ سطریں رقم کر رہا ہوں۔ احساس کی تپش سے میرا جسم پھنک رہا ہے اور دل میں ایک ہی ہوک بسی ہوئی ہے۔

میں وی جانا جھوک رانجھن دی نال میرے کوئی چلے

پس تحریر۔

اگلے روشن دن فون کی گھنٹی بجی' دوسری طرف میرے پرانے مہربان اور دانشور دوست جناب غیاث الدین جانباز لائن پر تھے۔ عرصہ پچیس سال بعد یک بیک اس رابطے میں کیا بھید تھا۔ ان کا لہجہ کانوں میں رس گھولنے لگا۔

کل رات حضرت صاحب کی محفل میں آپ کا ذکر ہوا ہے' آپ اپنی سہولت کے مطابق قبلہ حضرت صاحب سے جب چاہیں ملاقات کر سکتے ہیں'

اس سلسلے میں تنظیم الاخوان کے نمائندے کرنل (ر) بشیر احمد صاحب آپ سے رابطہ کریں گے۔

مگر آپ کو میری اس تانگ اور کھچ کا علم کیسے ہوا'

دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ ویسے آپ کے سلسلے میں آپ کے دوست ضیا منصور کھوکھر وسیلہ بنے ہیں۔

کیا ایک بندے کا حرف آرزو یوں بھی قبولیت پاتا ہے' مجھے اندازہ نہ تھا۔

مجھ ادھورے آدمی کو رانجھن کی جھوک کے لئے رفیق سفر مل گئے ہیں۔

کالم نمبر3' 98-11-29

میرے پیا گھر آئے

آدمی کے ارادوں کو چاٹنے والی شکست و ریخت اوپر والے کی قدرت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ میں نے بہت چاہا کہ قبلہ حضرت جی کی قدم بوسی کے لئے چکوال جاؤں' منارہ پہنچوں اور اپنے دل کی بے قراری کو ان کے حضور پیش کروں' مگر ایسا نہ کر سکا۔ پھر یوں ہوا کہ وہ ایک مہینے کے مختصر دورانیے میں متعدد بار' راولپنڈی تشریف لائے۔ برادر مکرم کرنل (ر) بشیر احمد کی وساطت سے دعوت ملاقات بھی ایک تسلسل کے ساتھ برقرار رہی مگر ہر بار ہی کوئی نہ کوئی وجہ آڑے آتی رہی۔ ذرا غور کرتا تو اس ظاہری وجہ کے پیچھے میرے لوں لوں میں جمع ہو جانے والی میل اور کھوٹ تھی' جو میرے ارادوں کو بوجھل بناتی اور شکست و ریخت میں مبتلا کرتی رہی۔ میں منارہ پہنچا نہ راولپنڈی میں ہی حضرت جی کی خدمت میں حاضر ہو سکا۔ مگر دوسری طرف عالم یہ رہا کہ پچھلے کچھ عرصہ سے میرے جی میں ان کے لئے جو ایک کھینچ سی لگ گئی تھی اور جو ایک تانگ سی محسوس ہونے لگی تھی اس میں برابر اضافہ ہوتا رہا۔ مختلف وسیلوں اور رابطوں اور بطور خاص حضرت جی قبلہ کی تصنیفات کے مطالعے سے ان کی فکر و نظر کا رس' بوند بوند میری لوح قلب پر ٹپکتا رہا۔ مجھے نہال کرتا رہا۔ اسی عرصے میں ان کی ہستی کے ساتھ میرا ایک ٹیلی پیتھک رشتہ بھی استوار ہو گیا۔ گاہے سوچتا' کیا میں ان کے ساتھ کسی فکری رومانس میں مبتلا ہو گیا ہوں یا میں بھی غیر محسوس طور پر ان کی ذات کی کرشمہ صفتی کا اسیر ہوں۔ مگر مجھے اپنے اندر سے کوئی واضح جواب نہ ملتا۔ ڈور کا سرا اور الجھ جاتا۔ کبھی میرے وجود کے کسی گوشے سے بھیں بھیں کرتی ایک اور آواز اٹھتی۔ اوئے میلے کچیلے آدمی' پاپ تیرے انگ انگ میں رچا ہوا ہے۔ تو ڈرنے والا اور خوف زدہ شخص ہے۔ تیرا رشتہ و تعلق خام اور کچا ہے تو کیسے مل سکتا ہے اللہ کی برگزیدہ ہستی کو۔ پھر ایک روز مجھے کچھ آسرا سا ہوا۔ انہوں نے میرا ایک کالم پڑھ کر مجھے خط لکھا۔ دعاؤں' آرزوؤں اور ارادوں سے مالا مال مختصر سا خط' کوزے میں سمندر سمیٹ دیا تھا حضرت جی نے۔ ایک جملہ یوں تھا۔

"زندہ رہنا مقصد نہیں' بلکہ حق کے ساتھ زندہ رہنا مقصد ہے"۔

دوسری نوید یوں تھی۔

"انشاء اللہ فجر طلوع ہونے والی ہے۔ اس کی خبرات کی گہری تاریکی دے رہی ہے۔ اللہ ہم سب کو طلوع فجر کا حسین منظر نصیب کرے۔"

مگر یہ طلوع فجر کب اور کیونکر ہوگی' ایسی نویدیں تو سنتے سنتے ہم جی تک ہار چکے ہیں۔ وسوسے اور اندیشے پھر سے سوچوں کو جکڑنے لگتے' پھر ان کی کوئی تصنیف' کوئی بیان زیر مطالعہ آجاتا تو ایک نیا اجالا مہمان ہو جاتا۔

وہ رب کی دھرتی پر رب کا نظام چاہتے ہیں۔ جس طرح سورج کی روشنی اور آکسیجن ہر کس و ناکس کو یکساں طور پر زندگی کا پیغام دیتی ہے یہاں تک کہ ہر کس و ناکس کا فرق مٹ کر رہ جاتا ہے۔ اسی طرح رب العالمین کی منشا ہے کہ انسان بھی اللہ کی عطا کردہ اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وساطت سے ملنے والی رہنمائی میں اپنے سماج میں ایک ایسا عادلانہ نظام قائم کرے جس میں ہر فرد کو اس کے حصے اور ضرورت کا سامان نشوونما بلا روک ٹوک میسر رہے۔ یہی شریعت محمدیؐ ہے۔

ہیولوں' سایوں اور اجالوں کی اسی ادھیڑ بن میں ایک روز قول فیصل ہو گیا۔ اس بار میرے نو عمر رفیق جناب بہزاد سلیمی وسیلہ بنے تھے۔ حضرت جی 25 نومبر کو اساس کے مرکزی کمپلیکس تشریف لا رہے تھے' کنواں خود چل کر پیاسوں کے پاس آرہا تھا' کتنے دیالو ہیں وہ۔ کتنے عالی ظرف ہیں وہ۔ اب تو فرار کی اور گریز کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی تھی۔ میلے کچیلے کپڑوں کو دھلائی اور دھنائی کے لئے دھوبی گھاٹ پر پہنچنا ہی تھا۔

وہ آئے اور گرد و پیش بے داغ اجالے سے بھر گیا' پیا گھر آئیں تو یہی منظر ہوا کرتا ہے۔

پہلی نظر میں وہ ایک دہقان لگے' متبسم اور پر یقین' ان کے چہرے پر ایک آسودگی تھی جو ہر اس دہقان کا مقدر ہوتی ہے جو اللہ کے قانون کے مطابق فصل کی بوائی کے تمام تقاضے پورے کر چکنے کے بعد' اسی کے قانون پر یقین کامل رکھتے ہوئے فصل کی پکائی تک صبر کے عمل سے گزر رہا ہوتا ہے۔ گاہے بے داغ اجلا لباس اور ڈھیلی ڈھالی پگڑی زیب تن کر کے ساتھیوں کے ہمراہ اپنے مشاہدے' تجربے اور مطالعے سے ہم جیسے عامیوں کو بھی فیض یاب کرنے کے لئے سفر پر نکل کھڑا ہوتا ہے۔

مگر پہلی نظر کے وہ دہقان تو صرف دہقان نہ تھے' بلکہ اس دہقان کے پردے میں وہ کچھ ہیں جو بہت ہی کم لوگوں کا مقدر ہوتا ہے۔ وہ ایک ایسا گلاب ہیں جس کی ہر پنکھڑی صباحت' کو ملتا اور خوشبو کا ایک نیا احساس

ہوتی ہے اور یوں پت در پت، جہت در جہت محبت کا ایک نیا جہان آباد ہوتا چلا جاتا ہے۔ وہ ایک صوفی ہیں، پیر ہیں، شکاری ہیں، سیاح ہیں، مفسر قرآن ہیں، مصنف ہیں، شاعر ہیں، مدرس ہیں، مبلغ ہیں، ماہر آثار قدیمہ ہیں، ایک دینی اور سیاسی جماعت کے امیر ہیں، عسکری فنون کے دلدادہ ہیں، لوک دانش اور فنون لطیفہ کے شناور ہیں، انگریزی فلموں کے شائق ہیں، انٹرنیٹ سے گہرا شغف رکھنے والے ہیں، سماجی تبدیلی کی حرکیات اور میکانزم کے عالم ہیں، اسلامی بینکار ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ طمانیت قلب کی دولت سے مالا مال اللہ کے ایک ایسے بندے ہیں جو انسانی سماج میں مروج ظلم کے ہر ناسور کو جہاد جوش و جذبے اور موثر حکمت عملی کے ساتھ ملیامیٹ کرتے ہوئے، ہر نوع کی سلامتی پر مبنی اسلام کا نظام نافذ کرنے کا عزم صمیم رکھتے ہیں۔ نرم دم گفتگو گرم دم جستجو ____ یہ ہیں امیر تنظیم الاخوان حضرت قبلہ مولانا محمد اکرم اعوان صاحب۔

حضرت جی سے ملاقات اڑھائی گھنٹے کو محیط رہی۔ کچھ حصہ غیر رسمی بات چیت میں گزرا اور بڑا حصہ باقاعدہ انٹرویو پر مشتمل رہا۔ جسے ہمارے نوجوان ساتھی جناب بہزاد سلیمی اور ابوذر وسیم صاحب قلم بند کر رہے ہیں۔ قارئین کرام یہ یادگار انٹرویو پوری تفصیل کے ساتھ عنقریب روزنامہ "اساس" میں پڑھ سکیں گے۔ میں حضرت جی سے ہونے والی گفتگو کو اپنے فہم کے مطابق "حرف آرزو" کی وساطت سے آپ تک پہنچاؤں گا۔

حضرت جی جیسے مرتبے پر فائز شخصیت سے اڑھائی گھنٹے کی ملاقات، سمندر کے ایک قطرے سے شناسائی ہی کہی جا سکتی ہے، مگر قطرہ گوہر ہو چکا ہو تو اس کے فیضان کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ حضرت جی کے ساتھ ہونے والی اس ملاقات میں زندگی کو درپیش سلگتے ہوئے مسائل اور متنوع موضوعات پر ان کی آراء سامنے آئیں۔ جن پر ایک سے زائد رد عمل ہو سکتے ہیں، کہ یہی جمہوری روح اور رویہ ہے، اسی طرح دانش سے دانش ملتی اور دیئے سے دیا روشن ہوتا ہے۔

کالم نمبر 4، 30-11-98

میرے پیا گھر آئے

اساس کا میلیکس کی سیڑھیاں طے کرتے ہوئے ہمارے بعض ساتھی، مولانا محمد اکرم اعوان صاحب کے قافلے میں شامل کیل کانٹے سے مسلح ان کے رفقاء کو دیکھ کر حیرانگی کا اظہار کر رہے تھے۔ بعد میں ایک دوست نے مجھ سے پوچھا بھی کہ ایک اللہ والے اور درویش صفت انسان کو کیا پڑی ہے کہ اتنے سارے مسلح محافظوں کے جھرمٹ میں گھرا رہے۔ اس موقع پر مجھے اپنے نام ارسال کردہ مولانا صاحب کا چوبیس اکتوبر کا خط یاد آیا جس میں لکھا تھا کہ

انہوں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے خود کو بندوق کی نوک پر پایا ہے اور اب وہ پینسٹھ (65) برس کے ہیں۔ زندگی اللہ کی طرف سے تھی کوئی مار نہ سکا مگر بندوقیں اب بھی ہر طرف تنی ہوئی ہیں اور اگر مار بھی لیں گے تو کیا تیر ماریں گے۔ زندہ رہنا مقصد نہیں بلکہ حق کے ساتھ زندہ رہنا مقصد ہے۔ آخر میں انہوں نے مجھے احتیاط سے آگے بڑھنے کا مشورہ دیا تھا۔ کسی دوسرے کو تحفظ خویش کا مشورہ دینے والا شخص اپنے تحفظ کا بھی حق رکھتا ہے یا نہیں۔ اس کا فیصلہ مشکل نہیں۔

حضرت اعوان صاحب کے ساتھ مکالمے کی پہلی غیر رسمی نشست برادرم شیخ افتخار عادل صاحب کے کمرے میں منعقد ہوئی۔ اساس کے ایڈیٹر جناب مستنصر جاوید بھی شریک گفتگو تھے۔ غیر رسمی گفتگو تواضعات کے دوران باقاعدہ سوالات کے لگے بندھے نظم سے آزاد تھی اس لئے متنوع موضوعات پر مختصر اظہار خیال ہوتا رہا۔ تاہم ایک ہمہ جہت شخصیت سے شناسائی کے لئے اس کی علمی اہمیت اپنی جگہ مسلمہ ہے۔ میری خواہش ہے کہ قارئین کرام کو بھی اس بات چیت کے اہم اجزاء میں شریک کروں۔

حضرت جی مینارہ، چکوال سے براستہ موٹر وے تشریف لائے تھے۔ شیخ صاحب کا کہنا تھا کہ جی ٹی روڈ کے کنارے آبادیاں پھیل جانے کے باعث اب مسافر دیہی لینڈ سکیپ سے محروم ہو گئے ہیں البتہ یہ حسن فطرت موٹر وے پر موجود ہے۔ مستنصر صاحب بولے دیہی معاشرت اور لینڈ سکیپ سے عدم شناسائی ہی تو ہے کہ ہمارے شہری نوجوان کو علم ہی نہیں ہے کہ گندم خوشوں میں پروان چڑھتی ہے یا درخت پر اگتی ہے۔ یہاں سے مکالمہ سماج کو درپیش چند ایک ضمنی برائیوں سے ہوتا ہوا پھر درخت کی تمثیل سے آ جڑا۔ حضرت جی کا کہنا تھا کہ برائی کا درخت الٹا ہوتا ہے۔ اس کی جڑیں زمین میں نہیں بلکہ اوپر ہوتی ہیں۔ اس لئے برائی کو ہمیشہ اوپر سے ہی ختم کیا جا سکتا ہے۔ ان کے نزدیک ہمارے ہاں احتساب کا عمل ہمیشہ نیچے سے شروع کیا جاتا رہا ہے اور نچلی سطح پر ہی تمام ہو جاتا رہا ہے۔ حضرت جی نے دکھ بھرے لہجے میں کہا کہ عالم تو یہ ہے کہ نچلی سطح پر بھی صرف وہی لوگ احتساب کی زد میں آتے ہیں جن کا کوئی والی وارث نہیں ہوتا، تعلق داری والے لوگ یہاں بھی صاف بچ نکلتے ہیں۔ جہاں تک معاشرے کے بالائی طبقوں کا تعلق ہے تو وہ ہر قسم کے احتساب سے بالا تر سمجھے جاتے ہیں۔ گزشتہ نصف صدی میں جو شخص بھی کرپشن کی سیڑھی لگا کر "اوپر" پہنچا ہے وہ احتساب سے ماورا ہو گیا ہے۔

اس مرحلے پر حضرت جی نے فوجی دور حکومت کا ایک قصہ سنایا۔ ایک بے یارو مددگار شخص سرراہ لوگوں کے مجمع میں دہائی مچا رہا تھا کہ فلاں شخص نے بیس سال پہلے اس کے بیاسی روپے مار لئے تھے مگر کسی بھی طرح یہ رقم واپس کرنے پر تیار نہیں۔ قریب سے ایک فوجی افسر کا گزر ہوا اس نے سارا ماجرا سن کر اس "فلاں" شخص کو حکم دیا کہ وہ اس غریب آدمی کی رقم فی الفور

واپس کر دے ورنہ واپسی پر وہ اس کی پیٹھ پر ہتھیالی گئی رقم کے مساوی کوڑے برسائے گا۔ حضرت جی نے بتایا کہ اس افسر کی واپسی سے قبل ہی اس بے یارومددگار شخص کو اس کی رقم وصول ہو چکی تھی۔

میں نے عرض کیا کہ اس قصے کے بین السطور کہیں مارشل لاء کی تائید و حمایت کا پہلو تو موجود نہیں۔

مولانا محمد اکرم اعوان صاحب نے متبسم لہجے میں کہا کہ بات مارشل لاء کی حمایت کی قطعی نہیں ہو رہی۔ ثابت کرنا یہ مقصود ہے کہ اگر کوئی سسٹم نقص اور سقم سے پاک ہو گا تو وہ بہتری، بھلائی اور اچھائی کو فروغ دے سکے گا۔ آپ اپنے شہری نظم و نسق کی انقلاب آفرین اصلاح کر لیجئے۔ عدل کو بلا امتیاز سب کے لئے یقینی بنا لیجئے۔ زیر دست اور زبردست کا فرق مٹا دیجئے۔ بے گناہ کو تحفظ دیجئے اور گناہ گار اور مجرم کو قانون کے شکنجے میں جکڑ لیجئے پھر دیکھئے آپ کے معاشرے کی شکل صورت اور رنگ ڈھنگ کیا ہو جاتا ہے۔

اس موقع پر حضرت جی قبلہ نے میرے آقا رحمت العالمینؐ کی حیات طیبہ کا ایک سنہری واقعہ بیان فرمایا۔

ایک امیر اور بااثر گھرانے کی عورت چوری کی مرتکب ہوئی۔ اس کے خاندان والوں کی خواہش تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ جرمانہ دینے کو تیار ہیں۔ اس کے بدلے عورت کو جسمانی سزا نہ دی جائے۔

حضور نبی اکرمؐ نے اس مرحلے پر ایک ایسا زریں اصول ارشاد فرمایا جو قیامت تک انسانیت کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ آپ نے فرمایا عدل کے روبرو سب یکساں ہیں۔ پہلی قومیں اس لئے تباہ ہوئیں کہ وہ معاشرے کے بااثر افراد کو چھوڑ دیتی تھیں اور بے اثر اور غریب لوگوں کو سزائیں دی جاتی تھیں۔ اللہ کے آخری نبیؐ نے مزید فرمایا کہ اس رب کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میری بیٹی فاطمہؓ سے بھی کوئی غلطی سرزد ہو تو اس کا بھی عدل کی رو سے پورا پورا حساب ہو گا۔

غیر رسمی مکالمہ انسانی فطرت کی بوقلمونیوں سے ہوتے ہوئے اپنی سوسائٹی میں جاری بے مہار قانون شکنی تک پہنچ چکا تھا اور سزا و جزا کے حوالے سے بعض واقعات کی خوشہ چینی ہونے لگی تھی۔ میں نے ادب سے سوال کیا۔

"کیا قانون پر عمل کے لئے سزا کا خوف ضروری ہے یا جزا کا احساس اور یقین ہی کافی ہے؟"

حضرت جی کا کہنا تھا کہ اسلام ایک متوازن نظام حیات کا داعی ہے۔ جزا کی اہمیت اپنی جگہ مسلمہ ہے۔ مگر جب کوئی فرد معاشرے کی متعین کردہ حدود و قیود کو، جو اسی کی بھلائی اور بہتری کے لئے بنائی گئی ہوں، توڑتا ہے تو اسے سزا ضرور ملنی چاہئے۔ انسانی مزاج کو راہ راست پر رکھنے کا نظام خود انسانوں کے لئے ایک نعمت کی حیثیت رکھتا ہے۔ عدل پر مبنی نظام ہی دیرپا ہوتا ہے۔

[illegible] پر [illegible] مولانا محمد اکرم اعوان کو کسی صاحب کا امریکہ [illegible] ایک نعرہ [illegible] اسی میں اس نے کہا تھا۔ امریکہ [illegible] ہے [illegible]

مولانا صاحب سے [illegible] بات تھی کہ امریکہ اصل میں [illegible] ایک ایسا معاشرہ ہے [illegible] قانون سب کے لئے یکساں ہے۔ جہاں ایک عام [illegible] صدر [illegible] کر سکتا ہے۔ پھر مولانا صاحب نے حالیہ ایام میں صدر امریکہ کی ذات سے منسوب مونیکا لی کے واقعے کا حوالہ دیا۔ جس میں دوران تفتیش سوالات کی بوچھاڑ [illegible] کرسی پر بیٹھے ہوئے صدر کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں۔ اس کیفیت میں اس کا بار بار پانی پینا ظاہر کرتا ہے کہ مملکت کے سربراہ کو قانون کی اصابت اور دیانتداری کا کامل یقین ہے۔ اور وہ جانتا ہے کہ اس [illegible] فرار کا کوئی راستہ باقی نہیں ہے۔

موجودہ سسٹم میں ظلم کی انتہا ہو چکی ہے۔ اب غلام کو اپنے لئے بھی کمانا پڑتا ہے اور مالک کے لئے بھی

امریکہ کے راستے ہوئے سخن ایک بار پھر پاکستان تک آ پہنچا۔ حضرت جی کا کہنا تھا کہ ہماری بقاء کا راستہ صرف اور صرف اسلامی نظام کا نفاذ ہے۔ [illegible] نہیں اٹھتے۔ صرف چہرے بدلنے سے مقدر نہیں بدلتے۔ غیر عادلانہ نظام نے چودہ کروڑ انسانوں کو اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ قدیم زمانے میں غلام کی کفالت مالک کے ذمے تھی۔ موجودہ سسٹم میں ظلم کی انتہا ہو چکی ہے۔ اب غلام کو اپنے لئے بھی کمانا پڑتا ہے اور مالک کے لئے بھی۔ ہم ظلم کے اس سسٹم سے جس قدر جلد نجات پا لیں ہمارے لئے اس قدر بہتر ہے۔ ورنہ وہ دن دور نہیں جب مجبور و مقہور اور محروم عوام بھوک سے تڑپ تڑپ کر مرنے کی بجائے گولی سے مرنے کو ترجیح دیں گے۔

کالم نمبر 5، 1-12-98

میرے پیا گھر آئے

اور اب محفل استفسار کو ایک نظم کے ساتھ آگے بڑھنا تھا۔ نئی نسل کے دو قلم کار جناب بہزاد سلیمی اور ابوذر وسیم صاحب انٹرویو کے اس حصے کے سرخیل تھے جبکہ مجھے ان کی رفاقت میں، محض گفتگو کے تسلسل کو برقرار رکھنا تھا یا پھر ضمنی سوالات کے ذریعے "میر محفل" سے اپنے قارئین کرام کے لئے زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنی تھیں۔

لمحے بھر کے لئے میرے اعصاب پر تشویش کی مدھم سی لہر دوڑ گئی۔

کیا ایک ممدوح سے سوال کرنا بے ادبی تو نہیں؟

تو گویا میں مولانا محمد اکرم اعوان صاحب کے ساتھ فکری رومانس

ہوتے ہوئے ان کی شخصی کرشمہ صفتی کا اسیر ہو گیا ہوں۔ کیا کسی ہستی کے ساتھ TELEPATHIC رشتہ و تعلق قائم ہو جانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دوسرا شخص اپنی شخصیت اور اپنی ذات کی نفی کرلے۔

اس ایک لمحے میں مجھ پر تشویش در تشویش کے کتنے ہی زمانے گزر گئے' میں اعصاب کے بوجھل پن میں گرفتار ہو گیا۔ میں نے نظر بھر کر دیکھا' حضرت جی مولانا اعوان صاحب میرے روبرو پیکر شفقت بنے بیٹھے تھے' ان کا متبسم چہرہ دعوت سوال دے رہا تھا۔ میں نے اپنے اندر کے صحافی کو بیدار کیا۔ سوال تو ایک عجز ہے' تلاش ہے' پیاس ہے' جبکہ جواب ایک عطا ہے' ایک شفا ہے۔ پیاسے بھی موجود تھے اور کنواں بھی روبرو تھا۔ سو طلب و رسد کا یہ سلسلہ بڑی خوبی سے رواں ہو گیا۔ گزشتہ روز "اساس" کی اشاعت میں شامل مولانا محمد اکرم اعوان صاحب کے ساتھ باقاعدہ انٹرویو آپ کی نظر سے گزر چکا ہو گا۔ تاہم میں نے قارئین کرام سے وعدہ کیا تھا کہ میں اس محفل کے بعض گوشوں کو اپنے فہم کے مطابق ان کی خدمت پیش کروں گا۔

میرے روبرو مولانا اکرم اعوان صاحب کی صورت میں ایک آسودہ حال دہقان بیٹھے تھے۔ جنہیں مادی' علمی اور روحانی دولت فراواں نصیب ہوئی ہے۔ جو طمانیت قلب کی ثروت سے بے پایاں حد تک نمایاں ہیں۔ مطالعہ' تجربہ اور مشاہدہ جن کا خاصہ ہے۔ نرم دم گفتگو' گرم دم جستجو! ایسے اوصاف کا کسی ایک شخصیت میں ارتکاز فکر و عمل اور قیادت و سیادت کے نت نئے امکانات کو روشن کر دیتا ہے۔ کیا مولانا اکرم اعوان صاحب اپنی قیادت کی روشنی سے تاریکیوں میں مارے جانے والوں کو زندگی کا راستہ دکھا سکتے ہیں۔ کیا وہ رسومات میں گھرے ہوئے ہجوم کا ٹھوس حقائق سے رشتہ جوڑ کر اسے نظم و ضبط کا پابند بناتے ہوئے اس کے لئے بہتر مستقبل کا سامان کر سکتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے فہم و فراست اور حکیمانہ طرز عمل سے ایسی پیش رفت کر جائیں کہ مذہب کے نام پر تقسیم در تقسیم اور شدت پسندی کی روز افزوں روش دم توڑ دے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلام جیسے عظیم انقلابی نظریہ حیات کو پوجا پاٹ سے نکال کر' ذاتی اور اجتماعی سطحوں پر' عبادات کے فقید المثال نظام سے منسلک کر دیا جائے یعنی یہ کہ اسلام کا معاشرے میں سماجی' سیاسی اور اقتصادی قوت کے طور پر نفاذ یقینی بنا دیا جائے۔

مولانا مکرم نے اپنی ذات کے حوالے سے ہر مرحلے پر عجز اور انکساری کا اظہار فرمایا۔ ان کے نزدیک اہمیت اس حقیت کو حاصل ہے کہ رب کریم نے ہر فرد کو جن اوصاف سے مالا مال کیا ہے' وہ انہیں بر سر عمل لاتے ہوئے دنیا میں اپنے حصے کا کردار ادا کر جائے۔ اس ناطے سے وہ (مولانا صاحب) بھی اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔

جہاں تک سوسائٹی میں اسلام کو سماجی' سیاسی اور اقتصادی قوت کے طور پر نافذ کرنے کا تعلق ہے' مولانا صاحب اس بارے میں یقین و ایقان کی دولت سے مالا مال ہیں۔ ان کے نزدیک اسلام ہی کائنات کی قوت اور مقدر ہے۔ اسلام کے حوالے سے اپنے فہم کا اظہار کرتے ہوئے میں نے انہیں پیکر عجز و انکساری پایا۔ مجھے بارہا احساس گزرا کہ اس بحر بے کراں میں وہ خود کو قطرے سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے مگر دوسری جانب ان کے ہاں اسلامی تعلیمات کی اصابت کا یہ عالم ہے کہ ان پر کسی کوہ گراں کا گمان ہوتا ہے۔

حضرت جی قبلہ کے فہم کی رو سے اسلام عدل پر مبنی امن و سلامتی کا پیامبر ہے۔ اس کے ہاں نفرت نہیں محبت ہے' تشدد نہیں اعتدال ہے' تقسیم نہیں تفہیم ہے۔ اسلام نظریاتی سطح پر ایک اکائی اور وحدت کو اجاگر کرتا ہے تاہم اس میں سوچ اور آراء کے تنوع کی پوری گنجائش موجود ہوتی ہے۔

مولانا صاحب کے فہم اسلام کی رو سے اسلام کے دو بڑے شعبے ہیں۔ ایک بندے اور مولا کا تعلق اور دوسرا خلق خدا کے باہمی تعلقات و معاملات۔ جہاں تک پہلے شعبے کا تعلق ہے' اس میں کوئی جبر نہیں' کوئی زور نہیں۔ تاہم دوسرے شعبے کی صورت حال مختلف ہے۔ یہاں معاشرے کے افراد کے مابین حقوق و فرائض پر مبنی تعلقات اور معاملات جیسے حقائق پائے جاتے ہیں۔ جن کی ادائیگی معین پیمانوں کے مطابق مطلوب ہوتی ہے۔ بالکل جس طرح ایک گاڑی یا مشین اسی صورت میں رواں رہ سکتی ہے جب اس کے تمام کل پرزے اپنی اپنی نشست پر براجمان ہوں اور حسب پروگرام اپنا کردار انجام دے رہے ہوں۔ مولانا اعوان صاحب کے نزدیک اسلامی نظام حیات کا یہی وہ طرۂ امتیاز ہے جس کے باعث اسے دور اول میں عظیم الشان کامیابیاں نصیب ہوئیں اور یہی وہ وصف ہے جس کے بل بوتے پر ہم اسے وطن عزیز میں ایک ہمہ گیر انقلابی قوت کے طور پر روبہ عمل لائیں گے۔

مولانا محمد اکرم اعوان صاحب کے نزدیک جو معاشرے عدل کے مطابق حقوق و فرائض میں توازن بدوش رشتہ و تعلق برقرار رکھنے میں ناکام ہو جاتے ہیں' اللہ کے قانون مکافات عمل کے تحت تباہی ایسے معاشروں کو اپنے گھیرے میں لے لیتی ہے۔ اس ضمن میں آپ نے معاشی حقوق کے اتلاف کا حوالہ دیا۔ با اثر افراد کے ایک گروہ نے اربوں ڈالر کے مساوی رقوم قومی خزانے سے خورد برد کرتے ہوئے بیرون وطن بنکوں میں پہنچا رکھی ہیں۔ اسی طرح صاحبان اثر و رسوخ نے اندرون ملک بنکوں میں جمع عوام کی امانتوں سے کروڑوں اربوں روپے کے قرضے وصول کئے اور انہیں معاف کروانے کے نام پر ہڑپ کر گئے' ڈاکہ زنی کی ایسی وارداتوں کے بین ثبوت بھی موجود ہیں۔ اسلامی قوت نافذہ ایسے جرائم میں کسی رو رعایت کے بغیر مجرموں کی گردنیں ناپ لیا کرتی ہے۔

حضرت جی کا کہنا تھا کہ اسلام عام آدمی کو مطلوب سامان رزق کی فراہمی کو یقینی بناتا ہے۔ گویا اسلامی ریاست اپنی اکائی یعنی اپنے باشندے کی کفالت کی ذمہ دار اور نگہبان ہوتی ہے۔ یہی تو وہ حقیقت تھی جس کا ادراک

جناب عمر فاروقؓ کو بے کل اور بے قرار رکھتا تھا اور انسان تو انسان رہے، وہ فرات کے کنارے آباد ایک کتے کے سامان رزق کے لئے بھی فکر مند رہتے تھے۔

آج ہمارا معاشرہ جس معاشی ابتری کا شکار ہے اور بااثر طبقے جس طرح ملکی دولت کی لوٹ کھسوٹ کے ذریعے عام آدمی کو بھوک اور احتیاج کے تپتے صحراؤں میں آبلہ پائی پر مجبور کئے جا رہے ہیں، حضرت مولانا محمد اکرم اعوان کو اس پر گہری تشویش ہے۔ اس تناظر میں وہ نام نہاد مذہبی پیشوائیت کے رویے پر بھی معترض ہیں، جو بے وقت کی راگنی الاپنے میں مشغول رہتی ہے۔ بھوکے شخص کو تو روٹی کی ضرورت ہوتی ہے مگر یہ اسے اس وقت وضو کرنے کے طریقے بتا رہی ہوتی ہے۔ انہوں نے اس خدشے کا بھی اظہار کیا کہ بھوک، بیماری، رسوائی، ذلت اور احتیاج کے ہاتھوں مایوس لوگ انتہا پسندی کا رخ کر سکتے ہیں اور سسک سسک کر مرنے کی بجائے گولی سے مر جانے کا راستہ اختیار کر سکتے ہیں۔ گویا بھوک پیاس سے مرنے والے مجبور اور بے اختیار لوگوں کے پاس بھی ایک آخری اختیار ہوتا ہے۔

کالم نمبر6، 2-12-98

میرے پیا گھر آئے

پھر اسی غنی شخص نے کہا کہ مال و اسباب اور تائید و حمایت کی ہر دم وسعت پذیر دولت کے باوجود ہمارا منصب اقتدار نہیں بلکہ اسلام ہے۔
دوسروں کا راستہ ہے کہ ہمیں اقتدار دو، ہم اسلام دیتے ہیں۔ ہمارا راستہ ہے کہ اسلام نافذ کرو، ہم تمہارے ساتھ ہیں۔
مگر سوال یہ ہے کہ کیا وہ مقتدر طبقے اسلام نافذ کر سکیں گے جن کے مفادات ہی اسلام سے متصادم ہیں اور جن کی لوٹ کھسوٹ کا خاتمہ اسلام کا اولین ہدف ہے۔
محترم مولانا محمد اکرم اعوان اس ضمن میں اتمام حجت کے قائل ہیں۔ حجت پوری ہونے کے بعد کیا ہوگا۔ شاید دما دم مست قلندر !

ان کی گفتگو سے ظاہر ہوا کہ وہ آنے والے ایام کو روشن تر کرنے کے لئے ابھی سے ایسے منصوبے شروع کر چکے ہیں جو غیر عادلانہ نظام کے سمندر میں نیکی و خیر و برکت کے جزیروں کی طرح پروان چڑھنے والے ہیں۔ حضرت جی تعلیم کے شعبے میں جاری تقسیم در تقسیم کے موجودہ روگ کے سخت شاکی ہیں۔ ان کے نزدیک پانچ مختلف قسم کے تعلیمی سلسلوں نے انتشار کی کیفیت پیدا کر رکھی ہے۔ ان کا اشارہ یقیناً "مذہبی" مسلکی اور معاشی بنیادوں پر چلنے والے بچوں کو اپنی اپنی دنیا کا ہی اسیر بنا کر رکھ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب یہ بچے فارغ التحصیل ہو کر عملی زندگی میں داخل ہوتے ہیں تو وہ بڑے اور قومی معاشرتی دھارے کا حصہ بننے کی بجائے متوازی یا ایک دوسرے کو کاٹنے والی اکائیوں میں ڈھل چکے ہوتے ہیں۔ مولانا اکرم اعوان صاحب کی تنظیم نے اپنے تئیں ایک متبادل تعلیمی نظام وضع کیا ہے جس میں ان سے بچوں کی شخصیت و کردار سازی خاصتاً" اس پہلو کے ساتھ کی جاتی ہے کہ طالب علم زمانہ حال اور مستقبل کے چیلنجوں کا مقابلہ کر سکے۔ میری خواہش ہے کہ ان کے تعلیمی اداروں کا قریبی مشاہدہ کر کے اس موضوع پر کچھ لکھوں۔

مولانا اکرم اعوان صاحب کے ہاں معاشی نظم و ضبط اور عام آدمی کے لئے مطلوب مالی آسودگی کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ ان کا کہنا تھا ان کی تنظیم نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جدید زمانے کی مالی اور معاشی پیچیدگیوں سے عہدہ برآ ہونے کا ایک جامع منصوبہ تیار کر رکھا ہے۔ بعض شعبوں میں تجرباتی طور پر آزادانہ کام بھی ہو رہا ہے۔ مثلاً" ان کے ہاں سود سے پاک تجارتی بنیاد کا ایک نیٹ ورک سرگرم عمل ہے جس میں شرکائے کاروبار کو 32 فیصد تک منافع ملا ہے۔ ایک موقع پر حضرت جی نے فرمایا کہ ان کی تنظیم کو سود سے پاک بنکاری سسٹم قائم کرنے کی اجازت نہیں مل سکی کیونکہ قانون کے مطابق اس میں نیشنل بنک کے چالیس فیصد حصص ناگزیر تھے اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں سودی سسٹم پر کام کرتا ہے۔ مولانا صاحب نے کہا یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک طرف ہم ساٹھ فیصد سود سے پاک کاروبار کریں اور پھر اس میں چالیس فیصد سود کی ملاوٹ بھی کر ڈالیں۔

مولانا محترم کے استدلال کا وزن واضح ہے تاہم اس مرحلے پر میرے ذہن میں کئی سوالات نے ہلچل مچا دی تھی۔ مگر مجھے باقاعدہ اٹھ دیتیں ... کے نظم و ضبط کی پاسداری تھی۔ مزید براں وقت کی کمی بھی آڑے آ رہی تھی۔ میں مولانا محترم سے جاننا چاہتا تھا کہ قومی و بین الاقوامی سطح پر ... پھیلی ہوئی سودی نظام کی لعنت سے، وہ اپنے کاروبار کو پاک صاف رکھنے میں کیسے اور کیونکر کامیاب ہو گئے ہیں۔ آخر وہ کون سا کاروباری سلسلہ ہے جو اس قدر آزاد، خود مختار اور خود کفیل ہے جسے کسی مرحلے پر بھی سودی نظام سے وابستہ قومی یا بین الاقوامی اداروں سے واسطہ نہ پڑتا ہو۔

تنظیم الاخوان کے سربراہ، مذہب کے نام پر قائم تنظیموں اور جماعتوں کی افادت اور اہمیت کے تو قائل ہیں۔ تاہم وہ بعض قیادتوں کے ناقد ہیں۔ ان کے خیال میں متعدد حلقے مذہب اور دین کے نام پر محض ذاتی مفادات کی دانداری چمکانے والے اور "سٹیٹس کو" کے حامی ہیں، اسی لئے ایسے مفاد یافتہ طبقے ان کی کھلی اور ڈھکی امداد بھی کرتے ہیں۔ حالیہ ایام میں پانچ چھ ایسی بڑی مذہبی تنظیموں کے نہایت منظم اور حاضری کے اعتبار سے انتہائی کامیاب اجتماعات کے حوالے سے مولانا اکرم اعوان صاحب کا کہنا تھا تاہم ان اجتماعات کی کامیابی میں سب سے بڑا کردار عام لوگوں اور کارکنوں کے اخلاص کی نیت اور جوش و جذبے نے ادا کیا ہے۔ لوگ معصومیت، سادگی اور بہتری ہو...

باقی صفحہ 63 پر ملاحظہ فرمائیں

شریعت بل پر سپیکر کی وضاحت

شب برات کو جب بندگان رب کریم کی پیشانیاں اپنے اللہ کے حضور جھکی ہوئی تھیں، علمائے کرام اس بابرکت رات کی فضیلتیں بیان کر رہے تھے۔ کہیں اس رات کی مخصوص عبادات کی محافل شب بیداری جاری تھیں عین اسی وقت الحمرا ہال میں ایک گریجوایٹ ایوارڈ کی تقریب بھی پورے جوبن پر تھی۔ اس محفل کے بہت ہی گرامی قدر مہمان الٰہی بخش سومرو، سپیکر قومی اسمبلی بھی اپنی ترنگ میں تھے۔ ایسی رنگین فضا میں دلوں کی باتیں زبان پر آ ہی جاتی ہیں۔ جناب سومرو صاحب فنکاروں کی بلائیں لے رہے تھے اور ان کو حوصلہ دے رہے تھے کہ پچاس سالوں کے دوران ملک میں کئی بل پاس ہوئے ہیں جو آج تک کسی کے راستے کی رکاوٹ نہیں بنے۔ عورتوں کے بال کٹوانے پر پابندی نہ ہوگی انہوں نے شریف زادیوں کا خوف دور کرنے کے لئے اپنی اہلیہ محترمہ کی مثال دینا بھی ضروری سمجھا کہ جب شریعت بل قومی اسمبلی سے منظور ہوا تو ان کی اہلیہ نے ان کے ساتھ جھگڑا کیا کہ آپ کی حکومت کون سا بل لا رہی ہے جس سے میرا ہیر ڈریسر بھی خوفزدہ ہو کر ملک سے باہر جا رہا ہے۔ میں نے اپنی اہلیہ کو تسلی دی کہ ہمارا شریعت بل نافذ ہونے کے بعد عورتوں پر کوئی پابندی نہیں لگے گی۔ سب کچھ یونہی چلتا رہے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔

ریاض الرحمن ساغر نے اسی پس منظر میں ایک نظم لکھی ہے جو پیش خدمت ہے۔ کیا کوئی عدالت، کوئی وکیل، کوئی اللہ کا بندہ شریعت بل کے نام پر پوری قوم کو دھوکہ دینے پر ان معززین کے خلاف کوئی چارہ جوئی کر سکتا ہے۔

ریاض الرحمٰن ساغر

ملا کی اذاں اور سپیکر کا بیاں اور — کیا ہونگے نئی نسل پہ اثرات مرتب
کھل جائیں گے اثرات کھلے گی جو زباں اور — تاکید یہاں اور ہے تقلید وہاں اور

تقریب ثقافت میں شریعت کی وضاحت — واعظ تو دم واعظ بھی سنجیدہ نہیں ہے
پیدا ہوا محفل میں تمسخر کا ساماں اور — کرتا ہے نصیحت تو گزرتا ہے گماں اور

بدلا نہیں ملت کا چلن آدھی صدی میں — یہ بحث شریعت کا انوکھا نیا رخ ہے
حوال کسی بل سے بھی بدلے گا کہاں اور — اس مرحلے پر آپ بھی فرمائیں "میاں" اور

ایسی ہی سیاست ہے جو ایوان میں جاری — ایک تیر جو نکلا تھا حکومت کی کماں سے
اٹھے گی میرے دل سے ابھی آہ و فغاں اور — کھو بیٹھا ہدف کھینچئے اب پھر سے کماں اور

کیا خوب میرے راہنماؤں کا ہے کردار — اب کیجئے کچھ اپنے قبیلے کی بھی تطہیر
ہونٹوں پہ صدا اور ہے اور دل میں نہاں اور — "شاہیں کا جہاں اور ہے کرگس کا جہاں اور"

نظام سے بغاوت

کلمہ طیبہ پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ہر اس دستور سے' ہر اس قانون سے' ہر اس ضابطہ سے' ہر اس نظام سے اور ہر اس رسم ورواج سے دستبرداری کا اعلان کر دیا جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق نہیں ہے۔ اور ہم نے ہر قسم کے نظام باطل سے بغاوت کا اعلان کر دیا۔ خواہ یہ کسی ہندو نے بنایا ہو' انگریز نے بنایا ہو یا پاکستانی حکومت نے بنایا ہو۔ ملک میں جاری وساری سودی معیشت' عدالتی ناانصافیوں اور حکومت کے دہرے معیار انصاف کے بخئے اس مضمون میں ادھیڑے گئے ہیں انہیں پڑھ کر کوئی مسلمان اعلان بغاوت کئے بغیر رہ نہیں سکتا۔ موجودہ مسائل کا ایک ہی حل ہے جسے امیر تنظیم الاخوان نے قرآن وحدیث اور اسلامی تاریخ سے اس انداز میں اخذ کیا ہے کہ قاری آخر میں کہہ اٹھتا ہے کہ دل سے تیری نگاہ جگر تک اتر گئی۔ دونوں کو اک ادا میں رضا مند کر گئی

خطاب۔ حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

اعوذ باللہ من الشطین الرجیم ○ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفی باللہ شھیدا ○

بزرگان محترم عزیزان گرامی السلام علیکم ورحمتہ اللہ! اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے اللہ وہ ذات عظیم ہے' وہ ذات کریم ہے جس نے اپنے رسول کو ہدیٰ اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ وہ دنیا کے بنائے ہوئے تمام طرح کے باطل نظاموں پر اس ہدیٰ کو غالب کرے اور اللہ اس بات پر گواہ ہے کہ ایسا ہو۔ بعثت انبیاء کا مقصد بنی نوع انسان کو اپنے خالق اپنے معبود حقیقی' اپنے رب' اپنے پالنے والے پر ایمان اور اس کی اطاعت کا تعلق استوار کرانا مقصود ہوتا ہے۔ اللہ کی ذات' اللہ کی صفات' آخرت' ضروریات دین کے بارے میں ایمان ایک خبر ہے' ایک اعلان ہے' ایک دعویٰ ہے۔ اللہ کا رسول اس کی خبر دیتا ہے' ماننے والے' قبول کرنے والے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے اسے قبول کر لیا۔ اس دعویٰ کی شہادت کیا ہے؟ بعثت نبوت میں یہ کمال ہے کہ نبی مبعوث ہوتا ہے بالھدٰی "ھدیٰ" عربی میں کسی بھی کام کرنے کے صحیح طریقہ کو ہدیٰ کہتے ہیں اب یہ جو دعویٰ ایمان ہے۔ ہر دعویٰ بغیر شہادت کے' بغیر دلیل کے' بغیر گواہی کے کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ ایمان کا جو دعویٰ ہے۔ اس کی گواہی یہ ہے کہ انسانی معاشرہ جہاں تشکیل پاتا ہے' انسان فطری طور پر مدنی الطبع ہے یعنی مل جل کر رہنے کا محتاج ہے۔ ایک دوسرے کا اپنی ضرورتوں کی تکمیل کیلئے محتاج ہے۔ ایک رئیس آدمی ایک غریب موچی کا محتاج ہے جوتا بنوانے کے لئے۔ ایک غریب درزی ایک سلائی کروانے والے کا محتاج ہے۔ انسانی ضرورتیں آپس میں گڈمڈ ہیں اور یہ مل جل کر رہنے پر مجبور کرتی ہیں۔ انسان جب بھی مل جل کر رہتا ہے تو ایک معاشرہ تخلیق پاتا ہے اس میں کچھ لوگ طاقتور ہوتے ہیں' کچھ کمزور ہوتے ہیں' کچھ لوگ ہوشیار ہوتے ہیں' کچھ سادہ ہوتے ہیں کچھ لوگوں کے پاس اقتدار واختیار ہوتا ہے' کچھ مجبور ہوتے ہیں تو وہاں جب ضروریات کا ٹکراؤ آتا ہے تو جو تکڑے ہوتے ہیں وہ کمزوروں سے ان کے حقوق چھین لیتے ہیں۔ یہ انسانی زندگی کا صحیح طریقہ نہیں ہے۔ انبیاء معرفت الٰہی کے ساتھ وہ طریقہ وہ ہدیٰ فرماتے ہیں کہ جہاں انسان مل جل کر رہتے ہیں تو معاشرے کے کسی فرد کی ذمہ داری کیا ہے؟ اس کے حقوق کیا ہیں۔ جو سلیقہ' جو طریقہ مل جل کر رہنے کا اللہ کا نبی' اللہ کا رسول دیتا ہے اس میں کوئی طاقتور کسی غریب سے ناجائز طور پر کچھ چھین نہیں سکتا۔ کوئی ہوشیار اور عیار کسی سادہ لوح کو لوٹ نہیں سکتا وہ طریقہ معاشرے کے ہر فرد کے حقوق کی نگہداشت کرتا ہے اور ہر فرد کو اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے پر مجبور کرتا ہے جب وہ ذمہ داریوں میں کوئی کوتاہی کرتا ہے جب معاملات میں کوئی کسی کا حق چھینتا ہے تو پھر اسے اس کی پاداش میں سزا دیتا ہے۔ یوں ایک نظام قائم ہو جاتا ہے جس کے لئے قرآن حکیم فرماتا ہے کہ جتنا ضروری احساس ذمہ داری ہے جتنا ضروری حقوق وفرائض کی تعلیم ہے اتنا ہی ضروری جزا وسزا کے عمل کو جاری رکھنا ہے۔ ولکم فی القصاص حیاتہ یا اولی الباب اے اہل شعور جزا وسزا میں تمہارے لئے زندگی ہے۔ جہاں عقیدہ پر زور دیا جاتا ہے' توحید پر زور دیا جاتا ہے' عظمت رسالت سمجھائی جاتی ہے۔ آخرت پر یقین کی تلقین کی جاتی ہے اس طرح حقوق وفرائض کو اپنی پوری کوشش سے پورے خلوص سے ادا کرنے کے باوجود بحیثیت انسان اگر کچھ کمزوریاں رہ جاتی ہیں تو اللہ کریم فرماتے ہیں اس کے لئے میری بخشش ہے' میری مغفرت ہے میرا کرم ہے' میں غفورالرحیم ہوں لیکن اگر کوئی سرے سے اسے اپنائے ہی نہیں اور جس طرح بدقسمتی سے ہم اس سطح پر پہنچ گئے ہیں کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ فرائض پنج گانہ ادا کر لینا' عبادات' تبلیغ' حج' اذکار' صدقات' زکوۃ ادا کر دینے سے گویا دین کا حق ادا ہو گیا اس کے بعد جو ہماری زندگی ہے بازار میں' دکان میں' عدالت میں' اپنے عہدے پر اس میں خیر ہے اللہ معاف کریگا اللہ کریم معاذ اللہ ہمارے سجدوں کا محتاج نہیں ہے ان عبادات کی منطق یہ ہے کہ ہمارے اس تعلق کو جو اللہ کے

ساتھ بنتا ہے۔ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے سے اسے مضبوط کرنے کے لئے اس یقین میں قوت پیدا کرنے کے لئے اس میں جان پیدا کرنے کے لئے عبادات ہیں۔ اب عبادات کا حاصل یہ ہے کہ جب وہ عبادات گزار بازار میں جائے تو اس کے معاملات اس بات کی شہادت دیں کہ یہ اللہ کو ماننے والا ہے اگر عبادات عملی زندگی میں تبدیلی پیدا نہ کر سکیں تو پھر ہمیں یہ سوچنا پڑے گا کہ کیا میں عبادت کر رہا ہوں یا کوئی رسم نبھا رہا ہوں۔ آئمہ حدیث' آئمہ تفسیر اور آئمہ فقہ یہ سارے اس بات پر متفق ہیں کہ ایمان اعمال کا نام ہے اور اقرار محض دعویٰ ہے۔ امام بخاریؒ "ولا یضیع ایمانکم" "اللہ تمہارے ایمان ضائع نہیں کرے گا اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں ایمان سے مراد عمل ہے۔ سوائے امام اعظم ابو حنیفہؒ کے امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ جو دعویٰ ہے ماننے کا یہ بھی ایک عمل ہے اسے بھی عمل مانا جائے وہ اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ ایمان عمل کا نام ہے لیکن وہ فرماتے ہیں کہ یہ دعویٰ ایمان بھی ایک عمل ہے لہٰذا اسے مسلمان مانا جائے اس کے بعد امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس دعوے کے بعد اگر وہ اسلام پر عمل کرنا گوارا نہیں کرتا تو اسے قید میں ڈالا جائے۔ مسلمان حکمران کے ذمے ہے کہ اسے معاشرے میں آزاد نہ رکھے جب تک وہ توبہ نہیں کرتا۔ اگر بغیر توبہ کے مرجائے تو اس پر جنازہ نہ پڑھا جائے اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔ اب اس اصول کو لیکر اپنے معاشرے کی طرف آیئے دوسروں پر تنقید کرنا تو ایک آسان سا کام ہے اور آدمی کسی کا بھی قد ماپنا شروع کر دیتا ہے۔ کسی پر بھی بہتان تراشی' یا الزام تراشی آسان ہے سب سے پہلے اپنے آپ کو اس فریم ورک میں تلاش کریں کہ یہ جو منظر بنتا ہے اس میں کہاں کھڑا ہوں۔ وطن عزیز میں نفاذ اسلام کی بات گزشتہ نصف صدی سے چل رہی ہے عجیب بات ہے کوئی بندہ اس سے انکار نہیں کرتا۔ حکمرانوں سے لیکر عام شہری تک یہ بڑی مزے کی بات ہے کہ چودہ کروڑ پاکستانی ان چودہ کروڑ میں سے کوئی بھی نفاذ اسلام کا انکار کرنے والا نہیں ملتا اور اسلام بھی نافذ نہیں ہوتا۔ اس لئے نہیں ہوتا کہ ہر آدمی اپنے کو الگ رکھ کے دوسروں پر نافذ کرتا پھرتا ہے۔ ہر آدمی اپنے لئے سمجھتا ہے کہ میں جہاں ہوں یہاں خیر ہے ٹھیک ہے آخر میں انسان ہوں ان دوسروں کو سیدھا ہو جانا چاہئے اور چودہ کروڑ اسی میں گزشتہ پچاس سال سے لگے ہوئے ہیں۔ اس کا نتیجہ ہم پر جو وارد ہو رہا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا ہاتھ اس دامن پر ہے جسے اللہ نے فرمایا وما ارسلنک الا رحمتہ العالمین۔ صرف ہمارے لئے ہی نہیں پوری کائنات کے لئے اللہ کی رحمت کا مظہر ہے وجود اطہر محمد رسول اللہ ﷺ۔ عالمین کا جو لفظ ہے اس کی وسعت ایسی ہے کہ سوائے اللہ کے باقی سب کچھ اس میں آجاتا ہے اور اس سب کیلئے رحمت ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا وجود اطہر۔ اس دامان رحمت کے زیر سایہ رہتے ہوئے پھر ہم پریشان کیوں ہیں؟ اس لئے کہ نتیجہ عمل پر مرتب ہوتا ہے۔ دعوے پر نہیں اگر کوئی زہر کھانے والا یہ کہہ کر زہر کھائے کہ میں مٹھائی کھا رہا ہوں قند کھا رہا ہوں' شکر کھا رہا ہوں تو نتیجہ شکر پر مرتب نہیں ہوگا نتیجہ زہر کی تاثیر پر مرتب ہوگا۔ جو اس نے عمل کیا ہے نتیجہ اس پر مرتب ہوگا نتیجہ اس کے دعوے پر نہیں ہوگا ہم دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ہم نے دامان محمد رسول اللہ ﷺ تھام رکھا ہے لیکن ہماری معیشت وہ ہے جس کے خلاف اللہ واللہ کے رسول ﷺ نے اعلان جنگ کر دیا فاذنو بحرب من اللہ ورسولہ جو لوگ سود سے باز نہیں آتے وہ اللہ واللہ کے رسول کے خلاف اعلان جنگ کئے ہوئے ہیں بلکہ قرآن کا انداز یہ تھا فاذنوا تکڑے ہو جاؤ اللہ واللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کیلئے تکڑے ہو جاؤ اب ہم کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حضرت محمد ﷺ کی ذات والا صفات پر' ان کی رسالت ونبوت پر' ان کی ختمی المرتبت ہونے پر' ان کی ختم نبوت پر' اللہ کی عظمت پر' آخرت پر' یوم حساب پر' اللہ کی کتاب کے برحق ہونے پر۔ اللہ منع فرماتا ہے اللہ کی کتاب منع فرماتی ہے۔ اللہ کا رسول ﷺ منع فرماتا ہے ہم باز نہیں آتے تو ہم پر نتیجے کے اعتبار سے کیا وارد ہو گا؟ ہم پر افلاس وارد ہوگا' رزق کی تنگی وارد ہوگی' جہاں سود ہوگا وہاں ظلم ہوگا' لوگ بھوک سے تڑپیں گے' بیمار علاج کو ترسیں گے' مظلوم انصاف کو ترسیں گے' لوگوں کی گودوں میں ان کے جگر گوشے دوائی کو تڑپتے ہوئے دم توڑ دیں گے' لوگوں کے بوڑھے باپ آہیں بھرتے ہوئے علاج کو ترستے ہوئے مرجائیں گے یہ اس کا حتمی نتیجہ ہے اور ایسا ہوگا اور ہو رہا ہے۔ اللہ جل شانہ نے ضابطے دے دیئے' حقوق متعین کر دیئے' فرائض متعین کر دیئے جو بھی ان میں کوتاہی کرتا ہے اس کا طریقہ کار جزا وسزا کا متعین کر دیا اور فرمایا یہ عدل ہے ہمارے ہاں عدل کیا ہے۔ دیکھیں عدل کا مخالف ہوتا ہے ظلم دو متضاد لفظ ہیں عدل اور ظلم۔ ہر فیصلہ دو میں سے ایک ہے یا ظلم ہے یا عدل۔ اللہ واللہ کا رسول ﷺ فرماتا ہے جو نظام میں نے دیا یہ عدل ہے۔ ہم کہتے ہیں اس میں تو سزائیں وحشیانہ ہیں ظالمانہ ہیں۔ اب اللہ کے نظام عدل کو وحشیانہ اور ظالمانہ کہنے والا تعجب ہے کہ پھر مسلمان ہے۔ پھر ہم صرف کہتے ہی نہیں بلکہ اس کی جگہ متبادل ایک نظام رکھتے ہیں جہاں اس کے فیصلے ہوتے ہیں اس جگہ کو ہم عدالت کہتے ہیں۔ بھائی! عدل کا مخالف تو ظلم ہے۔ یا تو وہ عدل ہے جو اللہ واللہ کے رسول ﷺ نے دیا اور اگر اس کے مقابلے میں میں اور آپ کوئی ضابطہ بناتے ہیں اور کہتے ہیں یہ عدل ہے تو معاذ اللہ پھر وہ ظلم ہے۔ تو حق تو یہ ہے کہ ظلم یہ ہے کہ جو ہم نے ایجاد کیا اور جہاں یہ ڈھایا جاتا ہے اسے ہم عدالت کہتے ہیں خود فریبی کی انتہا یہ ہے کہ جہاں یہ مظالم توڑے جاتے ہیں غریب بے قصور بھی پھنس جائے تو پھانسی پر لٹک جاتا ہے اور وزیر کا بیٹا آپ کے نادر پرویز صاحب کا بیٹا پکڑا گیا اسلام آباد میں تو اس کے ساتھ جوان لڑکی بھی تھی دو لڑکے اور بھی تھے وہ شراب میں دھت تھا

رات کے اڈھائی بجے۔ عدالت نے کیا کیا؟ پکڑنے والے انسپکٹر کو معطل کر کے گھر بھیج دیا۔ یہ عدالت کا فیصلہ ہے۔ یہ ہماری عدالت ہے۔ جو ضابطے اللہ نے دیئے میں نے یہ بات صدر محترم سے بھی کی میں نے کہا آپ اگر اس پاکستان کی بھلائی چاہتے ہیں تو یہ آپ کے زیر سایہ اسلام آباد میں کل ہوا اور یہ ہمارا قومی کردار ہے ہماری مسلمانی کی یہ تصویر ہے کہ ہم کیسے مسلمان ہیں۔

ایک خاتون پکڑی گئی چوری کے الزام میں قاضی نے کہہ دیا اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ الزام ثابت ہو گیا بڑے قبیلے کی خاتون تھی قبیلے کے معزز لوگوں نے مہلت مانگی اور وہ بارگاہ رسالت پناہی میں وفد لیکر آئے یارسول اللہ ﷺ اس سے غلطی ہو گئی ہے اس کا کفارہ بھی ہم دیتے ہیں آئندہ کبھی ایسا نہ کرے گی اس کی ضمانت بھی دیتے ہیں لیکن اگر اس کا ہاتھ کٹ جائے گا تو پورے قبیلے کی ناک کٹ جائے گی' ہمیشہ تاریخ کا حصہ بن جائے گا کہ ان کی تو خواتین بھی ایسی ہیں' ان کی تو عورتیں بھی ایسی ہیں کہ چوری میں اس کا ہاتھ کٹ گیا۔ حضور ﷺ نے جواب دیا مجھے قسم ہے اس پروردگار کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر فاطمہؓ محمد ﷺ کی بیٹیؓ اگر اس سے بھی یہ قصور ہوتا اس پر ثابت ہو جاتا تو میں (محمد ﷺ) اس کا ہاتھ کٹوا دیتا اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا پہلی قومیں تباہ اس لئے ہوئیں کہ وہاں کے امراء سے درگزر کیاجاتا تھا اور غریبوں کو سزائیں دی جاتی تھیں۔ حضرات! اگر ان ضابطوں اور قاعدوں کو ان اخلاقی بندشوں کو' ان قوانین عدل کو' اس معاشی نظام کو' اس سیاسی نظام کو' اس تعلیمی نظام کو جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے ہم اپنانے میں ناکام رہے تو بحیثیت مسلمان' بحیثیت آزاد قوم ہم زندہ نہیں رہ سکتے اس لئے کہ اسے چھوڑنے کا مطلب ہے رحمت الٰہی کو چھوڑنا۔ دامان محمد رسول اللہ ﷺ جس ہاتھ سے چھوٹا اس ہاتھ سے رحمت پروردگار چھوٹ گئی اور وہ ہمیشہ کے لئے زحمت' عذاب اور لعنت کی زد میں آجاتا ہے۔

مسلمان بڑے عجیب لوگ تھے ...... ڈھونڈو ان انسانوں کو ..... اللہ نے ایک ایسا انسان پیدا فرمایا ہے آپ ﷺ کے خادموں میں جس نے تاریخ انسانی کو حیرت میں ڈال دیا۔ فاتحین عالم کی تاریخ پڑھی ہے میں نے ایک فہرست ملتی ہے کہ فلاں نے ایک لاکھ مربع میل علاقہ فتح کیا' فلاں نے دو لاکھ' اڑھائی لاکھ' تین لاکھ پھر تین سے اوپر ایک نام ملتا ہے کہ اس نے اپنے عہد میں سات لاکھ مربع میل علاقہ فتح کیا وہ سات لاکھ والا تین سے اوپر کا نام ہے اور اس کے اوپر ایک نام ہے حضرت فاروق اعظمؓ کا۔ اللہ کے اس بندے نے اپنے دس سالہ عہد حکومت میں چھبیس لاکھ مربع میل علاقہ فتح کیا۔ اس علاقے میں قیصروکسریٰ بھی آتے تھے اور مزے کی بات یہ ہے کہ دس سالوں میں اور چھبیس لاکھ مربع میل مفتوح علاقے میں کسی خاتون کی چیخ سنائی نہیں دیتی کسی بوڑھے کی آہ سنائی نہیں دیتی کسی بچے کا واویلا سنائی نہیں دیتا' کوئی فریادی نظر نہیں آتا کہ فاروقی سپاہ کے کسی سپاہی نے مجھ سے کوئی ایک روٹی چھین لی ہو کوئی نوالہ چھین لیا ہو۔ کسی کو ناجائز تھپڑ جڑ دیا ہو۔ تاریخ سے نکال کر دکھائے کوئی شکایت۔ ملتا ہے تو یہ کہ جنھوں نے اسلام قبول نہیں کیا انہیں بھی انصاف نصیب ہوا حتیٰ کہ جس دن سیدنا فاروق اعظمؓ زخمی کئے گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک طبیب کی طرف دوڑ گئے وہ طبیب یہودی تھا اور دور رہتا تھا پرانا قدیم یہودی طبیب تھا اور ایمان لایا تھا شہر سے باہر اپنی جائیداد میں رہتا تھا اس وقت مسلمان تھا لیکن جدی پشتی جراح تھا آپ نے اسے گھوڑا تیار نہیں کرنے دیا کہ امیرالمومنین کی حالت بہت مخدوش ہے میرے پیچھے بیٹھ جاؤ راستے میں لگام کھینچ لی اور کہا اتر جاؤ تم مصروف بہت تھے ابھی تمہارا گھر دور نہیں ہے' میں جاتا ہوں مدینہ منورہ' تم اپنے ڈیرے پر پہنچ جاؤ اس نے کہا آپ نے مجھے پکڑا تیزی کی بٹھایا اب مجھے چھوڑ رہے ہو اس نے کہا اس لئے کہ فاروق اعظمؓ دنیا میں نہیں رہے۔ آپ کو کیسے پتہ چلا اس نے کہا؟ یہ بکریاں دوسرے آدمی کی ہیں اور فصل دوسرے کا ہے میں یہ جانتا ہوں یہ کھیت کسی اور کا ہے اور بکریاں دوسرے کی ہیں اگر وہ دنیا پر موجود ہوتے تو کسی کی بکری کسی کی فصل نہ چرتی۔ وہ عظیم انسان جس نے دارا کے سر کے تاج کو چھینی ہتھوڑوں سے توڑ کر غریبوں میں بانٹا ممبر رسول پر بیٹھا کہنے لگا کہ لوگو میری فتوحات کا دائرہ تہائی دنیا پر پھیل چکا ہے بڑے بڑے سلاطین میرے نام سے کانپتے ہیں میرا دبدبہ ایسا ہے کہ زمین تھراتی ہے اب اگر میں سنت خیرالانام سے بھٹک جاؤں تو؟ ایک صحرائی بدو کھڑا ہو گیا پرانی سی نیام پھٹے ہوئے کپڑے لیکن تلوار آب دار کھینچ کر کہنے لگا ابھی ہمارے بازوؤں میں طاقت ہے تمہیں سیدھا کر دیں گے۔ مسلمان تو یہ قوم تھی کہ لحاظ نہیں کیا' اس نے کہا! ساری عظمت وہیبت اتباع محمد رسول اللہ ﷺ کی محتاج ہے خدانخواستہ اگر آپ ہٹ جائیں گے ابھی ہمارے بازوؤں میں و طاقت ہے ہماری تلواروں کی دھار میں اتنی جرات ہے کہ ہم تمہیں سیدھا کر دیں گے۔ آج تو تم سارے حکمرانوں کے کاسہ لیس ہو گئے آج تو ہم ظالموں سے عدل کی بھیک مانگتے ہیں اور کھلی کچہریوں میں ہم عرضیاں لئے پھرتے ہیں گزشتہ پندرہ سالوں میں کس کھلی کچہری میں کس کو انصاف ملا کوئی ایک مثال تو دکھاؤ۔ پھر اپنے آپ کے ساتھ دھوکا کرنے' پولیس کے دھکے کھانے' ذلیل ہونے اور ان کے دروازوں پر رسوا ہونے کیوں جاتے ہو؟ کیوں دھتکار نہیں دیتے ان کو؟ اور اتنی غیرت ایمانی دکھاؤ کہ یہ ظالم کچہری لگا کر بیٹھیں تو سوائے پولیس کے اور چوکیداروں کے کوئی اللہ کا بندہ وہاں جائے نہیں کہ تمہارے پاس تو ظلم ہے ہم عدل چاہتے ہیں۔ تمہارا قانون ظالمانہ ہے' تمہاری معیشت ظالمانہ ہے' تمہاری سیاست ظالمانہ ہے' تمہارے دامن میں ظلم ہے' ہمیں انصاف چاہئے' تمہارے دروازے پر کس لئے آئیں۔ اگر تلوار اٹھانے کی سکت نہیں رہی تو کیا زبانیں بھی گنگ ہو گئی ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ برائی کو دیکھو تو

اسے ہاتھ سے مٹاؤ اتنی سکت نہیں ہے تو زبان سے روکو اتنی بھی جرات نہیں ہے تو وہاں سے منہ پھیر کے چلے جاؤ اور فرمایا ذالک اضعف الایمان اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے کہ وہاں سے منہ تو پھیر کے چلے جاؤ۔ ان ظالموں کی کچہریوں سے منہ تو پھیر لو اتنی بھی غیرت ایمانی ہم میں نہیں رہی وہاں دھکے کھا رہے ہیں' مار کھا رہے ہیں۔ ایمان سے بتاؤ دکھ ہوتا ہے ہماری بھی بیٹیاں ہیں ہم بھی صاحب اولاد ہیں اور قوم کی بیٹیاں سب باپوں کی بیٹیاں ہیں۔ قوم کی بہنیں سب بھائیوں کی بہنیں ہیں جہاں ظلم ہوا عزتیں لٹیں وزیراعظم تشریف لے گئے وزیراعظم کا جانا کروڑوں کا خرچ ہوتا ہے پھرٹی وی کیمرے ساتھ جاتے ہیں تو وہ کروڑ ملٹی پلائی ہو جاتے ہیں۔ دو چار دس کروڑ بن جاتے ہیں وہ دو' چار' دس کروڑ لگے کس بات پر؟ اسے انصاف ملا نہیں ایک گاؤں کے لوگوں کو پتہ تھا کہ اس کی عزت لوٹی گئی 52 ممالک میں نشر ہوا ٹیلی ویژن پر کہ یہ لڑکی ہے جس کی عزت لوٹی گئی اور کسی مجرم کو سزا ملی؟ یہ انصاف ہے؟ اوہ یہ سزا مجرم کو ملی یا اس بوڑھے باپ کو ملی یا اس ہماری جوان بیٹی کو ملی جسے تمہارے انصاف نے مشتہر کر دیا دنیا کے 52 ملکوں میں کوئی یہ بھی تو مشتہر کر دے کہ فلاں جرم میں فلاں کو لٹکا دیا گیا۔ کچھ بھی نہیں عدالت میں ثابت ہی نہیں شک کی بنا پر بری ہو گیا عدالت کہاں ہے یار ظلم کدہ ہے جہاں اسلامی عدل نہیں اس کمرے کو عدالت کہنا شرعاً" حرام ہے وہ ظلم کدہ ہے وہاں ظلم ہوتا ہے تو جہاں ظلم بکتا ہے وہاں ہم انصاف خریدنے جاتے ہیں بھائی یہ لوٹتے ہیں قوم کو ایک دفعہ ہمارے ایک دوست نے شیعہ ذاکر پر ایک نظم لکھی تھی اس کا ایک مصرعہ تھا کہ خون حسین میں لقمے کو تر کرتا ہے تو۔ اس نے منظر کشی کی تھی اس کا ایک مصرعہ مجھے یاد رہ گیا اس نے کہا تھا کہ خون حسین میں لقمے کو تر کرتا ہے تو آج ہمارے حکمران مفلس کے خون میں ڈبو کر کھانا کھاتے ہیں۔ انتیس ارب قومی سرمایہ تھا اتفاق فونڈری کے پاس گزشتہ چھ مہینوں میں دو سو کروڑ اور قرضہ لیا اتفاق فونڈری نے۔ ان سادہ لوگوں کو دیکھو ملک سنوارو قرض اتارو مہم میں یہ جیب سے بھی دے رہے ہیں بیٹی کا جہیز دے رہے ہیں۔ پنشن ملی وہ بھی دے رہے ہیں۔ یہ لوگ قرض اتارو ملک سنوارو وہ بھی کھا گئے۔ فرمایا کشکول توڑ دیا ہے۔ اگلا توڑ دیا وہ چھوٹا تھا۔ انہوں نے بہت بڑا بنا لیا۔ پہلے والوں کے پاس کشکول تھا انہوں نے ایک دیگ توڑ کر' دیگ کاٹ کر اس کا تھلہ پیندا اٹھا لیا انہوں نے تین سال میں 8.27 پر سنٹ کم کی روپے کی قیمت انہوں نے ایک ہی بار 8.82 فیصد کم کی سونار کی ایک لوہار کی۔ کیا منہ لے کے جائینگے قبر میں ہم؟ کس طرح کھڑے ہونگے اللہ کے روبرو؟ کیا محاسبہ ہو گا محمد رسول اللہ ﷺ کے سامنے اور اگر آخرت کی فکر نہ سہی ہم ایمان سے تہی سہی یار یہ جو بچے بچیاں اس دنیا میں چھوڑے جا رہے ہو انہیں بھیڑیوں کے سپرد کر کے مرو گے۔ نہیں! یہ ناقابل برداشت ہے اس کا تصور بھی ناقابل برداشت ہے۔ کمال ہے تمہارا ایک آدمی چوکیدار قتل ہوتا ہے گھر کا صاحب خانہ قتل ہوتا ہے یار دنیا میں ہم نے سکھوں کو بھی لوٹتے دیکھا ہم اس زمانے کے لوگ ہیں جب سکھ مفرور ہوا کرتے تھے انگریز کی حکومت تھی۔ مسلمان ڈاکو بھی ہوتے تھے آپ اس عہد کے جو لوگ بیٹھے ہیں وہ مجھے قسم سے بتاؤ کبھی آپ نے یہ سنا تھا کہ کسی ڈاکو نے گھر لوٹا اور خاتون کی عزت بھی لوٹی؟ خدا کی قسم کوئی بتاؤ۔ سکھ بھی ایسا نہیں کرتے تھے ڈاکو ڈاکو ہوتے تھے مال لوٹتے تھے لے جاتے تھے کوئی مزاحمت کرتا تھا قتل کر دیتے تھے۔ یہ اس عہد کی برکت ہے' ان حکمرانوں کی برکت ہے' انصاف کے ان ایوانوں کی برکت ہے کہ افراد خانہ کو ستونوں سے باندھ دو اور ان کے سامنے ان کی بیٹیوں اور بیویوں کی آبروریزی کرو۔ ارے ان کے رحم وکرم پر اولاد کو چھوڑ کر جاؤ گے؟ اور ان سے شفقت کے طالب ہو' ان سے انصاف مانگتے ہو' ان سے اسلام چاہتے ہو اس سے آگے کوئی ذلت کا تصور ہے کسی کے ذہن میں؟ خدا کیلئے رک جاؤ اور انہیں روک دو۔ وہ مسلمان نکلو صفوں سے جن کے بازوؤں میں طاقت ہو' وہ مسلمان تلاش کرو جن کی تلواروں کی دھار آب دار ہو اور وہ عدل لاؤ اس ملک میں جو محمد رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا۔

ارے جو موجودہ آئین ہے پاکستان کا جو دستور ہے اس میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ ہمارا آئین قرآن اور کتاب اللہ ہے۔ اس آئینی دستور کے مطابق جہاں دستور ساز اسمبلی بنانا آئین پاکستان کے خلاف ہے چونکہ دستور تو بنا ہوا ہے پھر دستور سازی کیسی یہاں شوریٰ ہونی چاہئے مجتہدین چاہئیں علماء حق چاہئیں جو آپ کی ضرورت کے مطابق قرآن وحدیث کے فیصلوں کو منطبق کر کے قوم کی راہنمائی کریں' اجتہاد کریں' وہاں آپ نے ملک کے سارے غنڈے' بدمعاش بے دین بدکار اور لفنگے اکٹھے کر دیئے اور انہیں آپ ووٹ بھی دیتے ہیں یہ ووٹ دینا بیعت امارت ہے اور اب یہ ووٹوں شوٹوں سے بات نہیں ہوگی۔ یہ ڈانگ' سوٹوں سے ہوگی ہمت ہے تو کر لو یہ بات ووٹوں سے نہیں ہوگی یہ سوٹوں سے ہوگی وہ بازو پھر سے بلند ہونگے وہ تلواریں نیاموں سے نکلیں گی اور انشاء اللہ العزیز ہم وطن عزیز پر اسلام کو نافذ کریں گے۔ بہت ہو چکی ہے بڑا انتظار کیا ہے ہماری دو پشتیں انتظار میں دنیا سے گذر گئیں۔ کیا چاہتے ہو ہماری آنکھیں بھی پتھرا جائیں دیکھتے دیکھتے۔ انشاء اللہ اب ایسا نہیں ہوگا ہم آنکھ بند ہونے سے پہلے انشاء اللہ وطن عزیز پر اس ہدیٰ کو نافذ کریں گے جو محمد رسول اللہ ﷺ لیکر آئے اور اسی میں میری اور آپ کی نجات آخرت بھی ہے اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے جرات رندانہ دے اور اتنی فرصت دے کہ اس ملک کو قائم رکھے اور اس ملک پر دین کی حکومت قائم فرمائے اور بفضل اللہ ہمیں اسے دیکھنا اور انجائے کرنا نصیب ہو۔ آمین

دعائے مغفرت

حکیم فقیر محمد مرید کے جو کہ جماعت کے ساتھی ہیں ان کی والدہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

جہاد ظلم کے خلاف

جہاد کا لفظ جب استعمال ہوتا ہے تو عام طور پر مقابلے میں کافروں کا تصور ذہن میں آتا ہے۔ یہ ایک بڑی غلط فہمی ہے۔ حالانکہ جہاد ظلم کے خلاف ہے خواہ ظالم کافر ہوں یا مسلمان۔ اسلامی حکومتوں کے دور حکومت میں عدالتیں یہ فریضہ سرانجام دیتی تھیں یہ وہم وگمان میں بھی نہ آسکتا تھا کہ اسلامی حکومت ظلم بھی کر سکتی ہے۔ البتہ مظلوموں کی داد رسی کے لئے غیر مسلم حکومتوں سے جہاد کی اکثر ضرورت رہتی تھی شاید اس لئے یہ تاثر پیدا ہوا کہ جہاد کافروں کے خلاف ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ تاثر درست نہیں ہے۔ اسی فرق کو سمجھانے کے لئے اور موجودہ ظلم پر مبنی نظام سے چھٹکارا پانے کے لئے اس مضمون میں بحث کی گئی ہے۔

خطاب مولانا محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ اقترب للناس حسابھم وھم فی غفلتہ معرضون○

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو انجام کار اور مال کار کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اقترب للناس حسابھم۔ لوگوں کا حساب کتاب کا لمحہ بہت قریب ہے سر پہ آگیا ہے اور حال یہ ہے وھم فی غفلتہ معرضون○ حال یہ ہے کہ انہیں اپنے فضول کاموں سے فرصت ہی نہیں وقت کو غفلت کی نظر کر رہے ہیں کھیل کود میں ضائع کر رہے ہیں۔ دنیا میں' عاقل وبالغ ہونے کے بعد کوئی بھی شخص اپنا وقت کھیل کود میں ضائع نہیں کرتا' ہر شخص اپنے طور پر اپنی بہتری کے لئے' اپنی بھلائی کے لئے' اپنے کاروبار کے لئے' اپنے لئے' دولت' شہرت' عہدہ کمانے کے لئے' محنت ومشقت کر رہا ہوتا ہے لیکن قران حکیم فرماتا ہے کہ یہ سب بے کار کے کاموں میں لگے ہیں اور غفلت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اگر یہ روزگار حاصل کرنا معاشرے میں اپنے لئے جدوجہد کرکے مقام بنانا یا عزت وشہرت حاصل کرنا یہ کھیل کود ہے یا فضول ہے یا وقت کا ضیاع ہے تو "کرنے کام" کونسا ہے۔ قرآن حکیم کے نزدیک اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کے مطابق دین کے دو شعبے ہیں۔ ایک شعبہ ہے ایمانیات وعبادات یعنی عقیدہ اور عبادت۔ اس میں انسان کو بتایا گیا ہے کہ عقیدہ درست ہو اور عبادت میں محنت کی جائے فرض کو فرض سمجھ کر سنت کو سنت جان کر واجب کو واجب مستحب کو مستحب جان کر اس پر پوری کوشش سے اور پورے خلوص سے عمل کیا جائے۔

دوسرا شعبہ ہے بندوں کے ساتھ تعلقات' معاملات اور اخلاقیات' سیاسیات' تعلیمات اور کاروبار جہاں۔ اب اس کاروبار زمانہ کو اگر اس طرز پر کیا جائے جس طرز پر کرنے کا حکم اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے دیا ہے تو پھر یہ عبادت بن جاتا ہے یعنی اصل عبادت مذکورہ معاملات ہیں جو ہم باہم ایک دوسرے کے ساتھ کاروبار میں' دوران کام' بازار میں یا مسجد سے باہر کرتے ہیں وہ اصل عبادت ہے۔ مسجد کے اندر کی عبادت کا حاصل یہ ہے کہ بندے کو رب العلمین سے تعلق نصیب ہو اور اسے یہ قوت حاصل ہو جائے کہ وہ یقین کرے میرے ساتھ رب ہے۔ اگر یہ قوت نہ ہو تو مسجد سے باہر نکل کر حق بیان نہیں ہو سکتا۔ حق پر عمل نہیں ہو سکتا' نیکی نہیں ہو سکتی۔ اگر اللہ ساتھ نہ ہو تو پھر انسان برائی کا مقابلہ نہیں کر سکتا' برائی کی قوتوں سے ڈرتا ہے' بری طاقتوں سے ڈرتا ہے' برے معاشرے سے ڈرتا ہے' برے ماحول سے ڈرتا ہے اور ایک دن انہیں میں ڈھل جاتا ہے اب اگر ایک شخص نماز بھی پڑھتا ہے عبادت بھی کرتا ہے لیکن جب مسجد سے باہر جاتا ہے تو برائی میں شامل ہو جاتا ہے تو قرآن حکیم فرماتا ہے کہ اس نے شاید نماز پڑھی نہیں یعنی کہیں کوئی کمی رہ گئی' کوئی خلا رہ گیا اس لئے کہ نماز کی یا عبادت کی خصوصیت یہ ہے۔

ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر - نماز کا ثمر اور پھل یہ ہے ...... وہ جو مولوی صاحب بتاتے ہیں نا آخرت کا وہ الگ ہے اور جو عبادت دنیا میں پھل آور نہیں اس پر آخرت میں بھی پھل نہیں لگے گا۔ آخرت کا تو ہمارے پاس کوئی آئینہ نہیں کہ ہم دیکھ لیں کہ ہماری نمازوں نے یا ہمارے وظائف نے یا ہمارے ذکر اذکار نے کیا کامیابی حاصل کی لیکن قرآن نے جو معیار دنیا کا دیا ہے وہ ہمارے پاس ہے تو قرآن کا معیار یہ ہے کہ نماز بے حیائی سے روک دیتی ہے اور برائی سے روک دیتی ہے یہ ایک معیار ہمارے پاس آگیا کہ اگر ہماری عبادت درست ہے' عنداللہ مقبول ہے تو پھر اللہ ہمیں بے حیائی اور برائی سے بچنے کی قوت دے دے گا۔ ہم برائی میں شامل ہونے سے بچ سکیں گے میں یہ تو نہیں کہہ رہا ہوں کہ جو شخص فیلڈ میں برائی کرتا ہے نماز چھوڑ دے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ جو نماز پڑھتا ہے وہ فیلڈ میں برائی کرنا چھوڑ دے۔

جہاں تک عبادات کا تعلق ہے' عقیدے کا تعلق ہے تو عقیدہ زبردستی نہیں منوایا جا سکتا۔ پیش کیا جا سکتا ہے' دعوت دی جا سکتی ہے اس کے بعد اللہ نے اختیار دیا ہے کوئی چاہے تو قبول کرلے اور نہ ماننا چاہے تو نہ مانے۔ وہ خود اللہ کے ہاں جواب دہ ہوگا لیکن جو دوسرا حصہ زندگی کا ہے کہ بے حیائی نہ ہو'

برائی نہ ہو' کسی پر ظلم نہ ہو' کسی کا حق نہ چھینا جائے' یہاں آکر زبردستی بھی کرنا پڑے گی۔ یہاں آکر قوت بازو سے روکنا پڑے گا برائی کو اور ظلم کے

آپ ﷺ نے کبھی اس لئے تلوار نہیں اٹھائی کہ لوگ نماز کیوں نہیں پڑھتے' کسی پر اس لئے تلوار نہیں اٹھائی گئی کہ وہ ایمان کیوں نہیں لاتا لیکن جس نے ظلم کیا اس کے مقابلے میں تلوار اٹھائی گئی

مقابلے میں کھڑا ہونا پڑے گا اور یہی عمل ہے رسول اللہ ﷺ کا کہ آپ ﷺ نے کبھی اس لئے تلوار نہیں اٹھائی کہ لوگ نماز کیوں نہیں پڑھتے' کسی پر اس لئے تلوار نہیں اٹھائی گئی کہ وہ ایمان کیوں نہیں لاتا لیکن جس نے ظلم کیا اس کے مقابلے میں تلوار اٹھائی گئی ظلم کو روکنے کے لئے' زیادتی کو روکنے کے لئے تلوار اٹھائی گئی۔ یہاں جب میں اس طرح کی باتیں کرتا ہوں عام جلسوں میں یا پبلک میں جو اخباروں میں بھی آتی ہیں تو لوگوں میں خیال پیدا ہوتا ہے۔ اگلے دن بھی ایک آدمی نے سوال بھیجا کہ یہ جو آپ کہہ رہے ہیں یہ تو آپ جہاد کی تلقین کرتے ہیں۔ کیا یہ جہاد مسلمانوں کے خلاف ہوگا کیونکہ اس ملک میں تو حکمران یا حکومت مسلمانوں کی ہے۔

جہاد کبھی انسانوں کے خلاف نہیں ہوتا۔ جہاد ظلم کے خلاف ہوتا ہے' برائی کے خلاف ہوتا ہے اور برائی کی حمایت میں اگر کوئی مسلمان بھی کھڑا ہو جائے تو یہ شرم اس کو آنی چاہئے کہ اسے برائی کے خلاف لڑنے والوں میں ہونا چاہئے تھا جب کہ وہ برائی کی مدد کے لئے یا اس کے تحفظ کے لئے ادھر کھڑا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد امت کا اجماع ہوا یہ امت محمدی ﷺ کا پہلا اجماع تھا جس میں پوری امت اس بات پر متفق ہو گئی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفتہ الرسول ہونگے۔ اب کچھ لوگ تھے جو عہد نبوی ﷺ کے مسلمان تھے اور ان میں بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے حضور ﷺ کی زیارت کی تھی جو صحابی تھے اور قرن اولیٰ کے مسلمان تھے اور پورے دین پر عمل کرتے تھے لیکن وصال نبوی ﷺ کے بعد انہوں نے کہہ دیا تھا کہ پہلے تو ہم زکوٰۃ مرکز کو بھیجتے تھے کیونکہ نبی کریم ﷺ موجود تھے اب حضور ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے لہٰذا ہم مرکز کو زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ قرآن کی تلاوت کرتے تھے نماز پنجگانہ پڑھتے تھے حدیث نبوی ﷺ مانتے تھے روزے رکھتے تھے سارا اسلام ان کے پاس تھا ایک زکوٰۃ سے وہ کچھ اڑ گئے آپ غور فرمائیں اس امت کا دوسرا اجماع یہ تھا کہ ان کے خلاف جہاد ہوگا' تلوار چلائی جائے گی اس اجماع پر عمل ہوا اور ان پر فوج کشی کی گئی۔ وہ لوگ اچھے تھے جو عہد نبوی ﷺ میں تھے یا آج کے حکمران اچھے ہیں۔ انہوں نے ایک زکوٰۃ کا انکار کیا ان ظالموں نے تو سارے اسلام ہی کا انکار کر رکھا ہے بلکہ چودہ کروڑ مسلمانوں پر بھی کفر کو مسلط کر رکھا ہے انہوں نے صرف اسلام کا ہی انکار نہیں کیا بلکہ چودہ کروڑ مسلمانوں پر کافرانہ نظام زبردستی ٹھونس رکھا ہے اور اگر اس پر بھی جہاد نہیں ہے تو جہاد کس غرض سے ہے کیا فائدہ ہے اس جہاد کا' کس لئے ہے؟

لوگ خفا ہو جاتے ہیں لوگوں میں حوصلہ نہیں ہے بات سننے کی ایک تاب ہوتی ہے ایک قوت اور حوصلہ ہوتا ہے جو نہیں ہے

افغانستان میں افغانوں نے جہاد کیا کیوں؟ روس آگیا تھا؟ روس کیا کہتا تھا؟ اگر افغان روس کے ساتھ نہ لڑتے' روس کی بات مان لیتے وہ انہیں نماز پڑھنے سے نہیں روکتا تھا' روزہ رکھنے سے نہیں روکتا تھا' قرآن پڑھنے سے نہیں روکتا تھا' اگر زیادہ ہوتا تو ان کا نظام حکومت وہ ہوتا جو روس چاہتا ہے اس سے زیادہ تو کچھ نہ بگڑتا۔ دنیا کے کسی ملک میں آپ کو نماز پڑھنے سے کوئی نہیں روکتا۔ سب سے ظالم اور بدترین کافر ملک ہے اسرائیل' اسرائیل میں بھی لوگ نمازیں باجماعت پڑھتے ہیں' بیت المقدس میں جا کر جمعہ پڑھتے ہیں۔ آپ نے اخباروں میں ٹیلی ویژن پر دیکھا ہوگا۔ وہ جمعہ کے لئے گئے تو فساد ہو گیا بم پھٹ گیا یہ ہوا اس کا مطلب ہے نمازیں پڑھتے ہیں جمعہ پڑھتے ہیں۔ اگر اسرائیل میں بھی نمازیں پڑھی جارہی ہیں تو کابل میں روس انہیں روکتا تو نہیں لیکن ان پر جو نظام رائج کرتا وہ غیر اسلامی ہوتا' کافرانہ ہوتا اور روس کا ہوتا' اس بات پر جہاد ہوتا رہا۔ اگر روس کافرانہ نظام لائے تو اس کے ساتھ جہاد اور اگر پاکستان کی حکومت کافرانہ نظام لائے تو یہاں جہاد کیوں نہیں ہے۔ لوگ خفا ہو جاتے ہیں لوگوں میں حوصلہ نہیں ہے بات سننے کی ایک تاب ہوتی ہے ایک قوت اور حوصلہ ہوتا ہے جو نہیں ہے۔ یہاں بڑی بڑی جہادی تنظیمیں بن گئی ہیں کروڑوں روپے کے فنڈز آتے ہیں اور عجیب بات ہے تین چار روز اجتماع کرتے ہیں اور پانچ چھ کروڑ خرچ آتا ہے دنیا کا ہر جدید اسلحہ ان کے پاس ہے اسی ملک میں ٹریننگ کیمپ بنا رکھے ہیں یہ کروڑوں روپے کون دیتا ہے اور یہ جدید اسلحہ کہاں سے آتا ہے اور حکومت کیوں نہیں پوچھتی۔ جہاد کہاں ہو رہا ہے ...... کشمیر میں۔ سوال یہ ہے کہ ہمارے پاس لائسنس کا اسلحہ جو ہے وہ بھی حکومت کہتی ہے آپ سرعام باہر نہیں لا سکتے ان کے پاس کوئی لائسنس بھی نہیں انہوں نے اوپن کیمپ بنا رکھے ہیں اور ہزاروں لوگ ٹریننگ کر رہے ہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ حکومت پاکستان بھی اور امریکہ بھی یہ چاہتا ہے کہ کشمیر میں گڑ بڑ رہے بالآخر سارے کشمیر کو ملا کر آزاد ریاست بنا دی جائے اور امریکہ اس کا سرپرست ہو۔ یہ نیو ورلڈ آرڈر کا حصہ ہے جس پر کچھ لوگ جان بوجھ کر پیسے لے کر عمل کر رہے ہیں کچھ ایسے نیک اور سادہ ہیں کہ انہیں پتہ ہی نہیں کہ کس کے لئے کام کر رہے ہیں۔ آج اگر اس ملک میں' پاکستان میں اسلام نافذ ہو جائے تو صرف کشمیر ہی آزاد نہیں ہوتا بلکہ دہلی تک کا علاقہ بھی پاکستان کا حصہ ہے اور پھر دنیا کی اسلامی ریاستوں کو کسی ایک پلیٹ فارم پر یہ ملک لا سکتا ہے۔ مسلمانوں کی ایک اتنی بڑی ریاست بن سکتی ہے اتنا

بڑا الحاق بن سکتا ہے جس کا مقابلہ نہ روس کر سکتا ہے نہ امریکہ جہاں ضرورت ہے وہاں اسلام کے لئے کوئی بات نہیں کرتا' کوئی جدوجہد نہیں کرتا۔ تو یہ ذاتی مفادات کی جنگ' اپنے عہدوں کی جنگ' پیسے اور سرمائے کی جنگ' اقتدار کی جنگ ہے۔ نفاذ اسلام سے ہٹ کر' اسلامی معیشت پر عمل سے ہٹ کر' اسلامی سیاست سے ہٹ کر' اسلامی نظام عدل سے ہٹ کر' اسلامی نظام تعلیم سے ہٹ کر جتنی محنت ہم کر رہے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے۔

وھم فی غفلتہ معرضون۔ یہ اصل مقصد سے غافل ہو گئے اور ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں وقت ضائع کر رہے ہیں حالانکہ حساب کی گھڑی سر پہ کھڑی ہے۔ نبی علیہ الصلواۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ ایک قیامت تو وہ ہوگی جب ساری دنیا حساب کتاب کے لئے جمع ہوگی لیکن ایک چھوٹی قیامت بھی ہے۔

من مات فقد قامہ قیامتہ۔ جس کی موت آ گئی اس کی بھی قیامت قائم ہو گئی اس کا حساب کتاب بھی شروع ہو گیا اس کی باز پرس بھی شروع ہو گئی اس سے سوال جواب بھی شروع ہو گئے قبر میں۔ تو یہ جو قیامت ہے چھوٹی' قیامت صغریٰ یہ تو آج کل راستہ چلتے مل جاتی ہے اٹھتے بیٹھتے ملاقات ہو جاتی ہے' راتوں کو لوگ صحت مند سوتے ہیں صبح جگانے جاؤ تو گزر چکے ہوتے ہیں۔ راستہ چلتے گرتے ہیں سیدھا کرو تو مرے ہوئے ہوتے ہیں کسی زمانے میں تو شاید رواج تھا لوگ بیمار ہو کر مرتے تھے اب مرنے کے بعد پتہ لگتا ہے کہ اسے بیماری کیا تھی۔ اس قدر ناقابل اعتبار ہو گئی ہے انسانی زندگی کہ جس کے پل کا اب تو کوئی بھی بھروسہ نہیں رہا۔ اس ناپائیدار زندگی میں اگر ہم اسی دنیا کے لئے محنت کرتے رہیں جس کا اعتبار بھی نہیں ہے تو کیا یہ زندگی کا ضیاع نہیں ہے؟ کیا یہی غفلت اور نامرادی نہیں ہے؟ اور حساب کس بات کا ہو گا یہ جو ارشاد فرمایا قرآن نے اور اللہ نے۔

اقترب للناس حسابھم۔ لوگوں کا حساب سر پہ کھڑا ہے۔ کس بات کا؟ حساب یہ ہو گا کہ میں نے تجھے پیدا کیا' صحت دی' زندگی دی' دولت دی' دنیا میں رہنے کی طاقت وقوت دی' میں نے تمہارے لئے نبی علیہ الصلواۃ والسلام مبعوث فرمایا' میں نے کتاب نازل کی' تجھے ایمان عطا فرمایا پھر تو نے نمازیں پڑھیں' روزے رکھے' تلاوت کی' اپنے دل کو مزید روشن کرنے کی میں نے تجھے ترکیبیں بتلائیں۔ تیری اس ساری روشنی سے میری کائنات کا کوئی گوشہ چمکا' کہیں دنیا سے ظلم مٹا' کہیں کسی مظلوم کی داد رسی ہوئی' کہیں کسی ظالم کا ہاتھ روکا گیا۔ اگر نہیں تو تیری نمازوں کا کیا فائدہ ہے؟ آپ خود سوچیئے چونکہ قیامت کا حساب کتاب اس طرح ہو گا اللہ کریم سارا اعمال نامہ ہاتھ میں دے دیں گے اور فرمائیں گے

اقراء کتابک یہ اپنی کتاب پڑھ لے کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا۔ تو خود ہی جج بن جا یہ سارے تیرے لکھے ہوئے فیصلے ہیں۔ زندگی میں جو کام تو کرتا تھا وہ تیرا فیصلہ ہوتا تھا کہ مجھے اس طرح کرنا ہے اب اگر وہ حق تھا تو اجر لے لے اور اگر ناحق تھا تو سزا بھگت لے فیصلہ تو تیرا ہے۔

اللہ کریم کا احسان ہے کہ میں جب پیچھے دیکھتا ہوں تو نصف صدی سے زیادہ عرصہ وہ ہے جس میں الحمداللہ مجھے نمازیں بھی نصیب رہیں' لڑکپن میں' نوعمری میں تہجد شروع کی تھی الحمداللہ ابھی تک نصیب ہے روزے بھی رکھے اور اللہ کریم مجھے اتنی دفعہ حرم پاک لے گیا' بیت اللہ شریف لے گیا' روضہ رسول ﷺ پر لے گیا کہ میں باوضو منبر پر بیٹھا ہوں خدا گواہ ہے میں گن نہیں سکتا مجھے یاد نہیں۔ اتنی دفعہ میں وہاں گیا ہوں کہ مجھ سے گنا نہیں جاتا۔ جاپان سے لیکر امریکہ کے مغربی ساحلوں تک اور چین سے لیکر افریقہ تک' زمین کے چپے چپے پر سجدہ بھی کیا ہے اور لوگوں سے کروایا بھی ہے اور دین کی تبلیغ بھی کی ہے۔ اللہ نے مجھے قرآن حکیم کی تفسیر لکھنے کی سعادت بھی بخشی۔ چودہ سو سال ہو گئے ہیں بعثت نبوی ﷺ کو چودہ صدیوں میں مفسرین کرام کے اسمائے گرامی گنے جا سکتے ہیں۔ ہر کوئی تفسیر نہیں لکھ سکتا۔ چودہ سو سال میں کتنی تفاسیر ملتی ہیں یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے مجھے یہ سعادت بخشی۔ تفسیر لکھنے کے لئے قران حکیم کے ایک ایک حرف میں ڈوبنا پڑتا ہے' غوطہ لگانا پڑتا ہے' سمجھنا پڑتا ہے تب جا کر اس کی تفسیر بیان ہوتی ہے۔ یہ ساری وہ باتیں ہیں جو عظیم الشان نیکیاں ہیں اللہ کا احسان ہے کہ میں نے مزدوری کر کے ہمیشہ روزی کمائی ہے اللہ تعالیٰ نے کسی کا محتاج نہیں کیا' کسی کے چندے کا محتاج نہیں ہوں' کسی کے عطیے کا محتاج نہیں ہوں' کسی کا دیا ہوا کھانے کی ضرورت نہیں پیش آئی' الحمدُ للہ مزدوری کی' رزق حلال کمایا' اور اطمینان سے کھایا یہ سارے اللہ کے احسانات ہیں۔ اب یہ ساری عباداتیں جب میں جمع کروں تو الحمدُ للہ پہاڑ بنتا ہے ہمالہ جتنا۔ اس کا مطلب ہے کہ مجھے پھر کیا ڈر ہے؟ قیامت میں تو کوئی خطرہ نہیں۔ خطرہ کس بات کا پہاڑوں جتنی نیکیاں پاس ہیں۔

ایک طبقہ وہ ہوتا ہے جو ظلم کرتا نہیں۔ لیکن روکنے کے لئے میدان میں نہیں آتا اللہ اسے ظالموں میں شمار کرتا ہے

لیکن آپ ذرہ سوچیں اور منظر کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ ہم تو اپنی نیکیوں کے پہاڑ اٹھائے ہوئے بارگاہ الوہیت میں جا پہنچے اللہ کا دربار ہے نبی علیہ الصلواۃ والسلام تشریف فرما ہیں افراتفری مچی ہوئی ہے لوگ قبروں سے اٹھ رہے ہیں کوئی نیک کوئی بد' کوئی کہاں' کوئی کہاں' سورج سوا نیزے پر ہے لیکن ہمیں کیا' ہم تو پارسا' متقی لوگ ہیں ہم تو ولی اللہ ہیں' پیر صاحب ہیں' مولانا ہیں' ہمارا کیا' پہاڑوں جتنی نیکیاں اٹھائے ہم بھی وہاں جا پہنچے' بڑے خوش تھے کہ وہاں جاتے ہی پروانہ ملے گا کہ جاؤ میاں جنت تمہاری ہے لیکن وہاں پہنچے تو وہاں ایک نیا شور مچا ہوا تھا۔ آہ و بقا' شور شرابا' چیخ وپکار ...... حیرت ہوئی یا اللہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ دیکھا تو امت محمد رسول اللہ ﷺ کی وہ بیٹیاں جن

کی روز عزتیں لٹتی ہیں' جن کے دامن تار تار ہوتے ہیں اور دامن آبرو داغدار ہوتے ہیں' وہ مائیں جن کے بے گناہ بیٹے گلیوں میں قتل ہو جاتے ہیں' وہ بوڑھے باپ جن سے بیٹے چھن گئے' وہ مزدور جو جانتے نہ تھے ہمیں کس نے قتل کر دیا۔ گلیوں میں مارے گئے یہ پھٹے ہوئے سینے لیکر' خون آلود لباس لیکر' لٹی ہوئی عزتیں لیکر' عرش کے پائے پکڑ کر بیٹھے ہوں گے کہ خدایا ہمارے ساتھ تو یہ ہوتا رہا اور یہ پیر صاحب سجدے کرتے رہے' یہ بیت اللہ دوڑ جاتے تھے ہر سال۔ یہ مسجد کے گوشے میں بیٹھ کر تسبیح بھگاتے رہے' بسترا اٹھا کر' لوٹا اٹھا کر گاؤں گاؤں پھرتے رہے لیکن ظلم کو کسی نے نہیں روکا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ اپنے طور پر فیصلہ کرلیں ان نیکیوں کی کیا قیمت پڑے گی۔ جہاں تک میرا ضمیر گواہی دیتا ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ اللہ ایسا غیور ہے کہ وہ ہماری ساری عبادتیں ہمارے منہ پر مارے گا۔ اور کہے گا اٹھاؤ اور لے جاؤ اور دفع ہو جاؤ مجھے تمہارے سجدوں کی کیا ضرورت ہے جب میرے ماننے والی معصوم بچیاں لٹتی رہیں اور تم ٹس سے مس نہ ہوئے۔ میں نے تو کہا تھا کہ کسی کافر کی بھی آبرو نہ لٹنے پائے' جان و مال و آبرو بھی نہ بچا سکے۔ تو کیا قیمت پڑے گی اس نیکیوں کے پہاڑ کی؟ کچھ بھی نہیں۔ کم از کم میری رائے میں' میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ کریم یہ عبادتیں ہمارے منہ پر مارے گا۔ یہ رد ہوں گی اور ظلم نہ روکنے کے جرم میں ہم بھی گرفتار ہوں گے' وہی دوزخ ہو گا جہاں ظالم ہوں گے اور اس جنہم میں وہ لوگ بھی ہوں گے جو ظلم روکنے کے لئے باہر نہیں نکل سکے۔ چونکہ دو فریق ہوتے ہیں ایک ظالم ایک مظلوم۔ تیسرا فریق وہ ہوتا ہے یا ظالم کا ساتھی بن کر ظالم ہو جاتا ہے یا مظلوم کا ساتھی بن کر ظلم کو روک دیتا ہے۔ ایک طبقہ وہ ہوتا ہے جو ظلم کرتا نہیں۔ لیکن روکنے کے لئے میدان میں نہیں آتا اللہ اسے ظالموں میں شمار کرتا ہے۔

بنی اسرائیل کا واقعہ قرآن میں موجود ہے اللہ نے بھی عجیب پابندیاں لگائیں۔ بے نیاز ہے۔ اللہ کسی کو امتحان میں نہ ڈالے۔ دوستیاں اور تعلقات جب امتحان میں پڑتے ہیں تو بچانا مشکل ہو جاتے ہیں۔ بنی اسرائیل کو امتحان میں ڈال دیا فرمایا! ہفتے کے دن تم مچھلیاں نہ پکڑا کرو وہ لوگ سمندر کے کنارے آباد تھے' مچھلیاں ہی ان کا پیشہ اور روزگار تھا' غذا تھی' سرمایہ تھا۔ جب ہفتے کا دن آتا تو سارے سمندر کی مچھلیاں کناروں پر آجاتیں' باہر سے نظر آتیں مچھلیاں ہی مچھلیاں۔ ایک جال ڈالو تو ہزاروں مچھلیاں آجائیں لیکن جب ہفتے کا دن گزر جاتا تو غائب ہو جاتیں۔ پھر بھاگ بھاگ کر سارا دن محنت کر کے کسی نے ایک پکڑی کسی نے دو انہوں نے سوچا ہفتے کو ہم نے پکڑنی نہیں اور ہفتے کو ہی مچھلیاں آجاتی ہیں۔ انہوں نے کھڈے مار لئے سمندر کے باہر اور نالی بنا کر سمندر کا پانی ملا لیا وہ پانی سے بھر گئے۔ ہفتے کو مچھلیاں آتیں تو پانی سے گزر کر کھڈوں میں چلی جاتیں' پیچھے وہ پتھروں سے راستہ بند کر دیتے کہ ہم نے پکڑی تو نہیں ہیں وہاں بند ہو گئیں پھر اگلے روز انہیں پکڑتے رہتے۔ کچھ لوگوں نے انہیں منع کیا کہ جب تم راستہ ان کا روک دیتے ہو تو پکڑی تو گئیں۔ جب ان کے پاس نکلنے کی راہ نہیں ہے تو تم نے پکڑ تو لیں یہ تو ظلم ہے۔ وہ کہتے نہیں جی ہم پکڑتے دوسرے دن ہیں۔ روکنے والے بھی میدان میں آگئے' بڑی شدت سے انہوں نے روکا۔ ان سے وہ طاقتور تھے نہ رکے اس لئے کہ بہت سے لوگ وہ تھے جو مچھلیاں پکڑتے تو نہیں تھے لیکن روکنے کے لئے باہر نہ نکلے۔ اللہ نے اس قوم پر عذاب بھیج دیا۔

وجعلنهم قردة والخنازير۔ اللہ فرماتے ہیں میں نے انہیں بندر بنا دیا اور خنزیر بنا دیا راتوں کو سوئے تو انسان تھے صبح اٹھے تو چیخ دھاڑ مچی ہوئی ہے بستی میں جدھر دیکھو خنزیر پھر رہے ہیں بندر پھر رہے ہیں دو تین دن بھونک بھونک کر مر گئے ذلیل ہو کر بچا کون؟ صرف وہ جو ظلم کے مقابلے میں تھا۔ جو روکنے کے لئے نہیں نکلے تھے وہ بھی اسی میں گئے چونکہ ظلم کو نہ روکنا بھی ظلم میں طاقت پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ اگر ظلم ہو رہا ہو اور اسے نہ روکا جائے تو یہ بھی ظلم کو طاقت ور کرنے کے مترادف ہے۔

عزیزان گرامی! باہر کی بات چھوڑیں اس ملک کی بات کریں۔ چودہ کروڑ مسلمان مرد وزن بچے عورتیں بوڑھے تین ساڑھے تین ہزار بے ایمانوں نے قیدی بنا رکھے ہیں اور وہ ظلم جو کوئی کافر حکومت بھی نہ کرتی وہ کئے جا رہے ہیں۔ کسی کی عزت محفوظ نہیں۔ اس دفعہ رمضان المبارک میں اعتکاف میں بیٹھی ہوئی بچی' لوگوں نے اندر گھس کر بندوق کے زور پر اٹھا لی اور ابھی تک کسی نے واپس نہیں دلائی ہے کوئی حد ہے ظلم کی کہ اندر' گھر' گوشے میں' رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف پر بیٹھی ہوئی بچی بھی اٹھا کر لے گئے۔ کتنے لوگ روز قتل ہوتے ہیں اب شمار ہی کوئی نہیں کرتا' گنتا ہی کوئی نہیں' ہو گئے کیا ہوا۔ کراچی سے لیکر پشاور تک آگ لگی ہوئی ہے۔ اور جو لوٹ مچی ہوئی ہے اس کا کوئی حساب ہی نہیں۔

ظلم کا دور دورہ ہے غریب ہونا جرم ہے اور طاقت ہے پاس تو جو کر دو وہ انصاف ہے۔ اس ظلم کے مقابلے میں کون آئے گا؟ کوئی آسمان سے مخلوق اترے گی؟ ہندوستان والے آئیں گے کہ پاکستان میں انصاف ہونا چاہئے یا ایران والے آئیں گے یا کابل والے آئیں گے' کون آئے گا؟ یہی ہم جو بڑے پیر' مولانا' مفتی پارسا بنے ہوئے ہیں یا ہم جو بڑے دیانت دار اور شریف بنے ہوئے ہیں یہ ہماری شرافت کا ہماری دیانت کا ہمارے ایمانوں کا امتحان ہے لیکن ہم تو وہ ہیں جو پھر اس نظام کے اسیر ہیں اور یہ ظالمانہ نظام ہے لیکن ہم بھی ظالم ہیں ہم بھی چاہتے ہیں کہ اس نظام میں ہمارا نام بھی آجائے اور گو انسانی گوشت نوچ رہے ہیں لیکن کوئی بوٹی ہمیں بھی مل جائے۔ ہم بھی لوٹ میں حصے دار بننا چاہتے ہیں۔ لیکن اب انشاء اللہ ایسا نہیں ہو گا۔

ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے
خون پھر خون ہے ٹپکے گا تو جم جائے گا

اب اس کے رکنے کا لمحہ بھی آپہنچا ہے انشاء اللہ یہ ظلم رک جائے گا اس لئے کہ یہ اب اپنی حدوں سے بڑھ رہا ہے۔ اللہ اس کو روکنے والے لوگ بھی پیدا کر دے گا لیکن ہمارا کیا ہوگا؟ اس سوال کا جواب ہمیں اپنے آپ سے پوچھنا ہے کہ ہم کس طبقے میں شمار ہوں گے؟ ظلم کرنے والوں میں یا ظلم روکنے والوں میں یا تیسرا ایک نامردوں کا طبقہ ہوتا ہے نہ ظلم کرنے والوں میں نہ روکنے والوں میں' وہ بھی جب عذاب آتا ہے تو ظالموں کے ساتھ شمار کیا جاتا ہے اپنے آپ کو تلاش کر لو کہ کہاں کھڑے ہو اگر ظلم کرنے والوں میں ہو تو باز آجاؤ اس سے پیشتر کہ اللہ کا عذاب روکے' خود رک جاؤ' توبہ کرلو۔ اگر ظلم نہ کرنے والوں میں ہو پھر ظلم روکنے والے بن جاؤ۔ کیونکہ درمیان میں کوئی سٹیشن نہیں ہے کوئی جگہ نہیں ہے۔

میری دعا یہ ہے کہ اللہ ہم سب کو ظلم روکنے والوں میں شامل ہونے کی توفیق ارزاں کردے آمین۔

اب صورت حال اس طرف جا رہی ہے جہاں اسلام اور خلاف اسلام قوتوں کا ٹکراؤ ہوگا اسلام سمجھوتے کی راہ نہیں مانتا۔

(امیر محمد اکرم اعوان)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کوئی پانچوں نمازوں کو باجماعت مسجد میں ادا کرنے کا اہتمام کرے گا اسے اپنی ذمہ داری پر بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل کرے گا

شیخ محمد شکیل قصوری

ٹائر ڈیلر فاطمہ جناح روڈ سرگودھا فون۔ 716266-713148

موبائیل۔ 03451-739858

مکان برائے فروخت

اویسیہ سوسائٹی لاہور میں مالک کی اپنی زیر نگرانی ایک کنال میں تعمیر شدہ

کوٹھی رقبہ تعمیر تقریباً 3400 مربع فٹ تین بیڈ روم تقریباً مکمل

برائے رابطہ۔ آفتاب اقبال احمد 136- اویسیہ سوسائٹی لاہور فون۔ 5182080

صدیقیت

صدیقیت کیا ہے۔ کیا یہ منصب نبیوں اور ولیوں میں بھی ہوتا ہے۔ اس کے لئے اہلیت کیا ہے۔ دین "صدیق" سے کیا تقاضے کرتا ہے۔ "سکر" کیا ہے کیا صدیق پر طاری ہو سکتا ہے۔ مجذوبیت کیا ہے۔ اس مضمون میں بڑی تفصیل کے ساتھ ڈسکس کیا گیا ہے۔

خطاب مولانا محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○ والذین امنو باللہ ورسلہ اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم والذین کفروا وکذبوا بایتنا اولٰئک اصحاب الجحیم۔ اعلمو انما الیحاۃ الدنیا .... واللہ ذوافضل العظیم○

اس آیت کریم میں مومنین کی حقیقی تفسیریا تعبیریا تحلیل جو آپ کہہ لیں بڑے اچھوتے انداز میں ارشاد فرما دی ہے۔ اور ارشاد ہوتا ہے جو لوگ ایمان لائے اللہ کے ساتھ اللہ کے رسولوں کے ساتھ اولٰئک ھم الصدیقون جو بھی ایمان لائے اللہ کے ساتھ اللہ کے رسولوں کے ساتھ وہ تو ہوتے ہی سچے ہیں ہوتے ہی صدیق ہیں۔

صدیق ایک تو ہے منصب جس کا نام "صدیق" ہے منصب صدیقیت انبیاء کو بیحیثیت نبی عطا ہوتا ہے صحابہ کو بیحیثیت صحابی عطا ہوتا ہے اولیاء اللہ کو بیحیثیت ولی عطا ہوتا ہے۔ نبی بھی صدیق ہوتا ہے صحابی بھی صدیق ہوتا ہے اور ولی بھی صدیق ہوتا ہے۔

انبیاء میں سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے ہم نے اسے نبی بنایا اور صدیق بنایا۔ صحابہ میں بلحاظ منصب کے حضور اکرم ﷺ کے زبان حق ترجمان سے ابوبکر صدیقؓ ہیں اور اولیاء اللہ میں شاید ان چودہ پندرہ صدیوں میں عین ممکن ہے صرف ایک صدیق گزرا ہو۔

یعنی جو منصب صدیقیت ہے اس کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ انبیاء میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوا یہاں کسی کو حضور اکرم ﷺ کے بارے میں اشتباہ پیدا نہ ہو کہ حضور ﷺ تمام کمالات کے جامع ہیں آپ کی ذات والا صفات جو ہے وہ رحمتہ اللعالمین ہے اور تمام منازل تمام مناصب حتیٰ کہ مخلوق کی تمام اقسام کا وجود رحمتہ اللعالمین کا محتاج ہے لہٰذا آپ ﷺ کی ذات والا صفات ان تمام بحثوں سے بالاتر ہے اگر کسی کو صدیقیت نصیب ہوئی تو اس کی اصل بھی محمد ﷺ کی ذات اقدس ہی ہے۔ چونکہ جامع الصفات ساری مخلوق میں صرف حضور ﷺ کی ذات اقدس ہے باقی انبیاء ہوں تو اپنے مقام اور مرتبے کے لحاظ سے ان کے اپنے اپنے فضائل ہیں

ہر گل را رنگ وبوئے دیگر است

ہر کسی کی اپنی اپنی بعض خصوصیتیں ہیں بعض خاص خاص فضائل ہیں جن میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام صدیقیت پر فائز ہیں۔

انبیاء کے بعد منصب ہوتا ہے صحابہ کا صحابہ میں منصب صدیقیت جو واضح ہے وہ ہے ابوبکر صدیقؓ کا۔

اولیاء اللہ میں جہاں تک میں جانتا ہوں یا میری ناقص رائے کا تعلق ہے منصب صدیقیت پر ایک آدمی فائز ہوا ہے ڈیڑھ ہزار سال میں حالانکہ امت محمدیہ میں عجیب وغریب لوگ گزرے ہیں' عجیب وغریب۔ جن کے بارے میں حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری امت کا حال بارش جیسا ہے جب ختم ہوتی ہے تو ہر طرف جل تھل ہوتا ہے یہ سمجھ نہیں آتی پہلا حصہ زور دار تھا یا آخری زور دار تھا یا کب ٹوٹ کے برسی۔ صرف یہ پتہ چلتا ہے جب بارش آنے سے پہلے ہر طرف صحرا کا عالم تھا اور جب رک گئی تو ہر طرف پانی ہی پانی تھا اور یہ تعین کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ اس کا پہلا حصہ اچھا تھا یا آخری۔

تو بلحاظ منصب کے صدیقیت جو ہے جب غیر نبی کی بات ہو تو صدیقیت آخری منصب ہے جس کے آگے نبوت ہے یعنی جہاں کمالات انسانی کی انتہا ہو چکی ہے غیر نبی کے لئے اور جس سے بالاتر کوئی وصف جس انسان میں پایا جائے وہ نبی ہوتا ہے اس حد کا نام صدیقیت ہے اور اس آیت میں منصب کے طور پر استعمال نہیں ہوا یہ لفظ یہاں اصطلاحی طور پر ارشاد ہوا ہے۔

اصطلاحاً" کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو پاؤں کے ناخن سے لیکر چوٹی کے بالوں تک کھرا ہو کہیں کھوٹ نہ ہو۔ وہ انسان جس کے ارادے

کھرے ہوں ان میں کوئی کھوٹ نہ ہو' وہ انسان جس کے عقیدے کھرے ہوں کوئی ان میں کھوٹ نہ ہو' وہ شخص جس کے اعمال کھرے ہوں کہیں ان پر گرفت کرنے کی جگہ نہ رہے' وہ انسان جس کا تعلق خالق کے ساتھ' مخلوق کے ساتھ کھرا ہو کہیں اس میں اینچ پینچ نہ ہو اسے آپ اصطلاحاً" صدیق کہیں گے اور اللہ کریم فرماتے ہیں نرالا انداز ہے نا! یہ نہیں فرمایا کہ مومن کو سچ بولنا چاہئے۔ یہاں اس انداز سے نہیں فرمایا کہ مومن کو کھرا کام کرنا چاہئے یہ بات نہیں۔ اس کا انداز بدل دیا ہے رب کریم نے۔

ارشاد ہوتا ہے والذین امنو باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والے تو ہوتے ہی کھرے ہیں ایک تو انداز تھا نا کہ جب تم ایمان لائے ہو اللہ پر اللہ کے رسول پر اللہ کے انبیاء پر تو تمہیں کھرا انسان ہونا چاہئے اس انداز کو یہاں بدل دیا گیا ہے اور یہاں ارشاد فرمایا کہ جسے بھی اللہ پر ایمان نصیب ہو جسے بھی اللہ کے رسولوں پر ایمان نصیب ہو وہ شخص تو ہوتا ہی کھرا ہے۔ یعنی جب تک عقائد میں' اعمال میں' ارادوں میں' تمناؤں اور خواہشات تک میں کھرا پن نہ آجائے ایمان کامل نہیں ہوتا۔

ایک ہوتا ہے غلطی کا صادر ہو جانا یہ انسانی فطرت کا' اس کے مزاج کا خاصہ ہے' ایک ہوتا ہے کسی لالچ میں آکر' اپنی کسی تمنا سے مجبور ہو کر' اپنی کسی خواہش کے دباؤ میں آکر بلا ارادہ غلطی کرنا۔ دو چیزیں ہیں نا۔ ایک ہے کہ آدمی اپنی طرف سے ایک کام کو درست سمجھ رہا ہے یا اسے اس میں کوئی ناجائز شے نظر نہیں آتی تو وہ کر گزرا تو وہ کام تو غلط تھا یا کبھی غصے میں آکر اس کے منہ سے کوئی بات نکل گئی کبھی بے قراری بے چینی میں کوئی حرکت صادر ہو گئی تو اضطراری افعال جو ہوتے ہیں وہ شرعی حجت ہی نہیں بنتے۔ جانتا نہیں تھا کوئی کام کر بیٹھا یہ ہوتا ہے غلطی کا ہو جانا۔ ایک ہوتا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ جمعہ مجھ پر فرض ہے میں بیمار نہیں ہوں کوئی مجھے عذر نہیں ہے احباب یہاں انتظار کر رہے ہیں وہاں کوئی ایسا پروگرام لگ جاتا ہے ٹیلی ویژن پر جسے میں پسند کرتا ہوں میں کہتا ہوں نماز ہی تو پڑھنی ہے میں یہاں اپنی پڑھ لیتا ہوں نماز نہیں چھوڑتا۔ تو اتنی سی جو میں نے خواہش کی پیروی کرلی اور فرض کو اس سے ہلکا جانا تو یہ کام صدیق نہیں کرتے۔

یہ نہیں کہ صدیق سے غلطی نہیں ہوتی صدیق سے غلطی ہونا ممکن ہے لیکن صدیق غلطی کرتا نہیں ہے کسی بھی کام کو اپنی کسی خواہش کی تکمیل کے لئے بھی کام میں اطاعت الٰہی کا دامن چھوڑ دینا یہ صدیقیت کے منافی ہے۔

جہاں تک اس کے منصب کا تعلق ہے آپ دیکھیں میں آپ کو ایک بات بتاؤں اب تو دور ایسا آگیا ہے حقیقتیں تبدیل ہو گئی ہیں لوگوں کے ذہنوں میں۔ حقیقتیں تو نہیں بدلیں لوگ بدل گئے ہیں اور بدکاروں کو معزز سمجھا جاتا ہے اور شرفاء کو بزدل یا ذلیل کیا جاتا ہے یعنی لوگ بدل گئے ہیں لوگوں کے مزاج بدل گئے ہیں ورنہ یہ تو نہیں ہوا کہ اس دور کے بدکار واقعی شریف بن گئے ہیں یہ تو نہیں ہوا۔ ایسا تو نہیں ہوا کہ اس دور کے نیک لوگ واقعی کمزور ہیں یا ذلیل ہیں ایسا نہیں ہوا۔ ہر ایک اپنی جگہ ہے۔ حقیقتیں اپنی اپنی جگہ قائم ہیں لوگوں کی نگاہیں' لوگوں کے مزاج بدل گئے ہیں یہی حال اہل اللہ کے ساتھ بھی ہے۔

اس دور میں جو اتباع پیامبر ﷺ پر کوشاں ہو اسے ملاں ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے اور جو سرے سے خدا اور رسول کی اطاعت کا قلادہ اپنی گردن سے اتار کر پھینک دے اسے ولی کہا جاتا ہے۔ اور جتنا کوئی بے حیائی میں آگے نکل جائے اتنی اس کی ولایت کامل سمجھی جاتی ہے یہ انسانی ذہنوں کے مسخ ہونے کی وجہ سے ہے۔ اولیاء اللہ میں بھی ایسے لوگ واقعی ہوتے ہیں جو تجلیات باری کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتے' متحمل نہیں ہو سکتے تو انہیں ہوش خرد سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں ایسے لوگوں کو مجذوب کہا جاتا ہے۔

دو باتیں ہر مجذوب کے لئے یاد رکھیں۔ مجذوب تو تب ہو گا جب پہلے کبھی اس نے قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے محنت کی ہو گی۔ ایک شخص پیدائشی پاگل پیدا ہوتا ہے آپ مجذوب کہہ دیتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ ایک شخص زندگی بھر نیکی کرتا نہیں نیکی سیکھتا نہیں آپ اسے بھی مجذوب کہہ دیتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ مجذوب وہ ہو گا' یعنی صوفی مجذوب وہ ہو گا سالک مجذوب وہ ہو گا جس نے کسی سے سلوک سیکھا' تربیت حاصل کی' منازل سلوک حاصل کئے اور پھر جب اس پر انوارات و تجلیات باری کی کثرت ہوئی' ان کا ورود ہوا تو مزاجاً" وہ اسے برداشت نہ کر سکا اور حواس کھو بیٹھا۔ اگر ایسا نہیں ہے تو وہ شخص ولی اللہ نہیں ہے پاگل ہو گا۔

اب آئیں آپ اس بات کو اس طرح دیکھیں کہ مجذوب ہونا کمال تو نہ ہوا یہ کمزوری کی دلیل ہے۔ قوت برداشت جواب دے گئی' ہمت جواب دے گئی۔ اگر اس میں ہمت ہوتی قوت برداشت ہوتی تو مجذوب نہ ہوتا لیکن تجلیات باری کے سامنے خرد و ہوش کو قائم رکھنا یہ حوصلہ خدا بعض لوگوں کو دیتا ہے۔ ورنہ ہر سالک پر کوئی لمحہ جذب کا ضرور آتا ہے۔ ایک تو ہوتا ہے کہ بالکل پاگل ہو گیا اگر بالکل پاگل بے شک نہ ہو لیکن کوئی سالک بالکل ایسا نہیں

ہوتا جس پر کوئی لمحہ جذب طاری نہ کر دے یہ صرف نبی ہوتا ہے دنیا میں جو کبھی مجذوب نہیں ہوتا یعنی نبی پر کسی لمحے جذب طاری نہیں، ہوتا نبی کے حواس ہمیشہ قائم رہتے ہیں اور کمال یہی ہے۔

میں نے ایک صوفی کا قول پڑھا تھا تو اس نے کہا تھا کہ ان لوگوں کو اگر مراقبہ فنابقا نصیب ہو جائے تو یہ شور مچانا شروع کر دیتے ہیں پھر وہ اپنے بارے میں لکھتے ہیں فارسی میں مقولہ تھا ان کو وہ لکھتے ہیں

اینجا مرداند دریاہا فرد بردند وآں روگ نہ زد۔ کہ ہمارا شمار تو مردوں میں ہوتا ہے ہم نے تو سمندر پی لئے اور ڈکار تک نہیں لی انہیں کوئی قطرہ کیا ملا کہ انہوں نے گلیوں میں چلانا شروع کر دیا۔

یعنی کمال یہ ہوتا ہے کہ ان سارے کمالات کا حامل ہو اور اس کے تمام حواس درست کام کر رہے ہوں اور صحیح معاشرے کا ایک حصہ ہو' فرد ہو۔

آپ نبی کا کمال دیکھیں کہ سب سے زیادہ قرب الٰہی انبیاء کو حاصل ہوتا ہے اور سب سے زیادہ نچلے سطح پر نبی زندگی بسر کرتا ہے سب سے زیادہ عام سطح پر سونے' جاگنے' کھانے' پینے اور دیگر معاملات میں نبی وہ رویہ اختیار کرتا ہے جو کمزور سے کمزور آدمی بھی کر سکتا ہو۔ یہ نہ ہو کہ کوئی بہت بڑا بریلینٹ ہو کسی کا بہت بڑا ذہن ہو کوئی بہت بڑا کوالیفائڈ آدمی ہو تو صرف وہی اس طرح سے زندگی بسر کر سکے اور ایک ان پڑھ جاہل زمیندار ان اداؤں کو نہ سیکھ سکے' نبی کی زندگی ایسی نہیں ہوتی۔ اگر ایسی ہوتی تو صرف کوالیفائڈ آدمیوں پر بڑے بریلینٹ لوگوں پر اتباع واجب ہوتا مجھ پر اور آپ پر واجب نہ ہوتا۔ ایک چرواہا جو جنگل میں ہمیشہ بھیڑیں چراتا ہے اس پر بھی محمد رسول اللہ ﷺ کا اتباع اتنا ہی واجب ہے جتنا ایک محدث فقیہ اور مفسر پر ہے۔

یعنی اتنی عام زندگی ہے آقائے نامدار ﷺ کی کہ ایک چرواہا بھی ویسی زندگی گزار سکتا ہے اور یہ ہوتا ہے کمال کہ تمام کمالات کے ساتھ کوئی لمحہ ایسا نہ آئے کہ حواس اختیار سے جاتے رہیں۔

صحابہ میں بہت پائے کی شخصیت حضرت فاروق اعظمؓ کی تھی۔ من حیث الجمع تمام صحابہ پر فضیلت ابوبکر صدیقؓ کی ہے لیکن فضائل یہ ہر ایک کے اپنے ہوتے ہیں اور ان کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ ہیں لیکن اپنی انفرادی ذات میں ایک وصف فاروق اعظمؓ کا ایسا ہے جو پوری دنیا میں صرف اور صرف انہی کا ہے اور وہ ہے خدا سے اللہ کے رسول کا عمر کو مانگ کر لینا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ ایک آدمی کو اللہ کا نبی اللہ سے مانگ لے کہ خدایا مجھے یہ دے دے اور مانگنے کا انداز نرالا تھا حضورؐ کا۔

فرمایا اللہ اسلام کو عمر سے عزت عطا کر۔

دیکھیں جامع کلمات ہوتے ہیں حضور نبی ﷺ کے۔ الفاظ تھوڑے ہوتے ہیں اور معانی کا دریا ہوتا ہے۔ کسی بھی کلام کا کمال یہ ہے کہ اس میں لفظ کم ہوں اور مفاہیم وسیع تر ہو۔ تو دعا تو مانگی چند لفظوں میں اور ایک جملے میں لیکن فاروق اعظمؓ کی ساری سیرت ساری تاریخ اور ساری زندگی اس میں ارشاد فرمادی کہ خدایا اللھم اعز الاسلام بعمر ابن الخطاب عمرابن خطاب سے اسلام کو عزت عطا فرما اور جیسے عمر اسلام میں داخل ہوا تو پہلا شخص تھا جس نے دعوت اسلام کو سرعام روشن کر دیا۔ چالیسویں آدمی تھے عمر ابن خطابؓ جو حضور ﷺ کے سامنے ایمان لائے اسی لمحے کہنے لگے یا رسول اللہ مشرک بت پرستی خانہ کعبہ میں کرے اور اللہ کا رسول دار ارقم میں وقت گزارے بات مزا نہیں دیتی۔ بات کعبہ میں ہی ہوگی سرعام ہوگی اور ابھی ہوگی۔ اور حضور ﷺ نے پسند فرمایا۔ فرمایا! درست کہتے ہو۔ ٹھیک ہے۔

تو حضور ﷺ چلے تو صحابہ دو رویہ تھے ایک صف کے آگے حضرت امیر حمزہؓ حضور کے چچا تھے اور دوسری صف کے آگے فاروق اعظمؓ تھے اور ایسے شخص تھے کہ جو بھی گلی میں نظر آتا اسے کہتے کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ ہے اور ہم ان کے غلام بیت اللہ میں جا رہے ہیں۔ اللہ کی عبادت کرنے تجھے کوئی شبہ نہ رہے۔

ہجرت ہوئی دیگر صحابہ کرام کو ہجرت بھی کفار اور مشرکین سے چوری کرنا پڑی یہ اللہ کا بندہ اپنا اسلحہ پہن کر بیت اللہ شریف میں آیا طواف کیا اور پھر مشرک گرداگرد بیٹھا کرتے تھے گپیں مارنے کے لئے تو ان کی طرف منہ کرکے کہا تم میں کوئی ہے جو چاہتا ہو اس کے بچے یتیم ہوں اس کی عورت بیوہ ہو جائے اور اس کے ماں باپ اس پر روئیں۔ انہوں نے کہا عمر تجھے کیا ہے کہا میں ہجرت کر رہا ہوں شاید کسی کا روکنے کا ارادہ ہو۔ تب سے لیکر آخری دم تک عزت اسلام کے وہ وہ مناظر نظر آتے ہیں عمر فاروقؓ کی زندگی میں کہ انسانی عقل ساتھ چھوڑ چھوڑ جاتی ہے۔

ان سارے منازل' ان سارے مقامات' ان ساری عظمتوں کے باوجود عمر پر بھی سکر اور جذب آگیا تھا۔ اس مقام پر جہاں عمر کھڑا ہے وہاں بھی جذب اور سکر وارد ہو سکتا ہے اور آپ کو یاد ہوگا بڑا روشن واقعہ ہے تاریخ کا کہ جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو فاروق اعظمؓ نے تلوار کھینچ لی اور مسجد نبوی میں جاکر کھڑے ہو گئے کہا خبردار اگر کسی نے کہا کہ حضور فوت ہو گئے ہیں گردن اڑا دوں گا۔ یہ بات ہوش کی نہیں تھی یہ بات سکر کی تھی یعنی

جذب وارد ہو گیا تھا فاروق اعظم پر بھی۔

یہ نہ سمجھیں کہ ہر مجذوب فاروق ہوتا ہے یہ نہیں بلکہ فاروق پر بھی جذب آسکتا ہے میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ عمرؓ مجذوب بن سکتے ہے نہیں عمرؓ پر بھی جذب آسکتا ہے۔ اور پوری امت میں ایک شخص بچا تھا جس نے ممبر پر کھڑے ہو کر کہا تھا وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ رسل......... وسیجز اللہ الشاکرین

اور یہ تھے ابوبکر صدیقؓ یعنی صدیق وہ ہوتا ہے جس پر کبھی جذب بھی نہ آئے۔ پوری امت میں جسے حضور ﷺ نے صدیق گردانا اس پر اس لمحے بھی جذب نہیں آیا' سکر نہیں آیا' ہوش قائم رہے' حواس قائم رہے۔

تو اب آپ لفظ صدیق کی وسعت اور ہمہ گیری کو سمجھیں کہ صدیق وہ ہوتا ہے جو کبھی گناہ کی طرف مائل نہ ہو۔ اللہ کریم نے جب صحابہ کی مدح کی ایک جگہ ارشاد فرماتا ہے۔ وحبب علیکم الایمان۔ ایمان کو میں نے تمہارے لئے محبوب بنا دیا تمہارے دلوں کی خواہش بنا دی تمہاری آرزو بنا دی وکرہ علیکم الکفر والفسوق والعصیان ۔

کفر او گناہ اور برائی سے تمہارے دلوں کو متنفر کر دیا یعنی جیسے انتہائی بدذائقہ اور کڑوی شے کسی کو منہ میں رکھنی پڑے گناہ تمہارے لئے ایسا ہی بے لطف بے ذائقہ انتہائی کڑوا اور بدبودار ہو گیا تمہارا مزاج اسے برداشت نہیں کرتا۔ جب یہ حال ہو جائے تو وہ شخص جو ہوتا ہے اسے اصطلاح لغت میں صدیق کہتے ہیں یعنی جو لفظ لغت نے استعمال کیا ہے صدیق کا اس کی بھی کم از کم شرط یہ ہے کہ اسے گناہ لذت نہ دیں گناہ اسے کڑوا لگے گناہ سے اسے بدبو آئے گناہ سے اسے نفرت ہو۔

اور اب آئیں قرآن کریم کے اس انداز کی طرف عجب انداز ہے قرآن کا اس نے ہمیں تو چھوڑ ہی دیا۔ کہتا ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں نا وہ تو ہوتے ہی صدیق ہیں تم کون ہو تم کس منہ سے دعویٰ کرتے ہو تمہارا کردار کیا ہے تمہارے ارادے کیا ہیں تمہارا عمل کیا ہے تم ہو کون۔ اور تم دعویٰ کیا کرتے ہو میں محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لایا اس عمل اس کرتوت کے ساتھ اس کردار کے ساتھ ان ارادوں کے ساتھ تمہارا یہ دعویٰ ہے۔ فرماتا ہے جو ایمان لاتے ہیں وہ تو ہوتے ہی صدیق ہیں۔ وہ تو کھرے ہوتے ہیں ان کی تمنائیں خواہشات کھری ہوتی ہیں ان کی آرزوئیں پاک اور صاف ہوتی ہیں۔ ان کے عقیدے کھرے ہوتے ہیں اور ان کے عمل کھرے ہوتے ہیں ان میں کہیں ریگ نہیں ہوتی کہیں کھوٹ نہیں ہوتی اور تم جنہیں اپنے آپ پر اعتماد نہیں ہے اور تم جنہیں اپنی ضمیر پر اپنے مزاج پر اعتماد نہیں ہے تم جو ایک ایک ٹکے پر بدکتے رہتے ہو تمہیں اپنے پہ اتنا یقین نہیں ہے کہ میرے سامنے اگر ایک ٹکہ حرام کا آیا تو شاید میں چھوڑ سکوں گا یا نہیں تم جو حرام کی تلاش میں دن بھر گھوما کرتے ہو۔ تم جو خواہشات سے اپنے دلوں کو گرماتے ہو تمہارے مزاج برائیوں پر خوش ہوتے ہیں اور پھر یہ تمہیں گمان بھی ہے کہ ہم مومن ہیں مسلمان بھی ہیں۔

کتنا سخت لہجہ ہے بظاہر کتنی نرم بات ہے بظاہر یہ جملہ تعریفی جملہ ہے کہ مومن تو صدیق ہوتے ہیں لیکن تجزیہ کیا جائے تو کتنا مشکل ہے یہ کتنی دشواریاں ہیں اس میں اور آپ دیکھیں۔

واقعی جو لوگ حضور ﷺ پر ایمان لائے' مکے کے رہنے والے جتنے لوگ ایمان لائے' کیا سوائے جلیے کی شراکت کے اس سے پہلے والے آدمی کے ساتھ ان کا کوئی رشتہ رہ گیا؟ کوئی بھی شخص جب مسلمان ہوا تو اس سے پہلے اس کی دس بیس تیس چالیس پچاس سال زندگی بھی تھی۔...... سب کچھ بدل نہیں جاتا قد وہی رہتا ہے' رنگ وہی رہتا ہے' ورنہ ایک ایک بال بدل جاتا ہے پہلے والا آدمی وہاں نظر ہی نہیں آتا یعنی ایک شخص ڈاکو تھا' لوٹ کر کھانے والا تھا' جب ایمان لایا تو لٹاتا ہوا نظر آیا۔ لوٹنے اور لٹانے میں کتنا فرق ہے۔ ایک شخص جاہل تھا ایمان لایا تو ایسا فاضل نظر آتا ہے کہ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا عالم اس کے سامنے سر نہیں اٹھا سکتا اتنا فاضل ہوا۔ ایک شخص مشرک تھا کافر تھا ایمان لایا تو کفر کو اس نے ملکوں سے خارج کر دیا صرف اپنے وجود سے نہیں بلکہ دنیا سے کفر کی بساط لپیٹ دی۔ اور کفر کے لئے خدا کی زمین تنگ ہو گئی تو کتنا فرق ہوتا ہے کافر اور مومن میں ہم کیسے مومن ہیں کہ ہم بدلتے بھی نہیں ہیں اور مومن بھی ہیں۔ یعنی جیسے ہم پہلے تھے ویسے ہی اب بھی ہیں۔ اور جیسے ہم بازار میں سوچتے ہیں وہی سوچ ہماری مسجد میں بھی بیٹھ کر ہوتی ہے۔ کوئی فرق نہیں پڑتا کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

اللہ کریم مومنین کا ایک انداز ارشاد فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں ما کان لھم ان یدخلوھا الا خآئفین کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مومن مسجد کے دروازے میں قدم رکھے اس کے جسم پر لرزا طاری ہو کہ میں کس کی عالی بارگاہ میں پیش ہو رہا ہوں۔ لیکن یہاں حال یہ ہے کہ بازار ہو یا مسجد کوئی فرق نہیں پڑتا ہم نماز میں ہوں یا دکان پر بیٹھے ہوں دل میں وہی جمع تفریق ہو رہی ہوتی ہے جو دکان پر بیٹھے ہوتی ہے اور جس کے سامنے جب موقع آتا ہے وہی ڈاکو نکلتا ہے یہ کتنی عجیب بات ہے۔ اس سے تو وہ لوگ بھلے جو سڑک پر کھڑے ہو کر کسی کو لوٹ لیتے ہیں۔ لوگ جانتے تو ہیں یہ ڈاکو ہے۔ مسجد میں بیٹھے ہوئے شخص کو جب موقع ملے تو یہ بھی ڈاکہ ڈالنے سے نہ چوکے تو یہ

بد ترین ڈاکو ہوا نا! چھپا ہوا ڈاکو ہوا۔ اور ہمیں اپنے آپ پر اپنے کردار پر کوئی بھروسہ ہی نہیں ہے۔

تو جب تک اپنے آپ پر ایک اعتماد پیدا نہ ہو جائے کہ دنیا کی سلطنت بھی مجھ سے میرے نبی کا دامن نہیں چھڑوا سکتی ایک اعتماد ہو کوئی کہے کہ تجھے دنیا کی حکومت دیتا ہوں یہاں سے محمد عربی ﷺ کی سنت چھوڑ دے تو وہ سمجھے کہ میں اس بات کو بھی ایسا لوں گا گویا اس نے میرے دل میں خنجر مارا ہے یہ دلیل ہے ایمان کی۔

اور یہ جو ہم چپے چپے پر پھسلتے ہیں نا کہ ہم سے کوئی پاؤ دودھ کا مانگے تو اس میں بھی ہم ایک چھٹانک پانی ضرور ڈالتے ہیں ہماری نگاہ خدا پر ہوتی ہے نہ مصطفی ﷺ پر ہوتی ہے یہ ایمان نہیں ہے اور اگر ہے تو اتنا مضبوط نہیں ہے جو تیری ڈھال بن سکے۔ وہ لولا لنگڑا ہے نہایت کمزور ہے نہایت ناقابل اعتماد ہے۔ چونکہ ایمان کے تو انداز نرالے ہیں۔ اللہ جل شانہ' کے انداز بیان کو اور انداز تخاطب کو آپ دیکھیں فرمایا! والذین امنوا باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون وہ تو ہوتے ہی صدیق ہیں تو کس کی بات کرتا ہے جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں جو اللہ کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں وہ تو ہوتے ہی صدیق ہیں۔ وہی تو صدیق ہوتے ہیں۔ فرمایا! تو ان کے بارے میں ایسا کیوں سوچتا ہے وہ تو ایسے لوگ ہوتے ہیں۔

والشھداء عند ربھم اللہ کی بارگاہ میں وہی لوگ تو گواہ ہونگے ساری کائنات پر۔ جب لوگوں کے اعمال پیش ہونگے پڑتال ہو رہی ہوگی تو لوگ کہیں گے خدایا یہ کام ہم نے اچھا کیا تو کون کہے گا کہ یہ اچھا تھا یا نہیں تھا وہی جو صدیق ہیں وہ اس کی تصدیق کریں گے یا تردید کریں گے ان کی تو شہادت ہوگی ان پر۔ اور وہی تو لوگوں کو کہنے والے ہونگے یہ کام تم نے کہاں سے کیسے اچھا جانا اچھائی تو اس کا نام ہے تیرا کام تو غلط ہے یعنی وہ معیار انسانیت ہوتے ہیں معیار ایمان ہوتے ہیں۔

فرمایا وہ تو وہ لوگ ہوتے ہیں لھم اجرھم ونورھم ان کے لئے اللہ کے انعامات ہوتے ہیں اور ان کے سینے' ان کے چہرے' ان کی پیشانیاں' تجلیات باری کی امین ہوتی ہیں وہ تو جہاں رہیں وہاں انوارات کی بارش برستی ہے۔ لھم اجرھم ونورھم وہ تو لوگ ہوتے ہی منور القلوب ہیں۔ ان کے ضمیر روشن' ان کے مزاج روشن' ان کا کردار روشن' ان کے چہرے روشن' ان کی سوچ روشن۔ فرمایا انہی کے لئے نور جو ہے زمینوں کو انہی کی وساطت سے نصیب ہوتا ہے۔

ایک دفعہ آقائے نامدار ﷺ سے عرض کی حبیبہ حبیب خدا ام المومنین عائشہ الصدیقہؓ نے یارسول اللہ بڑی بارش ہوئی ہے آج۔ آپ نے فرمایا تو نے کہاں دیکھی عرض کی یارسول اللہ میں جنت البقیع کی طرف دیکھ رہی تھی وہاں موسلادھار بارش تھی فرمایا تو نے جنت البقیع کی طرف کیسے دیکھا کس چیز سے پرکھا تو نے تیرے اوپر کیا تھا؟ یارسول اللہ آپ کی یہ چادر جو پڑی ہوئی ہے میں نے اوپر لپیٹی ہوئی تھی۔ فرمایا تبھی تو تجھے بارش نظر آرہی تھی وہ تو انوارات تھے انوارات برس رہے تھے یہ بارش نہ تھی جسے تو بارش سمجھی وہ تو انوارات تھے جو دن رات برستے ہیں۔

یعنی صرف اس چادر کو سرپر رکھنے سے نہ صرف ذات کو نور نصیب ہوا بلکہ جہاں جہاں نور تھا اس کا ادراک بھی نصیب ہو گیا اور یہ بات صرف چادر کی نہیں ہے یہ عقائد اسلامیہ میں بنیاد ہے عقیدے کی کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی جوتی مبارک کی جو توہین کر دے وہ کافر ہو جاتا ہے ایمان سے خالی ہو جاتا ہے۔ ایک تصویر بکا کرتی ہے نعلین مبارک کی اور بعض گھرانوں میں اب بھی نظر آتی ہے اس پر ایک جوتے کے تسموں جیسے جوتے کی تصویر بنی ہوتی ہے تو مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ حضرت یہ کوئی جوتے کی تصویر تو نہیں لگتی بالکل عجیب سی ہے اور اسے حضور سے تو کوئی نسبت نہیں ہے کاغذ پر لکیریں کھینچ کر ایک جوتے کی شکل بنالی اور کہا کہ یہ حضور کا جوتا ہے تو کیا اس کا ادب بھی ضروری ہے فرمایا! اسے چونکہ حضور کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اس کی بے ادبی نہ کی جائے اگر تم اسے صحیح نہیں سمجھتے تو گھر میں نہ رکھو مت خریدو لیکن اگر تمہارے گھر میں آجائے تو اس کی توہین مت کرو اسے سر سے اوپر رکھو۔

اور "اکفارالملحدین" میں ایک ایسا جملہ سید انور شاہ کشمیریؒ نے لکھ دیا جس نے بڑی دشواریاں پیدا کر دیں وہ فرماتے ہیں کسی کا ارادہ حضور کی توہین کرنے کا نہ ہو لیکن لفظ ایسا استعمال کرے جو ذو معنی ہو یعنی اس سے توہین کا پہلو بھی نکلتا ہو یا سننے والا یہ سمجھے کہ اس نے حضور کی توہین کی ہے تو وہ کافر ہو جائے گا کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

اور استدلال کیا ہے قرآن سے کہ لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا کہ یہ جو راعنا لفظ ہے یہ عربی کا لفظ ہے لیکن مشرکین اور منافقین بگاڑ کر بظاہر راعنا ہی کہتے تھے لیکن تھوڑا سا دبا کر راعینا ادا کرتے تھے اور ان کے اپنے دل میں مراد ہوتی تھی حضور کی توہین۔ تو خدا نے راعنا کو استعمال کرنا حرام قرار دے دیا۔

تو میرے بھائی یہ حال ہے جو جوتا بھی محمد رسول اللہ ﷺ نے پہنا وہ جوتا بھی روشن ہو گیا منور ہو گیا جس زمین پر قدم رکھا وہ روشن ہو گئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں جذب القلوب الی دیار المحبوب میں کہ میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں پھرا کرتا تھا اور جہاں جہاں سے حضور تشریف لے گئے گزرا کرتا تھا تو مجھے زمین پر حضور کے نقش کف پایوں نظر آتے تھے جیسے آسمان پر چاند نظر آئے۔ فرماتے ہیں میں دیکھتا رہتا تھا گلیوں میں بازاروں میں شہروں میں کوچوں میں باہر جاتا تو جہاں جہاں حضور ﷺ دنیا میں رہتے ہوئے جہاں جہاں سے گزرے وہ مجھے یوں نظر آتے جیسے آسمان پر چاند روشن ہے اسی طرح وہ زمین پر روشن ٹکڑے تھے حضور ﷺ کے قدم لگے تو فرماتے ہیں جب میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو چلا تو جہاں جہاں حضور ﷺ نے قدم رکھا وہ جگہ روشن تھی جہاں قدم نہیں رکھا وہاں نشان نہیں تھا سواری پر گزر گئے یا جہاں پڑاؤ کیا جہاں اترے وہاں نشانات ملتے تھے سواری پر سے گزر گئے وہاں نہیں تھے لیکن ایک عجیب بات دیکھی جس طرح کہر چھا جاتی ہے پورے صحرا میں اس طرح کے انوارات نظر آتے ہیں کہ ہر ذرے پر نور ہے تو میں نے دعا کی کہ یہ بات تو میں سمجھ گیا کہ یہاں پر حضور ﷺ کے قدم لگے لیکن یہ کہر سی جو روشن سی چھا رہی ہے ہر جگہ روشنی پھوٹتی ہے اور سمجھ نہیں آتی اس کا سبب کیا ہے۔

فرماتے ہیں مجھے یہ بتایا گیا مجھ پر یہ القا ہوا کہ یہ حضور ﷺ کی نظر کا کرشمہ ہے جتنے ذرات پر نگاہ پڑی وہ روشن ہوگئے۔

اہل اللہ کے لباس میں اور اہل اللہ کے جوتوں میں بھی روشنی پھوٹتی دیکھی ہے ہم نے اللہ اللہ کرنے والے لوگوں کے بستر چارپائیاں اور وہ کمرے جہاں وہ رہتے ہیں جہاں وہ نماز پڑھتے ہیں حتیٰ کہ وہ جوتے جو وہ استعمال کرتے ہیں انہیں بھی اللہ اللہ کرتے دیکھا گیا ہے۔ اور یہاں یہی ارشاد کیا گیا ہے کہ جو مومن ہوتے ہیں ان کے لئے تو لھم اجرھم ونورھم ان کے لئے اللہ کی عطا ہوتی ہے اللہ کا نور ہوتا ہے۔

والذین کفرو اوکذبوا بایتنا اولئک اصحاب الجحیم قرآن کریم نے والذین کفرواوکذبوا ایک وہ لوگ جنہوں نے انکار کر دیا میری آیات کا اور کذبوا کو مترجمین نے وہیں رکھا ہے کہ وہی کافر جھوٹے بھی ہیں لیکن میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ کذبوا ایک بات ہے اور کفروا دوسری بات ہے۔ کچھ لوگوں نے تو انکار کر دیا وہ تو آگئے کفروا میں اور دوسرے نے جھوٹ بولا کہ ہم مانتے ہیں لیکن مانا نہیں۔ ایک نے تو انکار کر دیا اللہ کی آیات کا صاف کافر ہو گیا اور دوسرے نے جھوٹ بولا کہ نہیں میں تو مانتا ہوں مگر مانا نہیں جھوٹ کہا کہ میں مانتا ہوں' زندگی اپنی مرضی سے بسر کی' کام اپنی مرضی سے کئے' خواہشات اپنی پوری کیں' اور پرواہ تک نہ کی کبھی اللہ کے حکم کی' نبی ﷺ کی سنت کی اور کہا میں مانتا ہوں فرمایا جھوٹ بولا۔

دو طرح کے لوگ ایک جنہوں نے انکار کیا میری آیات کا اور دوسرے جنہوں نے جھوٹ بولا میری آیات کے ساتھ ایسے لوگ جو ہیں وہ دوزخ کے رہنے والے ہیں۔

مکان برائے فروخت

ایک ہاؤسنگ سوسائٹی میں دس مرلے کا ایک مکان برائے فروخت ہے

رابطہ کیلئے

حافظ محمد انور

فون نمبر

PPP-330632

042/6862289

کچھ دیر کے لئے

اپنی روزمرہ زندگی سے ہٹ کر ہر کوئی کچھ دیر کے لئے کہیں نہ کہیں جانا چاہتا ہے' کوئی سیرو تفریح کے لئے' کوئی تبدیلی آب و ہوا کے لئے' کوئی ہنگامہ روز وشب سے نجات کے لئے' کوئی دوستوں سے ملاقات کے لئے' کوئی عزیز و اقارب سے رسم و راہ کے لئے' ہر کوئی کچھ دیر کے لئے کہیں نہ کہیں جانا چاہتا ہے۔ کچھ لوگ کچھ دیر کے لئے ایسی جگہوں پر بھی جانا چاہتے ہیں جو کسی کو بتا کر جانے والی نہیں ہوتیں لیکن بھائی ہارون الرشید صاحب کہاں جانا چاہتے ہیں کہ اک جہان کو خبردار کر کے جا رہے ہیں' خود ہی پڑھئے۔

ہارون الرشید

لوٹ کر آئیں گے تو پھر سے سیاست کے شہبازوں اور سکندروں کے کارنامے بیان کریں گے ابھی کچھ دیر کے لئے ایک آدھ دن کے لئے میں ایک دوسری دنیا میں جانا چاہتا ہوں۔

کلر کہار کی جھیل سے آگے جہاں مور ناچتے ہیں' جہاں باغات بلندیوں سے اترنے والے چشموں سے سیراب ہوتے اور اپنی ہریالی سے دائم حیران کئے رکھتے ہیں' جہاں گلاب کے ڈھیروں سے ہمیشہ عرق کشید ہوتا اور خوشبو ہوا میں بکھرتی رہتی ہے' جہاں کنارِ آب اُگے شجر خاموش پانیوں میں اپنی تصویر دیکھتے ہیں۔

سیاست کے سکندروں اور شہبازوں سے دور' ایک دن کیلئے میں اس دیار میں جانا چاہتا ہوں۔ جھیل کے پانیوں' چشموں کی چاندی' پھولوں کے تختوں اور لوکاٹ کی ان قطاروں سے آگے جن کی شاخوں پر بہار میں موتی اگتے ہیں اور ان موتیوں پر خدا کی حمد گانے والے پرندے اترتے ہیں۔

نہیں' سرگودھا چکوال روڈ پر یہ بہار نہیں' خزاں کا موسم ہے۔ شاخوں پر پتے پیلے ہو کر جھڑ چکے اور ٹہنیوں کے عریاں ہاتھ دعا کے ہاتھوں کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ سارے منظر اور سارے شجر اس بہار کے منتظر ہیں جو سرما کا بے مہر موسم گزر جانے کے بعد دھوم مچاتی آئے گی' جب موروں کی قطاریں پھر سے رقص کریں گی' لاکھوں پرندے سارا دن چہچہایا کریں گے نئے موسم کے پہلے پھول حیرت سے آنکھیں کھول کر زمین کو دیکھیں گے جب صبح کی نرم ہوا اور دوپہر کی گوارا دھوپ میں بلبلیں ان کیلئے گیت گائیں گی حتیٰ کہ برسات کے دن آئیں اور کوئل کی درد بھری کوک میں یہ نغمے تحلیل ہو جائیں اور اس سے پہلے پورا چمکتا ہوا سورج دھان کے کھیتوں میں سونا بکھیر دے گا' کسانوں کے ہاتھوں کا پسینہ اناج کے ڈھیروں میں ڈھل چکے گا تو سیاست کے شہبازوں اور سکندروں سے دور کچھ دیر کیلئے میں وہاں جاتا ہوں۔

کلر کہار سے آگے جہاں بل کھاتی پہاڑی سڑک ہموار میدان میں اترتی ہے میدان کے حاشیوں پر پھیلے پہاڑوں میں ہرنوں کے ریوڑ گھومتے اور کلیلیں کرتے ہیں۔ ترائیوں میں چشمے چپ چاپ بہتے ہیں اور سرگوشیاں کرتے ہیں ہرنوں کے بچے اور سرخ دموں والی چڑیوں کے جھنڈ ان سرگوشیوں کے معانی خوب سمجھتے ہیں بس ایک آدم زاد ہی ان سے واقف نہیں۔

چاندنی راتوں میں ان چشموں اور ندیوں میں ستارے ٹمٹماتے ہیں اور چاند پانیوں سے باتیں کرتا ہے اور جب آفتاب طلوع ہو چکے تو درخت پرندے اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں' سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم پاک ہے وہ جو سب تعریفوں کے لائق ہے' پاک ہے وہ جس نے سب زمینیں اور سب آسمان تخلیق کئے' پاک ہے وہ سب سمندر سیاہی اور سارے درخت قلم ہو جائیں تب بھی جس کی ثناء مکمل نہیں ہو سکتی۔

درخت اور پرندے جانتے ہیں پانی اور پہاڑ بھی جانتے ہیں' سب ستارے جانتے ہیں' چاند اور سورج جانتے ہیں اور وادیوں میں بہتی ہوا بھی جانتی ہے لیکن افسوس کہ آدم زاد نہیں جانتا' حالانکہ اسے تو بتا بھی دیا گیا تھا لیکن وہ بھلا دیتا ہے وہ ہمیشہ بھلا دیتا ہے اور ان چیزوں کو یاد رکھتا ہے جو اسے فراموش کر دینی چاہئیں شاید یہی سبب ہے کہ ہوا' درخت اور پرندے اس سے وحشت کرتے ہیں' ہرنوں کے ریوڑ انسانی آوازیں سنتے ہیں تو ہجرت کر جاتے ہیں حالانکہ وہ چیر پھاڑ کرنیوالے درندوں کے سبب بھی کم ہی ہجرت کرتے ہیں۔

سیاست کے سکندروں اور شہبازوں سے دور کچھ دیر کیلئے میں ان وادیوں کو جاتا ہوں۔

کہ ان پہاڑوں اور بستیوں کے درمیان اس ٹیڑھی میڑھی سڑک کے کنارے اللہ کے بندوں کا ایک مختصر سا گروہ آباد ہے جو ہمیشہ اپنے پروردگار کو یاد کرتے اور اس کے نام کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں جو اپنے من کو اپنے قلوب اور روحوں کو چاندنی کی طرح' وادیوں میں بہتی ہوئی ہوا کی طرح اور ندیوں کے پانی کی طرح پاکیزہ بنانا چاہتے ہیں۔ وہ جو دائم ریاضت کرتے رہتے ہیں' وہ

بغض، نفرت اور حسد سے نجات چاہتے ہیں، وہ جو شہرت اور داد کی بھوک بھڑکانے کے آرزو مند نہیں، وہ جو کثرت کے ہاتھوں ہلاک ہو جانا نہیں چاہتے۔

تو سیاست کے سکندروں اور شہبازوں سے دور، میں کچھ دیر کیلئے ان کی طرف جاتا ہوں۔

وہ جو آخر شب جاگتے ہیں جب ستاروں کے چراغ ٹمٹمانے لگتے ہیں، ابھی سفید دھاگہ، سیاہ دھاگے سے جدا نہیں ہوتا، صبح کاذب کے بطن میں صبح صادق کا نور ابھی سو رہا ہوتا ہے اس وقت جب پودوں، درختوں اور جھاڑیوں پر شبنم کے قطرے ابھی طلوع خورشید کے خوف سے بے نیاز ہوتے ہیں۔

تب یہ لوگ جنگلوں میں چپ چاپ بہتی ندیوں کی طرح، پرندوں اور ہواؤں کی طرح، اپنے رب کی حمد بیان کرتے ہیں اور اپنی روحوں میں اجالا بوتے ہیں کہ یہ کھیتی ہمیشہ آخر شب ہی بوئی جاتی ہے ..... آخر شب وہ اپنے دلوں میں صبروشکیب، خیر، ایثار اور محبت کے بیج ڈالتے ہیں اور آوازوں کے بغیر بہنے والے آنسوؤں سے ان کی آبیاری کرتے ہیں۔

وہ جو اپنے دلوں میں آنیوالے عہد کی سویر بو رہے ہیں، جو یہ امید کرتے ہیں اور یہ خواب دیکھتے ہیں کہ آخر کار یہ سحران کے قلوب سے اٹھے گی اور اللہ کی ساری زمین کا احاطہ کرلے گی جب صدیوں سے سوئے افتادگان خاک جاگ اٹھیں گے اور انسانی لہو پر پلنے والے وحشی زنجیروں میں جکڑ دیئے جائیں گے۔

اور یہ وہ لوگ ہیں جو تاریکی کو نہیں کوستے اور ہرشب اپنے حصے کا ایک دیا جلاتے ہیں کہ آخر کار ظلم سے سیاہ ساری دھرتی روشنی سے بھر جائے اور آسمان کے نیچے ساری وسعتوں میں نور اور ہدایت کے چراغاں کے ایک لامتناہی، لامحدود اور بے کراں منظر کے سوا کوئی منظر باقی نہ رہے۔

تو میں ایک محروم اور متلاشی دنیا داروں کا ایک دنیا دار کچھ دیر کو ان اہل صفا کی طرف جاتا ہوں جو زمین میں روشنی بو رہے ہیں اور جنہیں یقین ہے کہ ایک دن ان کھیتوں میں خیر اور امید کی فصلیں لہلہائیں گی۔

لوٹ آئیں گے تو پھر سیاست کے سکندروں اور شہبازوں کے بارے میں بات کریں گے جن کے لئے ابھی مہلت باقی ہے۔

کہ افتادگان خاک کا امتحان بھی باقی ہے، کہ دعاؤں کے باریاب ہونے میں ابھی کچھ وقت باقی ہے۔

بقیہ صفحہ 44 سے آگے

بھلائی کی امید کے ساتھ ملک میں اسلام کا نفاذ چاہتے ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا مذہبی جماعتوں کے کامیاب اجتماعات کی آڑ میں، مقتدر طبقے پاکستان میں "بنیاد پرستی" کے توڑ کے لئے اور "سٹیٹس کو" کو برقرار رکھنے کے لئے مغرب سے بھی حمایت اور اعانت حاصل کرنے کا سوچ سکتے ہیں۔ مولانا اعوان صاحب کا خیال تھا کہ بیشتر مذہبی تنظیموں کی قیادتیں تو "سٹیٹس کو" کی حامی ہیں، اس لئے ان سے حکومت یا مغرب کو کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔ اور اگر مقتدر طبقے پھر بھی ان اجتماعات کو اپنے مفاد میں کیش کرواتے ہیں تو یہ ان کا فعل ہے، جس کے نتائج کسی سے ڈھکے چھپے نہیں رہ سکتے۔

مولانا مکرم کے ساتھ جمنے والی نشست میں متنوع موضوعات پر ان کی آراء سامنے آئیں مثلاً "اسلام سلامتی کا دین ہے، اس کا دہشت گردی سے دور پرے کا واسطہ بھی نہیں۔ اسلام ہی وہ دین حیات ہے جو مشاورت اور جمہوریت کا اولین داعی و پیامبر ہے۔ اسلام میں عورت کو عزت و فضیلت کا جو مقام حاصل ہے، جدیدیت میں ڈوبا ہوا یورپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اسلام محض سزاؤں کا نظام پیش نہیں کرتا بلکہ یہ جزا اور سزا کا ایک متوازن اصول نافذ کرتا ہے۔ اسلام ظاہر داری اور رسومات سے زیادہ انسان کی حقیقی فلاح اور تعمیری و مثبت حقائق کو اہمیت دیتا ہے۔

حضرت جی سے آخری سوال یہ پوچھا گیا کہ اگر آج آپ اقتدار پر متمکن ہو جائیں تو آپ کی اولین ترجیح کیا ہوگی۔

"بھوک، پیاس اور احتیاج کا خاتمہ، معاشی انقلاب بذریعہ اسلام۔"

لیجئے ایک اور وعدہ فروا؟ یا ایک اور تحریک کی طرف پہلا قدم۔

ایک اور طلب، ایک اور تڑپ، ایک اور تجسس، ایک اور تلاش ____ ایک اور پیاس !

حضرت جی سفر کے اگلے مرحلے کی جانب کوچ کر چکے ہیں مگر میں سوچتا ہوں وہ کیسا کنواں ہیں، ایک پیاس بجھانے کی آڑ میں کئی پیاسیں پیدا کر جاتے ہیں۔